

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224894

UNIVERSAL
LIBRARY

۲۹۷۶۹۱۲۷۱
۲۰۳۵۴ نور الدین محمد

احمد حسین الہ آبادی
حیات نور الدین محمد

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۲۹۷۶۹۱۲۷۱

Accession No. ۷۲۳۰۴

Author نور الدین محمد

Title احمد حسن الم آبادی

حیات نور الدین محمد

This book should be returned on or before the date last marked below.

شائع کجیا تین جیسا کہ عربی کے بعض مورخین نے کیا ہے کیونکہ یہ دونوں ایک ہی راستہ کے چلنے والے اور ایک ہی خیال کے پابند تھے لیکن میرا یہ خیال میرے ہی دماغ میں یہ پہرا کر گیا ظہور کی نوبت نہ آئی اسوجہ سے کہ سلطان صلاح الدین کی سوانح عمری میں پہلے لکھ چکا تھا۔

مجھے اسکی سوانح لکھنے میں بڑی بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا عربی کی تواریخ نے مختلف مقامات سے واقعات لینے پڑے پہرا و غیر محققانہ نظر کر کے ترتیب دینے کی ضرورت ہوئی۔ عربی منظرہ ترجمے ایسی ہی کتابیں ملی ہیں کہ حسین اسکی سوانح اور اسکے غزوات ایک مقام پر بالکل یکساں نہیں لکھتے تاہم مجھے اپنے سلف کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ انکے حسن سعی سے گوہر کوشش ہی اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ نور الدین محمود کا نام اور ہندوستان کے ظلمت کدہ میں آفتاب کی طرح تھماں اسلام پر روشن دکھلائی دیتا ہے۔ میرے اس ناچیز تالیف کی ماخذ عربی تواریخ ابن اثیر، ابن خلدون، ابوالفداء، حسن المجاصرہ فی احوال المصر والقاہرہ، نوادر سلطانیہ، تاریخ حلب، تاریخ دمشق، کتاب الروضتین، تاریخ دول الاسلام، تاریخ ایام اتابکہ، کتاب برق الشامی وغیر ماہین علاوہ ان میں نے بعض بعض مقامات پر انگریزی تواریخ سے بھی کچھ واقعات اخذ کر لئے ہیں۔ عربی میں اس نامور سلطان کی سوانح حافظ ابوالقاسم علی بن حسن دمشقی اور رئیس ابویعلیٰ خمرہ بن اسد التیمی اور عماد کاتب اور ابن ابی طے وغیرہ کے نقل طور سے بھی لکھی ہے لیکن اردو کی یہ پہلی کتاب ہے حسین اسکی سوانح مرتب ہو کر ہدیہ ناظرین ہوتی ہے وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

احمد حسین غفر اللہ ذلہ۔ الدہ آباد

۵۔ شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۰۰ء

CHECKED 1963

CHECKED 1963

U 2304

APR 1963

CHECKED 1963

بسم اللہ الرحمن الرحیم پھلا حصہ آقسنقر اور شہید تابک کا زمانہ حکومت

مکتبہ الملک عادل سلطان نور الدین محمود (نور الدمرقدہ) ایشیائین
 ایک جلیل القدر مورفرواگزرا ہے جو اپنے نمایان کارناموں سے دنیا اسلام
 میں قدرت الہی کا ایک کرشمہ مانا گیا ہے یہہ اوس پُر آشوب زمانہ میں ہتاجست
 تمام ممالک شام پر عبائی مُسلط ہو رہے تھے صرف حلب - حمص - حماة - دمشق -
 باقی رہ گئے تھے اور خلافت عباسیہ بغداد میں اندرونی اور بیرونی حادثات
 سے کمزور ہو رہی تھی اور دولت علویہ یا فاطمیہ کا آفتاب اقبال مصر میں لب لبام
 آگیا تھا۔ اس کے خاندان حکومت کو بعض مورخ دولت زنگیہ یا سنی زنگی سے تعبیر
 کرتے ہیں کیونکہ قسیم الدولہ آقسنقر زنگی اس خاندان کا جدِ اعلیٰ ہے اور کوئی اسکو
 دولت انا بکہ بھی کہا کرتا ہے اسوجہ سے کہ اس خاندان کی ابتدا شہید تابک سے

فی اخبار الدولتین میں تحریر کرتے۔

”کان آقسنقر تہ کیا من اصحاب السلطان کن الدین ملکشاہ البلیسلان“

آقسنقر ترکی تھا سلطان رکن الدین ملکشاہ بن ایرسلان کے مصاحبین سے تھا۔

اس فقرہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آقسنقر۔ زنگی غلام نہ تھا بلکہ ترکی الاصل اور ملکشاہ کا مصاحب تھا۔ صاحب کا لفظ۔ عربی میں مصاحب ہمیشہ۔ ساتھی کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر آقسنقر اوسکا مملوک ہوتا تو اوس کے واسطے اصحاب کا لفظ تو نہیں ہوتا۔ وہ اسکی ہمیشہی اور مصاحبیت ہی کی وجہ سے اس۔۔۔ ایسا مانوس اور اسکو اسقدر عزیز رکھتا تھا کہ اسکی جدائی اوسکو شاق تھی۔ وہ ہمیشہ ہر کام میں اسکو شہورہ کرتا تھا۔ یہی امر امراء اور اراکین دربار کو ناگوار کر رہا تھا۔ اسیوجہ نظام الملک وزیر نے اسکی علیحدگی کی یہہ تدبیر نکالی تھی کہ آقسنقر کو ملکشاہ سے

صلنائیں۔ علامہ موصوف نے تاریخ دمشق کو دومربعہ مختصر کیا پہلی بار بیس جلد و تین اور دوسری بار وٹس جلد و تین میں تحریر کیا۔ اسکی مشہور تصانیف سے کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین۔ شرح الحدیث المتفق فی سبع المصطفیٰ۔ صواعق الساری الی معرفۃ الباری۔ المحقق فی علم الاصول فیما یعلق بافعال الرسول وغیرہ وغیرہ ہیں۔ علاوہ ان کتابوں کے اور کتب پہلی ٹکی تصانیف سے ہیں جنکو ہم نے نظر اختصار درج نہیں کیا۔

۱۔ اسکی کنیت ابوعلی اور لقب نظام الملک قوام الدین اور نام حسن تھا علی بن اسحاق بن عباس کا لڑکا تھا۔ بعضوں نے اسکو روستا زادہ اور علامہ سہانی نے کتاب الانساب میں اسکو ناد (طوس) کے اطراف میں ایک چوٹا سا شہر ہے) کا رہنے والا تحریر کیا ہے۔ گیارہویں ذیقعدہ یوم جمعہ ۵۸۴ میں پیدا ہوا۔ اور علوم حدیث و فقہ کی تکمیل تحصیل کر کے علی بن شادان مستملخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تہوڑے دنوں کے بعد اس سے علیحدگی اختیار کر کے داؤد بن میکائیل سلجوقی کے پاس چلا گیا اوس نے اسکو اپنے لڑکے ایرسلان کی تعلیم و تربیت و تالیفی پر مقرر کر لیا۔ داؤد کے مرنے کے بعد جب ایرسلان حکومت کی کرسی پر بیٹھا تو اوسنے اپنے لایق استاد اور

(باقی صفحہ میں)

کہیں کنجری ملک حاکم مقرر کر کے اسکو اس کے نظروں سے علیحدہ کر دیا تھا۔ کوئی ان تعلقات کے دیکھنے اور سننے سے بیہ ہنہیں کہہ سکتا ہے کہ آئسنقر ملک شاہ کا ملک تھا ملوک اور مالک کے بیہ برتاؤ ہنہیں ہوتے۔ ہمارے اس عمومی کی اس سے متبر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ علامہ موصوف چند فقرات کے بعد یوں تحریر کرتا ہے۔

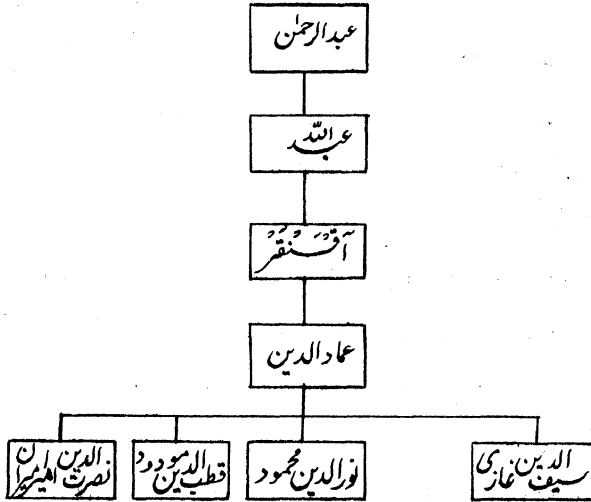
”فکان قسیم الدولہ من اصحابہ و عمرہ فی صغرہ و اسقرفی صحبتہ
المحبین کبر و فلما افاضت السلطنۃ جعل بیہ الیہ جعلہ من اعیان
امرائہ و اخصل ولیائہ واعتمد علیہ فی مهماتہ و زاد قدرہ علو الی
ان صار یتقیہ مثل نظام الملک البوزیر مع تحکمہ علی السیطان
و تمکنہ من المملکۃ فاشرف نظام الملک علی السیطان ان یولی آئسنقر
مدینہ حلب اراد بذلک ان یبعد لا یوجد مہ السیطان
یتخذ عند لا ید ابدالک“

قابل قدر تالیق کو اپنا وزیر بنالیا۔ دس برس بعد جب اہل سلاک انتقال ہو گیا اور نظام الملک کی حسن سہی سے ملک آہ تخت حکومت پر بیٹھا یا گیا۔ تو یہ قدر پر حاوی ہو گیا کہ سلطان سوائے تخت اور شکار گاہ کے کسی دوسری چیز کا مالک نہ رہا تھا سلطنت کا کل انتظام اس کے قبضہ میں تھا سکہ پر تو سلطان ملک شاہ کا نام تھا لیکن قلوب پر اسکا سکہ بیٹھا تھا۔ یہ علماء و وفراء کی بہت عزت کرتا تھا۔ شریعت کا اسقدر پابند تھا کہ جو وقت اذان سننا کل کاروبار کو وہ کسی ہی اہم کیون نہ ہونے اور کو چوڑ دیتا تھا۔ اس نے شکرمین ایک بہت بڑے دارالعلوم کی ایجاد میں بنا ڈالی اور دو برس کے عرصہ میں اوکو تعمیر کر کے ۵۹۴ میں اوکی رسم افتتاح کر کے دُور و دراز ملکوں سے تعلیم و تدریس کے لئے بیش قرار مشاہیر و علماء کو بلوایا۔ اس کے زمانہ وزارت میں علمی و تحقیق بہت ہوئی کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہ تھا جہاں اس کا متعدد مدرسہ نہ ہو۔ نہ جوان ہوں۔ قصبہ نہاوند کے قریب ایک کھن دہلی لڑکے نے جو کہ حسن بن صلیح موجد فرقہ شمس کے فدائین تھے اسے چور کے ایک فرس اسکو شہید کر ڈالا۔ پڑاقتہ شیش بنہ ۱۰ رمضان ۸۴۴ میں ہوا۔

ترجمہ۔ ہم الدولہ ملک شاہ کے مصاحبوں میں اور اون میں کہتا تھا جس کے ہمراہ لکچر میں پرورش کئے گئے تھے وہ ہمیشہ اسیکے محبت میں رہا۔ تا آنکہ بڑا ہوا۔ پس جبکہ اسکے باپ کے بعد اسکو سلطنت ملی تو اوس نے اسکو اپنے سربراہ اور وہ امراء اور خاں دستوں میں مل کر لیا۔ اور اپنے محل کاموں میں اسپر بہرہ رسہ کر لیا اور اسقدر اسکا مرتبہ بڑا دیا کہ نظام الملک زیر پر ہی اس سے دبتا تھا باوجودیکہ وہ سلطان پر عادی تھا اور سلطنت پر متمکن تھا اسیوجہ نظام الملک نے سلطان سے تحریک کی کہ آفسنقر کو وہ شہر حلب کا حاکم کر دے۔ اور اس جگہ سے یہ ارادہ کیا کہ اسکو سلطان کی خدمت سے دور کر دے اور اس دوری سے وہ سلطان کے نزدیک قوی دست ہو جائے۔

اس عبارت میں کوئی ایسا فقرہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس سے آفسنقر کی غلامی ثابت ہوتی ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ منسلک موعہ فی صغیر سے استدلال کیا جائے لیکن ہمارے نزدیک وہ محض ناکافی اور غیر مثبت مد علیہ اسوجہ سے کہ سلاطین عظام کے لڑکے اون کے امراء کے ہم سن دم عمر بچوں کے ساتھ پرورش کئے جاتے ہیں اور تعلیم و تربیت سیر و شکار میں ساتھ ہوتے ہیں۔ اس سے تو آفسنقر کی خاندانی وقعت اور بڑھ گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ آفسنقر کا یہ رسوخ دربار شاہی میں اتنی بڑھ بلکہ خاندانی تھا۔ اور اس نے سلطان ملک شاہ کے ساتھ اور امراء کے لڑکوں کی طرح تعلیم و تربیت و پرورش پائی تھی۔ باقی رہا اسکا نسب سلسلہ۔ اسکو اوس زمانہ کے مورخین نے ایسی تاریکی میں ڈال دیا ہے کہ جسکا دوشنبوں کے آگے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لیکن کتب تواریخ سے جہاں تک ہمکو معلوم ہو سکا ہے اسکو ہم بحسنہ ذیل میں راجع کئے دیتے ہیں۔

سلطان نور الدین محمود زنگی کا شجرہ نسب



آق سقر کے علوم و تربت پر اس کے عالی مرتبہ اور جلیل القدر ہونے پر علامہ ابن اثیر کی شہادت دیتا ہے۔ ومن الدلیل علی علوم و تربتہ تلقیہ قسیم الدولہ و کانت الالقاب حشید مصونة لا تقطع الاستحقاق ترجمہ اور منجملہ ابن

۱۵ ابن اثیر ایک ہی صدی میں یمن گزرے ہیں اور لطف یہ ہے کہ یہ یمنیوں بھائی تھے اور ہر ایک انہیں سے فاضل اجل تھا۔ پہلے ابن اثیر کا البوا السعادت مبارک نام ہے اور مجد الدین لقب ہے علم حدیث میں انکو یہ طولی حاصل تھا۔ ہنایہ اور جامع الاصول کے تصنیفات سے ہیں۔ دوسرے ابن اثیر ابون علی لقب یہ عز الدین ہیں تاریخ کامل کے یہی مؤلف ہیں انکو تاریخ اور انساب عرب میں بہت بڑا فضل تھا اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ اور تاریخ ایام اتابکہ حسین خاندان نوریہ کے مفصل و اختصار میں انہیں کے تالیفات سے ہیں ان دو لون ابن اثیر کا سلسلہ مقام موصل میں انتقال تیسرے ابن اثیر ابو الفتح نصر اللہ کے نام اور ضیاء الدین کے لقب سے مشہور ہیں۔ انتقال ۳۳۶ھ مقام بغداد میں ہوا۔

دلائل کے جو کہ اس کے عالی مرتبہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں یہ ہے کہ اسکو قیسم الدولہ کا لقب دیا گیا اور القاب اسوقت محفوظ تھے اس کے مستحقین کے سوا اور کسیکو نہیں دئے جاتے تھے۔ علاوہ اس کے غلام کیسا ہی اپنے آقل کے نظروں میں عزیز کیوں نہ ہو لیکن اسکو کوئی مورخ عالی مرتبہ نہ تحریر کرے گا خواہ اسکا مالک اسکو اعلیٰ سا اعلیٰ خطاب کیوں دیکے۔ ہمارے نزدیک آسنقر عالی خاندان۔ شریف۔ ملکشاہ کا ایک معزز حصہ تھا۔ معہذا ہیکو اس امر کے تسلیم کر لینے میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا کہ سلطان ملکشاہ نے آسنقر کو حکومت کی کرسی پر بیٹھا یا ہٹا اور اسی نے ابتداً اس کے چہرہ کو حکومت کے آبدار فالوئس میں رکھ کر عالم کو دکھایا یا ہٹا لیکن اس خیال سے آسنقر کو ملکشاہ کا غلام کہنا نہایت نا انصافی اور ناموزون ہے کیونکہ اسلامی دنیا میں ایسی صد سلطنتیں بھی جاتی ہیں کہ جس کے مورث اعلیٰ خاندان حکومت و سلطنت سے نہ تھے بلکہ بحیثیت معاشرت متوسطانہ زندگی بسر کر رہے تھے لیکن بعد چند سے زمانہ کے رفتار اور اونکی آئندہ اور جو دہلوں کے اقبال نے اس کے بانیوں کو حکومت و مملکداری کے رتبہ پر پہنچا کر شاہی خاندان میں شمار کر دیا جیسا کہ دنیا تاریخ کے سیر کرنے سے یہ امر بخوبی ثابت و ظاہر ہو سکتا ہے۔

آسنقر کی گورنری الحاصل آسنقر کی بیدار مغزی اور سیاست مملکداری کے آئین اور نظام الملک وزیر کے تحریک نے ملکشاہ کو اس امر پر اوہار دیا کہ اس نے شکام میں آسنقر کو حلب و حماہ کی گورنری دیدی اور اس کے دو برس بعد اوایل ۱۷۷۴ء میں آسنقر عراق میں سلطان ملکشاہ سے ملنے کو آیا ہوتا۔ سلطان اسکی لشکر کی آستنگی اور زرق و برق و ردیان اور چمکتے ہوئے ہتھیاروں اور مرتب فوج دیکھ کر بے حد محظوظ ہوا ہٹا اور جسوقت اس نے حلب کی سالانہ رپورٹ پیش کی اسوقت ملکشاہ نے اوہکا آسنقر کی پیشانی پر

بوسہ دیکر گلے لگا لیا اور بوقت مراجعت قیم الدولہ کا مغز خطاب اور ایک پیش
قیمت خلعت دیکر صوبہ جات بیچ اور لافقیہ کو بھی اسکی گورنری میں شامل کر دیا۔
۴ قسطنقر کی فتوحات

اس کے عالی دماغ میں جب سطح سیاست اور ملکداری کی ہوا
سہائی ہوئی تھی اسی طرح ملک گیری اور ناسوری کا بھی
خیال جما ہوا تھا۔ چنانچہ ۸۸۴ء میں اس نے شیراز پر حملہ کیا اور چلتے چلتے کابل
محاصرہ کے بعد اوس کے سرسبز میدانوں کو اپنے تیز گھوڑوں پر روندانا ہوا
حلب کو واپس آیا تھا اور اخیر ۸۸۳ء میں باہمی نزاعات کے وجہ سے حمص
کی طرف بڑھا تھا اور نہایت قلیل مدت میں بلا جدال و قتال بہ اسٹان امان
اور سیر قیسنہ حاصل کر کے مشرق ۸۸۳ء میں سلمہ فامیہ اور رجبہ پر جا اور اتر
اگرچہ بظاہر یہ دو لون قلعے فتح ہونے والے نہ تھے لیکن آفسنقر کی کوششوں
نے فامیہ اور رجبہ کو فتح کر دیا ان بلا دکن فتح ہونے سے آفسنقر کی گورنری
کی مالی اور ملکی حالت پچاس فیصدی ترقی کر گئی۔ اس کے بعد نہ تو اسکو
ترقی کرنے کا موقع ملا اور نہ گورنری کی گرسی پر بیٹھنا نصیب ہوا کیونکہ اس کے
محسن ملکشاہ سلجوقی کا اڑتیس برس چند مہینوں کی عمر میں پندرہویں شوال
۸۸۴ء میں انتقال ہو گیا۔

ملکشاہ کے بعد سلطان ملکشاہ کے مرنے پر اس کے دو لون نے ایک تکیا ر
اور محمد بن نزاع پیدا ہو گئی اور اس نزاع کے پیدا ہونے
سے تاج الدولہ نقش (ملکشاہ کا بھائی) ملک گیری کے
خیال سے اوتھہ کھڑا ہوا اور اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے کے

ملکشاہ کے بعد
آفسنقر کی حق
شناسی

ملہ رکن الدین تکیاروق (یا برکیاروق) سلطان ملکشاہ کا بڑا لڑکا تھا اور یہی اصفہان میں
رہتا تھا اور محمد (یا محمود) اوس سے چھوٹا تھا یہ وقت انتقال سلطان ملکشاہ چار برس ۴
(باقی صفحہ ۱۰)

غرض سے حلب کی طرف بڑھا۔ حلب۔ آف نقر کی گورزی میں تھا ابتداً بنظر مصلحت اس نے تاج الدولہ کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ ساتھ ہلا و شام میں بہر تارنگا کہی تو رجبہ اور نصیبین کے میدانوں میں خیمہ زن نظر آتا تھا اور کہی ابراہیم بن قریش بن بدران والی موصل سے لڑتا دکھائی دیتا تھا اور کھلے کھلے میا فارقین اور دیار بکر کی طرف بڑھتا ہوا سنا جاتا تھا غرض کہ ہر طرح سے اپنے نئے تاجدار تاج الدولہ کی اطاعت میں سسر گرئی ظاہر کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں اتفاق وقت سے آذربائیجان میں تاج الدولہ اور تکلیاروق کا باہم مقابلہ ہو گیا۔ زمانہ کی حالت اور مصلحت باوازی بلند یہ کہہ رہی تھی کہ ”آئندہ دنیا جو چاہے کہے لیکن موقع یہی ہے کہ تاج الدولہ کا ساتھ نہ چھوٹے۔ ملکی معاملات کی پیچیدگیوں کا یہی ہی اشارہ تھا“ اور مرحوم ملکشاہ کے احسانات اور انعامات دہی ہوئی دہی آواز سے یہ سچا رہے تھے کہ ”تکلیاروق کوئی غیر شخص نہیں ہے! ترے محسن قدیم (ملک شاہ) کا لڑکا ہے جسے تجھے حکومت کی کرسی پر

(یعنی لڑکھنؤ ۹) کہی مہینہ کا تہان دونوں پہاڑوں میں ترکان غلاتون (محمد کے مان) کیونکہ لڑائی ہوئی کیونکہ اس نے سلطان ملکشاہ کے موت کا اخفا کیا اور خلیفہ المقتدی باعراہد عباسی سے کہیں محمد کو تخت حکومت پر بیٹھا دیا اور چند آدمیوں کو تکلیاروق کے قید کر لینے کی غرض سے صہبان کو روانہ کیا لیکن جب سلطان ملکشاہ کے مرنے کی خبر فوراً مشہور ہو گئی اور نظام الملک کے جانا زون لے تکلیاروق کو تخت نشین کر کے اوس کے نام کا خطبہ اصغیان کے مساجد میں پڑھا اسی وقت سے بنائیا صحت ان دونوں میں ایسی محکم قائم ہو گئی کہ تقریباً بارہ برس تک دونوں پہاڑوں میں لڑائی ہوتی رہی تا آنکہ تکلیاروق کا انتقال ہو گیا۔

۳ تاج الدولہ ابوسعید قش بن البرسلان بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق بن قاق سلجوقی سلطان ملک شاہ کا بہائی تھا ماہ رمضان ۵۵۸ ھ میں پیدا ہوا اور ماہ فرستہ ۵۶۸ ھ میں عین لڑائی کے میدان میں قریب شہر رنے مارا گیا۔

بیٹھا یا ہے! اوس کے احسانات سے ترے سبکدوش ہونیکا بھی موقع ہے! حکومت باقی رہے یا نہ رہے مصلحت وقت چاہے جو کچھ ہو لیکن احسان فراموشی اچھی نہیں! خدا کو یہی حق فراموشی ناگوار ہے! حلب کی حکومت تجھے نصیب ہو یا نہ ہو! بلخ اور لاذقیہ کے امراء ترے نام کو عزت و توقیر سے یاد کریں یا نہ کریں۔ انکے اطراف و جوانب کے رہنے والے ترے رعب و داب سے ڈریں یا نہ ڈریں! لیکن دیکھنا اس موقع پر انائی سے کام لینا! ملکداری کے نشہ میں جو اس باختمہ نہو جانا! ایسا نہو کہ دنیا، اسلام میں کیا بلکہ تمام عالم میں تجھ کو احسان فراموش محسن کش کا نا پسندہ لقب دیا جائے! تنکیاروق وہی ہے جس کو کندھے پر چڑھائے پہر تاہتا اور جو ترے مخدوم و محسن کا نورِ نظر اور اوس کا یادگار ہے! کیا تو اوس کے مقابلہ میں تاج الدولہ تنش کا ساتھ دیکھا؟ حکومت کی طمع میں حق و ناحق نہیں سوجھ بڑتا ہا، اس سے تجھ کو کچھ بحث نہیں ہے کہ کون حق ہے اور کون ناحق ہے تیرا فرض یہ ہے کہ تو تنکیاروق کا ساتھ دے نہ کہ تاج الدولہ تنش کا۔۔۔۔۔۔“

آفسنقر تن تنہا اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا انہیں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ ناگاہ اس کے آنکھوں کے روبرو تنکیاروق کا نقشہ آگیا اور اوس نے اپنی سقتا طیسی قوت سے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا یہ بھی بے تاثر اپنے محسن زادہ کی خیالی تصویر کے ہمراہ مع اپنے ہمراہیوں کے تاج الدولہ کے لشکر گاہ سے اوٹھ کر تنکیاروق کے پاس پہنچ گیا آفسنقر کی علیحدگی سے تاج الدولہ کی قوت گھٹ گئی جس کے وجہ سے وہ بلا کسی مقابلہ کے ہزیمت اوٹھا کر واپس ہوا۔

تاج الدولہ کا حملہ اور آفسنقر کی شہادت

تاج الدولہ چونکہ ایک باغیرت آدمی تھا اور ساتھ ہی اوس کے ملک گیری کا بھی خیال اوس کے دماغ میں

سما یا ہوا تھا اسوجہ سے وہ دمشق پہنچ کر ایک مدت تک لشکر کی فراہمی کی کوشش کرتا رہا اور اسی اثنا میں اپنی مالی حالت بھی درست کرتا جاتا تھا لشکر دہلی کو جدید آلات حرب سے مسلح کرتا رہا جب تھوڑے دنوں میں اسکی مالی اور فوجی حالت درست ہو گئی اور اسکو اپنی قوت پر پورا بہرہ و سامان ہو گیا تو شروع ماہ جمادی الاول ۸۳۴ میں دمشق سے ایک کثیر التعداد فوج لئے ہوئے نکلا اور حلب کی طرف آفسنفر سے بدلہ لینے اور ملک گیری کے غرض سے بڑھا آفسنفر اور امیر بزان والی حران اسکے مقابلہ کی تیاری کرنے لگے سلطان کنالدین تکیاروق نے بھی امیر کرلوقا کو انکی حمایت کی غرض سے بھیجا جو قوت چھبیت کامل ہو گئی تو آفسنفر اور امیر بزان سمیت امیر کرلوقا کے حلب سے نکل کھڑے ہوئے قتل سلطان کے قریب نہر سبعین پر تاج الدولہ دمشق سے مقابلہ ہو گیا تاج الدولہ اس مقابلہ میں کامیابی ہوئی اور آفسنفر کا لشکر ہراک بھلا لیکر ہر برابر تاراج ہوا تاکہ گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا باقی رہے امیر بزان اور کرلوقا وہ ہراک کر حلب میں جا چسے مگر انکو حلب نے بھی پناہ نہ دی یہ دونوں پہاڑی تاج الدولہ کے پنجہ غضب میں گرفتار ہو گئے تاج الدولہ نے امیر بزان کو حران اور الرہا کی طرف اپنے خاص حراست میں روانہ کیا اس غرض سے کہ وہ حران اور الرہا کو اس کے سپرد کر دے لیکن اہل حران اور باشندگان حران نے امیر بزان کے کہنے پر التفات نہ کیا اسوجہ سے تاج الدولہ کے حکم سے اس کا لے آفسنفر کے قتل کا واقعہ اسطرح بیان کیا جاتا ہے کہ جو قوت سپہ گرفتار ہو کر تاج الدولہ کے روبرو پیش کیا گیا تاج الدولہ نے آفسنفر سے دریافت کیا کہ اگر تو چھپر قیاب ہو تا تو میرے ساتھ کیا کرتا اس نے کہا کہ میں تیرے قتل کا حکم دیتا تاج الدولہ یہ سنا کہ اب میں تیرے لئے یہی حکم دیتا ہوں۔ ابن اثیر۔

سہ ماٹ کر اہل حران کے پاس بھیجا گیا اہل حران یہ واقعہ دیکھ کر تہر گئے اور شہر کو مجبوراً اوس کے سپرد کر دیا۔ امیر کرکوکا کو ان واقعات میں کچھ حصہ ملا اور اوسکو کسی قسم کا جانے صدہ نہیں پہونچا یا گیا بلکہ جمہوں میں نظر بند کر دیا گیا۔

بغداد مصر اور عیسائی دنیا کی حالت

یہ وہ زمانہ تھا کہ اس سے پہلے اسی ۸۸۷ء میں روم محرم یوم شنبہ کو خلیفہ المقتدی بامر اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور بغداد کے تخت خلا پر خلیفہ المستظهر باللہ بیٹھا ہوا تھا سلطان برکیاروق کا نام خطبہ میں داخل کر کے رکن الدین کا مبارک لقب مل چکا تھا اور عز الملک اپنے باپ نظام الملک کی قایم مقامی کر رہا تھا مصر میں اس دولت کا رقیب خلیفہ المستضر باللہ برائے نام حکومت کر رہا تھا اسلامی سلاطین اور خلفاء آپس کی نزاع اور شبانہ روز کے جھگڑوں سے کمزور ہو رہے تھے کسی میں ایسی تاب نہیں باقی رہی تھی کہ وہ کسی آنے والے حریف کا مقابلہ کرنا یا اپنے ممالک محروسہ کی بخوبی حفاظت کرنا یا شولیم اسوقت تک مسلمانوں ہی کے قبضہ میں تھا اور اسی مصری خلیفہ کی وہاں حکومت تھی اسکی متعصبانہ رزوا اور بیجا حکومتوں اور زیادتیوں کی عیسائی عام طور سے شاکی تھے اور وہ اسے فح کرنے کی فکر کر رہے تھے۔ پیٹر ڈی ہرٹسٹ ایک خچر پر سوار صلیبے ہوئے

۱۰ پیٹر ڈی ہرٹسٹ ایک گناہ اور غیر معروف عیسائی ہے ۹۲ء مطابق ۸۸۷ء میں یرشولیم کا چکر لگے کو گیا تھا وہاں مسلمانوں کی حکومت دیکھ کر اذہر برا فروختہ ہوا اور یرشولیم کے بطریق سے ملکر روسیڈ کی تحریک کی بطریق نے کہا کہ ”جب تک یورپ کے عیسائی سلاطین کمر ہمت نہ باندھیں گے اسوقت تک یرشولیم ان دشمنانِ مسیح (مسلمانوں) کے قبضہ سے نہ چھٹ سکیگا اور نہ عیسائی دنیا کو ان کے ہاتھوں سے آسائش نصیب ہوگی“ پیٹر ہرٹسٹ اور ہٹھ کھڑا ہوا اور اوسکے طرف سے خطوط لیکر یورپ سے ملنے کو ابلی بھیجا اور اس نے پیٹر کی اس ہمت پر آفرین کی اور لکھ لگایا اور اوسکو یرشولیم کے چڑانے کی (باقی صفحہ میں)

یورپ کے شہروں میں پھر رہا تھا۔ یروشلم اور عیسائیوں کی مصیبتوں کو دل نشنگ
 صدر سے بیان کر رہا تھا تمام یورپ میں اوس کے وعظ کی مشہرت تھی یروشلم
 کے چھڑانے والوں کا ایک گروہ اس کے ہمراہ تھا اس کے چہنڈے کے بیچ تقریباً
 اسی ہزار یا ایک لاکھ کروسیڈر (صلیب کے لئے لڑنے والے) جمع تھے روبرو
 عیسائیوں کا جوش اور اتفاق بڑھتا جاتا تھا اور اور مسلمانوں کی قوت۔ نا اتفاقی
 اور طوائف الملوکی کیوجہ سے لحظہ بلحظ گہٹی جاتی تھی اسلامی دنیا کو ایک نئی طاقت
 کی سخت ضرورت تھی جو انکی اس بڑھتی ہوئی طاقت کا مقابلہ کرتا اور ان کو
 اس خوفناک ارادوں سے باز رکھتا اور مسلمانوں کو پہنچا کر کے ایک مجموعی
 اسلامی قوت بنا دیتا لیکن جس نئی طاقت کی بنیاد پڑ چکی تھی اور جس سے
 یہہ امید کجا سکتی تھی کہ یہہ ایک نہ ایک دن عیسائیوں کی قوت کو بہت کچھ
 نقصان پہنچائے گا اور سلام اور سلامیوں کی گئی ہوئی قوت کو پہنچا لے گا
 افسوس ہے کہ اوسیکامورث اعلیٰ (آفسنقری) ابھی آپ لوگوں کے روبرو
 تاج الدولہ کے ہاتھوں سے شہید کیا گیا ہے۔ آفسنقری سوا عماد الدین کے
 اور کوئی آل واولاد نہ تھی اسکی عمر اسوقت دس برس سے زیادہ نہ تھی اس کے
 خون سے ہی قتل کے جلا دسپاہی اپنی تلوار کو رنگنے والے تھے لیکن ایک سپاہی
 کے طع سے یہہ صاف بچ گیا اور یہہ اوسکو کچھ دیکر ہپاگ نکلا اور سلطان برکیاروق
 کے پاس پہنچ کر اس نے اپنی جان بچائی۔

تاج الدولہ اور برکیاروق تاج الدولہ قتل حران اور الر یا قبرضہ صل
 کر کے دیار جزیرہ کی طرف بڑھا اور دیار بحر و خلاط کو

ص (بتیہ نوٹ صفحہ ۱۳)۔ منادی کر نکلی اجازت دی۔ یہی پیر جنگ کامیلی کا بانی ہے یہہ اپنے خونریز ارادوں
 میں پوپ اربن ثانی کے حمایت بہت اچھی طرح کامیاب ورا یک عام خونریزی کا باعث ہوا۔

اپنے مقبوضات میں شامل کر کے آذربائیجان کی طرف چلا۔ سلطان برکیاروق
ان دونوں نصیبین میں تباہ و تشر کی روانگی سے مطلع ہو کر نصیبین سے نکلا۔ اور
دجلہ کو عبور کرتا ہوا اربل کی طرف گیا اور وہاں سے سرخاب بن بدر کے
شہروں سے گزر کر اپنے چچا متش کے فوج کے مقابلہ پر نوکوس کے فاصلہ جا بیٹھا۔
اس کے ہمراہ صرف ایک ہزار سپاہی تھے اور متش کی فوج میں پانچ ہزار منتخب آدمی تھے
متش کے مقدمہ نے جسکا افسر امیر یعقوب بن آبق تھا سلطان برکیاروق کے
قلب پر حملہ کیا فریقین میں شام تک برابر کی لڑائی ہوتی رہی شام کے آجائے
سے دونوں گروہوں کو آرام کرنے کا موقع مل گیا دوسرے دن سلطان برکیاروق
نے خود حملہ کر دیا۔ لیکن نہریمیت اس کے نام لکھی جا چکی تھی ابتدا ہی سے کچھ
ایسا رنگ بگڑ گیا کہ اسکا لشکر بے قابو ہو گیا شام ہونے کی نوبت نہ آئی تھی
کہ اس کے کل سپاہی میدان جنگ میں کام آگئے اور لڑائی کا کہیت فزونی
کے ہاتھ رہا بدرجہ نجبوری برکیاروق سعد امیر ابرق اور کشکین جانداز اور
بارق کے لڑائی کے میدان سے پسپا ہو کر بھاگا اور اصفہان کی طرف نہایت
تیزی سے قدم بڑھائے ہوئے چلا۔ تھوڑی دُور تک متش کے سپاہیوں نے
اسکا تعاقب کیا مگر رات کیوجہ سے واپس آئے متش نے کامیابی کے بعد
آذربائیجان اور اوس کے کل بلاد پر قبضہ حاصل کر لیا بعد ازاں ہمدان
کی طرف بڑھا۔ ان دونوں خیر الملک بن نظام الملک وزیر میں موجود تھا
اسکے قافلہ کو جسوقت یہ خراسان سے نکل کر سلطان برکیاروق کے پاس پہنچا
امیر قاج نے نوٹ لیا تھا یہ تنہا ہزار خرابی جان بچا کر ہمدان چلا آیا تھا۔
متش نے پہلے اسکو قتل کرنے کے ارادہ سے گرفتار کر لیا لیکن امیر باغیسلمان
کی سفارش سے اپنے اس خیال سے باز آیا اور اپنے دربار میں عہدہ وزارت

اسکو ممتاز کر کے جذبہ پیش پیا تھا لے دیکر بغداد کی طرف روانہ کیا اس غرض سے کہ اسکا نام خطبہ میں داخل کر لیا جائے خلیفہ المستظهر بالله نے یہہ واقعات سنکر تشش کی درخواست کو منظور کر لیا اور خطبہ میں تشش کا نام داخل کئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

برکیاروق کا عروج	سلطان برکیاروق بہزار دقت اپنے مخالفین سے بچتا ہوا
اور تاج الدولہ کا	اصفہان کے قریب پہونچا۔ اسکے پہونچنے سے پہلے تاج
ادبار و قتل	خاتون (محمود کی حقیقی اور سکی سوتیلی ماں) انتقال کر چکی

تھی۔ اہل اصفہان نے اسکی آمد کی خبر سنکر شہر پناہ کے دروازہ بند کر لئے ایک ہفتہ تک یہہ اوسی پریشانی کے حالت میں اصفہان کے باہر ٹھارہ۔ بعد ازاں اہل اصفہان نے اسکو گرفتار کر لینے کی غرض سے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور اسکا بہائی ملک محمود بظاہر استقبال کے لئے اور درحقیقت گرفتار کر لینے کے غرض سے اصفہان سے باہر آیا اور سلطان برکیاروق کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اتفاق وقت سے ملک محمود بعارضہ تپ مبتلا ہو گیا اور تپ کے تیسرے روز چیچک نکل آئی۔ اہل اصفہان سلطان برکیاروق کے قتل کی فکر میں کرنے لگے اور اپنے اس خیال کے پورا کرنے کو سلطان برکیاروق کی ہفت اندام کی فصد لینے پر آمادہ ہو گئے مگر امین الدولہ ابن التلمیذ طبیب نے انکو اس فعل سے باز رکھا۔ اور یہہ کہا کہ ”ملک محمود چیچک میں مبتلا ہے اسکے صحت کی بظاہر کوئی امید نہیں پائی جاتی برکیاروق کے قتل میں عجلت نہ کرو وہ تمہارے ہی قبضہ و اختیار میں ہے اگر ملک محمود صحیح و تندرست ہو گیا تو تم برکیاروق کو پہرہ قتل کئے ہو

لے ہفت اندام ایک شریان ہے جسکو نہر البدن بھی کہتے ہیں اس رگ کے فصد لینے سے اگر خون بند نہ کیا جائے تو فرط استفراغ سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔

اور اگر وہ خدا نخواستہ انتقال کر گیا تو برکیاروق کے قتل کے بعد کس کو اپنا حاکم بناؤ
 کیا تم یہ پسند کر سکتے ہو کہ محمود کے جگہ پر برکیاروق اوسکا سوتیلا بہائی نہ بیٹھے بلکہ
 تاج الدولہ جو تمہارے خون کا پیاسا ہے وہ تمہارا وراثتہ ملکہ پر قبضہ حاصل
 کرے۔ اہل صفہان یہ سنکر دم بخود ہو گئے اور اس کے دوسرے یاتیسے روز
 ۳۰۔ سوال ۳۰ کو ملک محمود کا انتقال ہو گیا۔ اصفہان والوں نے برکیاروق کو
 بجائے محمود کے سرِ خلافت پر بیٹھایا۔ بعد چندے یہ خود علیٰ ہو گیا۔ اس کے
 عدالت کی خبر پا کر تاج الدولہ۔ اصفہان کی طرف بڑھا۔ لیکن والی جرباذقان نے
 اسکو دعوت کے بہانے سے روک لیا اور خود شب کی وقت چپکرا اصفہان میں آیا
 قتلش کو اس حال کی خبر ہو گئی اوس نے اسی وقت جرباذقان کو لوٹ لیا اور ان
 سے روانہ ہو کر رے پہونچا اہل اصفہان۔ سلطان برکیاروق کی عدالت کیوجہ سے
 تاج الدولہ کو بطلانِ تحلیل ٹالتے رہے اور وہ ان کو کبھی دیکھی دیتا تھا اور کبھی اپنے
 انعام و اکرام کا امیدوار بناتا ہوتا تاکہ برکیاروق کو صحت ہو گئی اور اسلئے تاج الدولہ
 اس کے وزیر موید الملک نے خط و کتابت کر کے اُمراء عراقین اور خراسان کو اپنا
 ہمدرد بنا لیا اوسوقت اُمراء خراسان نے قتلش کے آخری خطے کے جواب میں صرف
 لیس ہینا غیر السیف (ہم میں سوائے تلوار کے اور کوئی چیز نہیں ہے) لکھ بھیجا اور
 سلطان برکیاروق کے ہمراہ ٹھکر حبوق جرباذقان کے قریب پہونچے ہر چار طرف
 سے اُمراء و نوابین نے فوجیں بھیجی شروع کر دیں۔ رے کے قریب پہونچتے پہونچتے
 برکیاروق کے پاس تیس ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ قتلش یہ سنکر طیش میں آ گیا
 اور اوس نے رے سے ٹھکر برکیاروق کا مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں کچھ سیاتفاق
 ہوا کہ قتلش کا لشکر معرکہ جنگ سے بہاگ نکلا اور قتلش الیلا گرفتار کر لیا گیا اور
 اویسی مقام پر آقسنقر کے کسی مصاحب نے اسکو مار کر اپنے آقلے کے خون کا بدلہ لے لیا۔

اس کے بعد سلطان برکیاروق بلاخر اجمت غیرے حکومت کرنے لگا نہ اسکو پہر
چچکے حملوں کا کہنٹا رہا اور نہ سوتیلے مان اور بہائی کا اندیشہ رہا۔

امیر کرلوقا کی تاج الدولہ قشش کے مارے جانے کے بعد اسکا لڑکا ملک رضوان
ازاد سی اور حلب کا حاکم ہوا اور سلطان برکیاروق کی سفارش سے
شہید اتابک امیر کرلوقا اور اسکا بہائی التوتاش قید سے رہا کر دیا گیا۔
کی پہلی کامیابی امیر کرلوقا قید سے آزاد ہو کر اپنے محسن سلطان برکیاروق کی
ماتحتی میں ملک گیری اور اتفاق پیدا کرنے کے خیال سے حران کی طرف بڑھا۔

پہلے اسے گولیا بعد اس کے موصل پر جا پہنچا اور علی بن شرف الدولہ عقیلی کو
موصل سے نکال کر کے خود اسپر قابض ہو گیا۔ اسی زمانہ میں ماروین کو بھی اس نے
فتح کر لیا۔ اور جب اکوان بلا دپر قبضہ مل گیا اور ایک گونہ اطمینان کی صورت کہلادی
تو اس نے سلطان برکیاروق سے اجازت لیکر ابوجود عماد الدین اتابک شہید گل کو
اپنے پاس بلا لیا اور اسکی تعلیم و تربیت کا محفل انتظام کر کے اسکو جاگیر میں
اسیوقت سے شہید اتابک کی ترقیات اور نمایان کارناموں کا زمانہ شروع
ہوتا ہے۔

جنگ آمد میں شہید اتابک جس لڑائی میں شریک ہوا وہ آمد
اتابک کی جرات کی لڑائی تھی اس لڑائی میں پورے لشکر کا افسر اعلیٰ
توام الدولہ امیر کرلوقا تھا اور شہید اتابک اسکی ماتحتی میں لشکر کے ایک حصہ
زمینہ کا کمان کر رہا تھا۔ امیر کرلوقا نے فریق مخالف پر حملہ کیا وہ پیچھے ہٹے
تو یہ اون کے نقاب میں اسقدر بڑھ گیا کہ اپنے بقیہ لشکر سے بالکل جدا ہو گیا۔
مخالفین نے اسکو اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ اور ا دن کے نیزوں اور تلواروں نے چاروں
طرف سے گھیر لیا۔ شہید اتابک نے فوراً حملہ کر دیا۔ یہ یہی کام تھا کہ اس نے

قلعہ آمد کی فیصلوں کو اپنے آہنی اور پُر زور پنجوں سے توڑ پھوڑ ڈالا اور امیر کو بوقا کو محاصرہ سے نکال لایا۔ اس واقعہ سے شہید اتابک کی عزت امیر کو بوقا کی نگہبین دو چند تہ چند بڑھ گئی۔ سلطان بر کیا روق بھی اس کو توقیر و محبت کی نظروں سے دیکھنے لگا۔

۴۹۲ء میں امیر کو بوقا۔ شہید اتابک کو سلطان بر کیا روق کے پاس چھوڑ کر باجارت سلطان۔ آذربائیجان کی طرف چلا گیا اور اوس کے اکثر بلاد پر قبضہ حاصل کر کے جموقت ماہ ذیقعدہ ۴۹۵ء میں واپس آ رہا تھا مقام خولے میں

امیر کو بوقا کا
انتقال سنقرجہ
اور موسیٰ کے
واقعات

پہونچ کر علیل ہو گیا تیرہ روز بیمار رہ کر چودہویں روز سنقرجہ کے حق میں وصیت کر کے انتقال کر گیا۔ سنقرجہ اوس کا لشکر لئے ہوئے موصل میں پہونچا۔ اس کے موصل میں پہونچنے کے چوتھے روز موسیٰ ترکمانی کی آمد کی خبر مشہور ہوئی۔

سنقرجہ اس کے استقبال کو موصل سے باہر آیا دونوں نے ایک دوسرے سے معاف کیا۔ اور امیر کو بوقا کے انتقال پر افسوس کرنے رہے اتنا کلام میں خدا جانے کیا اتفاق پیش آیا کہ سنقرجہ نے موسیٰ پر تلوار چلائی۔ موسیٰ زخمی ہو زمین پر گرا اور منصور ابن مردان (موسیٰ کا مصاحب) نے سنقرجہ کو ایک سیس چھری ماری کہ وہ اسی مقام پر ٹہنڈا ہو گیا۔ موسیٰ ترکمانی اسی حالت میں موصل اوٹھا لایا گیا جب دوسرے روز اس کو ہوش ہوا تو وہ سنقرجہ

کے آدمیوں کو موصل سے نکلوا کر خود اوس پر قابض ہو گیا۔ شمس الدولہ جگرش دالی جزیرہ ابن عمر یہ خبر یا کر نصیبین پر چڑھ آیا۔ اہل نصیبین نے بے یار و مدد ہونے کی وجہ سے بصلح و امان شہر جگرش کے سپرد کر دیا۔ جگرش نصیبین پر قبضہ حاصل کر لینے کے بعد جزیرہ کی طرف بڑھا موسیٰ ترکمانی نے اوس کا آگے بڑھ کر جزیرہ تلوار

استقبال کیا اثناء جنگ میں موسیٰ کی فوج چکرش سے مل گئی۔ اسوجہ سے موسیٰ بہت
 پا کر موصل کو واپس آیا چکرش نے اوسکا تعاقب کیا اور ایک مدت تک اوسکا
 محاصرہ کئے رہا۔ موسیٰ نے طول حصار سے تنگ آکر امیر سقمان بن ارتق سے امداد
 چاہی اور اوسکو اس امداد کے بدلے حصن کیفا اور دس ہزار دینار دیے کا وعدہ کیا
 مگر سقمان کے آنے سے پہلے چکرش محاصرہ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ موسیٰ۔ امیر سقمان کو
 آتے ہوئے سنکر موصل سے نکلا جسوقت مقام کرانا میں پہنچا چند غلاموں نے
 اسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ موسیٰ اسی مقام میں ایک ٹیلہ پر دفن کر دیا گیا اسکے
 ہمراہی موصل میں واپس آئے اور امیر سقمان نے موصل سے اعراض کر کے حصن کیفا پر
 قبضہ کر لیا۔ امیر سقمان کے چلے جانے کے بعد چکرش نے پھر موصل پر حملہ کیا اور اس
 حملہ میں چند دوزن کے محاصرہ کے بعد اس نے موصل پر قبضہ حاصل کر لیا۔

تاریخی حادثات انہیں واقعات کے اثناء میں دنیا وی اسٹیج پر بہت سی
 تبدیلیاں واقع ہو گئیں بہتیں علوی مصری دار الخلافت میں خلیفہ المستعلی باللہ
 ابو القاسم احمد بن محمد المستنصر باللہ سات برس دو مہینے خلافت کر کے سترہویں
 صفر ۶۹۹ھ کو انتقال کر چکا تھا اور اس کے جگہ پر ابو علی المنصور ملقب بہ آمر
 باحکام اللہ سر خلافت بر حکومت کر رہا تھا۔ یہ سدرجہ کم عمر تھا کہ تنہا گھوڑے پر
 بہنیں بیٹھ سکتا تھا مصری خلافت بید ضعیف ہو گئی تھی اسکے قوسے کی قوت تقریباً
 بالکل سلب ہو گئی تھی تاہم ساحل پر اپنی کہوئی طاقت کے سبب نہ لسنے کے میں مصروف
 تھی مسلمانوں میں ایسی طاقت موجود نہ تھی جو اسلامی حکمرانوں کا مرکز بن سکتی۔
 عیسائیوں کو اسوجہ سے اپنی ترقی کرنے کا بہت اچھا موقع مل گیا تھا۔ یروشلم کو اس کے
 اہل یروشلم بیت المقدس کو کہتے ہیں اس کے فتح کیوقت عیسائیوں نے با اتفاق مورخین مشرقی
 اور لاطینی ستر ہزار مسلمانوں کو بھیجا تھا یہ تعداد تو ادا نہ ہوئی تھی ہے (مذہبی مورخین)

تقریباً تین برس پہلے فتح کو کے مسلمانوں کے خوزیری سے اپنے دل کے پیچھے توڑ چکے
 تھے اس مقدس شہر میں بالڈون۔ سابق بادشاہ یروشلم گاڈفری کا چھوٹا بیٹا
 حکومت کر رہا تھا۔ یونانیوں نے اوانا۔ ممترا۔ طرسوس پر قبضہ کر لیا تھا اور شکرڈ
 ایڈیسہ (اعزاز) اور الظاکیہ دونوں کا مالک تھا۔ اکثر مالک اسلامیہ برعسائیوں کا
 قبضہ تھا۔ بظاہر ان کے دماغ سے کروسیڈ کا جنون کم ہو گیا تھا لیکن حقیقت
 ملک گیری کی ہوس اس میں سمائی ہوئی تھی۔ سلطان برکیاروق اور سلطان
 محمد میں لڑائیوں کا سلسلہ منقطع ہو کر آپس میں صلح ہو گئی تھی اور ان دونوں نے
 اپنی پناہ و برباد شدہ وراثت کو تقسیم کر لیا تھا۔ ملک رضوان حلب میں اور
 اوسکا ہیتجا تختیں دمشق میں حکومت کر رہا تھا۔ جامع بغداد میں خلیفہ المستظهر
 کے نام کا خطبہ پڑھا جا رہا تھا۔ عیسائیوں کی یوگافو مارتی اور ملک گیری نے ایبر
 سقان اور چکر مش میں اتفاق پیدا کر دیا تھا۔ اسی زمانہ میں ان دونوں امیروں
 نے باتفاق۔ حران کے باہر عیسائیوں سے مقابلہ کیا۔ اس واقعہ میں امیر سقان
 کے ساتھ سات ہزار ترکمان اور چکر مش کے ہمراہ تین ہزار سواجین کچھ عربی اور
 ترکی اور باقی کر دی تھے۔ ان کے فزوق مخالف (عیسائی لشکر) کی تعداد چار
 بیان کی جاتی ہے بالڈون دوم (جو آئندہ یروشلم کا بادشاہ ہوگا) اور جو سلف عالم
 طبر یاس اور بومہنڈ نامی نامی امراے ملت مسیحیہ اس لشکر کی افسر کر رہے
 تھے۔ یہ لڑائی نہایت سخت اور خوفناک تھی تین روز تک برابر جنگ کا بازار
 گرم رہا۔ چوتھے روز عیسائی لشکر کو نہر میت ہوئی۔ بالڈون اور جو سلف
 کر لئے گئے۔ اور بومہنڈ اور اوسکا ہیتجا ہباگ کراڈیسہ پہنچے جہاں پر

(لقبہ نوٹ صفحہ ۲۰) جو روز واقعہ شہید ہوئے علاوہ انکے ایک ہفتہ تک برابر عام ہوتا رہا تھا
 مسجد اور اسکے صحن میں لمان مقتول کا خون گہور گہنٹوں تک پہنچ گیا تھا۔

عیسائیوں نے شکر ڈکواپنا امیر بنا رکھا تھا۔

سلطان محمد اس کامیابی کے بعد چکر مش اور سلطان محمد سے جنگی اور خوب
موصل میں چلی اس لڑائی کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مصاحت

کے بعد سلطان برکیاروق اصفہان کی طرف چلا گیا اور
سلطان محمد حیدر دِلون تبریز میں پھرا رہا جس وقت اس کے اُمراء و اراکین نے
اصفہان سے آگے اس نئے مراغہ کی طرف کوچ کیا پہر و مان سے بارادہ موصل۔

اربل کی طرف بڑھا۔ چکر مش کو جب اس نقل و حرکت کی اطلاع ہوئی تو اسے
موصل کی فصیلوں کو از سر نو درست کر کے شہر پناہ کا بخودی انتظام کر لیا۔ اور
سلطان محمد کو موصل میں داخل نہ ہونے دیا۔ سلطان محمد نے صلح نامہ دیکھ کر

موصل اور بلاد جزیرہ پر قبضہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور آخریں یہ بھی
کہلا بھیجا کہ اگر چکر مش میری حکومت تسلیم کر لے گا تو میں اس کو اپنی طرف سے
موصل کی گورنری پر قائم رکھوں گا۔ چکر مش نے اس کا یہ جواب دیا کہ میرے

پاس بعد مصاحت سلطان برکیاروق کا کوئی فرمان نہیں آیا جس کے رُوسے
میں آپ کو موصل پر قبضہ دیدون اسوجہ سے میں طول محاصرہ یا لڑائی سے
ڈر کر شہر کو بے اوس کے محافظوں اور مددگاروں کے نہیں چھوڑ سکتا۔ سلطان

محمد یہ سن کر سخت برہم ہوا اور اسی وقت اوس نے موصل کو پورے طور سے
محاصرہ کر کے حملے کے شروع کر دیے اور چکر مش شہر پناہ کے فصیلوں سے برابر
جواب دیتے پر آمادہ ہو گیا۔ ایک مدت تک تو اسی طرح کی لڑائی ہوتی رہی کہ

چکر مش اندر سے اور سلطان محمد باہر سے ایک دوسرے پر حملہ کرتے رہے لیکن بعد
چندے چکر مش شہر پناہ کا دروازہ کھٹو کھٹل آیا اور کچلے میدان لڑائی لڑنے لگا
بیسویں ربیع الثانی سے دسویں جمادی الاول تک یہ لڑائی بڑے زور و شور سے

جاری رہی۔ اسی اثنا میں سلطان برکیاروق کے مرنے کی خبر مشہور ہوئی جس سے چکر مش کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اسکی رہی بھی قوت جاتی رہی۔ اوس نے اہل شہر اور اراکین دولت کو ایک جلسہ خاص میں جمع کر کے پہلے سلطان برکیاروق کے انتقال پر افسوس ظاہر کیا بعد ازاں سلطان محمد لڑائی کے بارے میں مشورہ طلب کیا اہل شہر نے نہایت سچائی سے ایک زبان ہو کر کہہ دیا "اموالنا وارواحنا بین یدیک وانت اعرف لبشاک" (ہمارے مال اور ہماری جانیں تیرے روبرو ہیں اور تو اپنے حالات کو خوب سمجھ سکتا ہے) چکر مش پہ پہ سنکر تھوڑی دیر تک خاموش رہا بعدہ امراء لشکر کی طرف مخاطب ہوا افسر ان لشکر نے پہلے رائے ظاہر کی کہ جب تک سلطان گیارہ زندہ تھا اسوقت تک ہم کو نہ کسی کچھ خوف تھا اور نہ کسی سے ہم کو مغلوب ہونیکا اندیشہ تھا اب چونکہ سلطان کا انتقال ہو گیا ہے سوائے سلطان محمد کے اب ہمارا اور کون بادشاہ ہو سکتا ہے قرین مصلحت یہی ہے کہ اسکی اطاعت قبول کر لیجائے "چکر مش نے اس رائے سے اتفاق کر لیا اور دوسرے روز وزیر سعد الملک کے ہمراہ سلطان محمد کے پاس گیا اور اپنی گستاخیوں کی معافی چاہی سلطان محمد نے چکر مش کو گلے سے لگا لیا اور حکومت موصل پر بحال رکھا۔

شہید اتابک کی خانہ آبادی

سلطان برکیاروق کے انتقال کے بعد شہید اتابک کی حالت کس قدر فقیم ہوتی نظر آتی تھی کیونکہ اس کے نامور پدراقسنقر کے اہل مراسم تقریباً کل مر چکے تھے اور جو باقی تھے انکو آئے دن کے جھگڑوں سے دم بہر کو فرصت نہ ملتی تھی صرف ایک چکر مش ایسا تھا کہ جبکو بظاہر ان دنوں لڑائی جھگڑے سے فراغت

ملگئی تھی۔ اوس نے بعد مصالحت شہید اٹابک کو اپنے پاس بلالیا اور اپنے
 لڑکے ناصر الدین کی لڑکی سے اسکا نکاح کر دیا۔ اور تھوڑی ہی سی جاگیر پہنچی
جاوولی موصل میں شہنشاہ جہری بن سلطان محمد اور چکر مش سے پہنچا
 ہو گئی اور اوس نے اسی وجہ سے چکر مش کی سرکوبی کے لئے موصل پر جاوولی
 کو امیر کر کے بھیجا۔ پہلے اس نے بوازیر پر حملہ کر کے اوسکو تخت و تاراج کیا بعد
 اس کے اربل کی طرف بڑھا۔ چکر مش اس واقعہ سے مطلع ہو کر دو ہزار سوار لے
 دجلہ کے سرقی جانب سے عبور کر کے جاوولی کے مقابلہ پر آگیا۔ جاوولی نے چکر
 کے قلب پر حملہ کیا چکر مش کا لشکر بھاگ نکلا اور وہ خود گرفتار کر لیا لیا اس کے
 منہزم لشکر نے موصل میں پہنچ کر دم لیا اور بمشورہ اون فوجوں کے جن کو
 چکر مش نے اطراف و جوانب سے لڑائی کے لئے طلب کیا تھا اس کے گیارہ لاکھ
 لڑکے کو تخت حکومت پر بیٹھا دیا اور قلیچ ارسلان سے امداد طلب کی۔ وہ انکے
 امداد کو آیا لیکن جاوولی سے شکست کھا کر اڑے پاؤں واپس چلا گیا اور جولی
 مستقل طور سے موصل کی حکومت کرنے لگا۔ شہید اٹابک ان کل واقعات
 میں شریک نہیں رہا اور نہ وہ ان دنوں موصل میں موجود تھا وہ پہلے ہی
 سلطان محمد کی مخالفت کا مخالف تھا۔

جاوولی شکست کھا کر جاوولی نے حکومت موصل کی پاتے ہی کچھ عیسائی
 عیسائیوں نے ملک اختیار کر لیں کہ جس سے سلطان محمد کو اس سے

۱۷ اس نامانی کی وجہ بعض مورخین یہ بتلاتے ہیں کہ چکر مش نے سلطان محمد کو کب قدر سالا
 بطور خراج کے دینے کہا اور بعد چند دنوں کے نہ دیا اور بعض یہ بیان کرتے ہیں کہ جب کو صلیبی
 نے لڑائی کے لائق نہ کہا اور ملک ضوان نے اسکی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے واسطے سازش
 شروع کی تو سلطان محمد نے جاوولی شقاو کو موصل کا امیر کر کے بھیجا۔

بدظنی کا موقع مل گیا اور اس نے اپنی کامیابی کے نشہ میں اسکا کچھ خیال نہ کیا سلطان محمد نے دوسرے سال ماہ صفر ۷۵۷ھ میں اپنے بہائی مودود کو ایک لشکر جبار کے ہمراہ موصل کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اس مہم میں خود جادلی کا ہتھیار مسعود اور شہزاد زنگی بھی تھا مودود نے موصل میں پہونچ کر جادلی کو شکست دی یہ بہاگ کر امیر ابلغاری بن ارتق والی ماروین کے پاس چلا گیا اسکی بیوی اس کے روانگی کے آٹھویں روز باجارت مودود اپنے بہائی برسیق ابن برسیق کے بیان علی گئی امیر ابلغاری ظاہر اجادلی سے ملا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ سبھا کی طرف اور پہر وہاں سے الرحبہ میں جا پہونچا جب یہاں بھی اوس نے امن کی صورت نہ دیکھی تو عراق بان کو چلا گیا امیر ابلغاری آنکھیں بجا کر اسی مقام سے لوٹ کھڑا ہوا۔ جادلی نے عیسائیوں سے سازش کر کے بالڈولانہ رجوسلن جو اس کے قید میں تھے اور ان سے اعانت و مدد کا وعدہ لیکر چھوڑ دیا ان دنوں دشمنان اسلام کے چھوٹے ہی پہر اوہنین لڑائیوں کا سامنا ہو گیا اور دفعۃً کروسید کی آگ جو درحقیقت ملک گیری کی ہوس تھی بڑک اوٹھی اور ہر سے مودود سلامی لشکر لئے ہوئے اسلامی ممالک سے ٹکرا آئے بڑبا اور اودہر سے عیسائی فوجیں خم ٹھونک ٹھونک کر میدان میں آجئیں۔ زنگی کو ان لڑائیوں نے ناموری پیدا کرنے کا اچھا موقع دے رکھا تھا اوس نے خوب خوب انگلی و شجاعت ظاہر کی۔ طبر یا س کی لڑائی میں بھی شامل تھا اگر باکو بھی اسی کے قومی اور پُر زور و بخون نے دھمکی دی تھی۔ بلا دشمنستان میں عیسائیوں نے اسکو گھیر لیا تھا لیکن یہ اپنی خدا داد شجاعت کے بدولت اوس سرکے صاف نکل آیا۔

حکومت موصل اس کے بعد امیر مودود جامع دمشق میں ایک حشاشہ کئے

ہاتھ شہید کیا گیا اور بعضے یہہ تخریر کرتے ہیں کہ امیر طغٹکین نے اسکو قتل کر لیا تھا
 بہر کیف اس کے قتل سے شہید اتابک کے ناموری پیدا کرنے کا میدان تنگ ہو گیا
 اور یہہ کل مواقع اس کے ہاتھ سے نکل گئے کیونکہ سلطان محمد نے بعد قتل
 امیر مودود اس کے لڑکے ملک مسعود کو موصل کی حکومت دی اور امیر جوش
 بک کو اوسکا اتالیق مقرر کیا اور زرنگی کو اس کے ماتحتی میں روانہ کیا بعد چند
 ۱۱۴۲ھ میں ملک مسعود باشارہ و تخریک امیر جوش بک سلطان محمود سے باغی
 ہو گیا گو شہید اتابک اس رائے کا بالکل مخالف تھا لیکن اوسکی مخالفت اچھوتوں
 تک کے مقابلہ میں کیا اثر پیدا کر سکتی تھی۔ ملک مسعود اور سلطان محمود میں لڑائی
 شروع ہو گئی جسکا آخری نتیجہ یہہ ہوا کہ ملک مسعود کو نہریت ہوئی اور وہ اس کا
 خواستگار ہوا۔ سلطان محمود نے اوسکی التجا قبول کر لی لیکن اسکو حکومت موصل
 سے علیحدہ کر کے آفسنقر برستی کو اوسکا گورنر مقرر کیا اور شہید اتابک کو اوس کی
 ماتحتی میں کام کرنے کو کہا۔ شہید اتابک کی یہہ خوش قسمتی تھی کہ اوسکو آفسنقر برستی
 کی ہمراہی میں دوبارہ ناموری پیدا کرنے کے مواقع حاصل ہوئے چنانچہ اوس
 زمانہ میں سمیسا ط کو اسی نے ویران و برباد کیا۔ بلاد سروج میں اربن اور
 فراسی اسی کی تیز تلواریں نذر ہوئے۔ امیر دیس بن صدقہ اور برستی میں
 جن دلوں جل رہی تھی اوس میں ہی یہہ باوجودیکہ برستی کے ہمراہیوں میں تھا
 خلیفہ اور سلطان کے نظروں میں محبوب اور مقبول رہا۔

شہید اتابک کا
 زمانہ حکومت
 اوسکی اہنیں شایستگی اور پسندیدہ چالوں سے ۱۱۴۶ھ
 میں شہر وسط اسکو جاگیر میں دیا گیا اور بعد کی شنگیہ
 (نیا بت) اسکے سپرد کی گئی۔ تھوڑے دلوں کے بعد برستی نے سلطان محمود سے

سلطان محمود سلطان محمد بن ملک شاہ کا لڑکا ہے اور اوس کے انتقال کے بعد ۱۱۴۸ھ میں تخت حکومت پر بیٹھا۔

شہید انا بک کو موصل پہنچانے کی درخواست کی مگر شہید انا بک کو یہ امر منظور نہ ہوا کہ
 کبھی وہ امیر موصل کی ماتحتی میں کام کرے اور کبھی جزیرہ اور عراق کے حاکم کے
 زیر نگرانی انتظام میں مصروف ہوا اسوجہ سے وہ موصل جانے سے انکار کر کے بجائے
 اپنے مرحوم باپ کے سلطان کے تخت کے دائیں جانب کھڑا ہونے لگا۔ بعد ازاں
 ۱۲۵۴ء میں کو بہر ای سلطان محمود بغداد جانا پڑا۔ یاوری بخت سے مراجعت
 کیوقت اسکو بغداد اور عراق کی نیابت دی گئی۔ ایک برس تک وہ اس عہدہ کا
 کمال حسن و خوبی سے کام انجام دیتا رہا۔ ۱۲۵۶ء مطابق ۱۲۵۷ء میں کو موصل
 کی گورنری مرحمت ہوئی جبکہ عبدالدین بریقی انتقال کر چکا ہوتا اور بجائے اوس کے
 اوسکا کم عمر لڑکا زیر نگرانی جاو لی بریقی حاکم موصل مقرر ہوا تھا۔ چونکہ قاضی
 بہاء الدین ابوالحسن علی شہزوری اور صلاح الدین محمد جاو لی کی تولیت سے
 رضا مند نہ تھے اسوجہ سے انہوں نے سلطان محمود کے دربار میں حاضر ہو کر
 یہ ظاہر کیا کہ جب تک بریقی زندہ ہوتا اسوقت تک موصل کو عیسائیوں کے
 حملوں کا کچھ اندیشہ نہ ہوتا لیکن اب اوس کے انتقال کے بعد اوسکا لڑکا امیر
 موصل ہوا ہے۔ اوس کے کم سن کیوجہ سے عیسائی بڑھتے دکھائی دیتے ہیں سلطان
 نے اعیان دربار سے اجازت موصل کے لئے امیر منتخب کرنے کو کہا۔ اوس پر
 نے باتفاق رائے ابوالجود عماد الدین زنگی ہی کو امارت موصل کیلئے منتخب کیا۔
 شہید انا بک کے ملک گیری کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔
 ملک شام اور بلاد ساحل بریسیائیوں کا استیلا اس کے آنکھوں میں کانٹا سا کہنک
 رہا تھا مگر اسلامی حکومتوں کی قوت بالکل فنا ہو چکی تھی۔ خانہ جنگیوں نے اوکی
 طاقت کو منتشر کر رکھا تھا آئے دن ایک دوسرے سے دستگیریاں ہو رہی تھیں
 ہو گئے تھے اور عیسائی حکومت ہر طرف وسیع اور مضبوط ہوتی دکھائی دیتی تھی۔

مار دین اور تختستان سے عربیش مصر تک انکی سلطنت پہیلی ہوئی تھی۔ صرت
 حلب۔ حمص۔ حماہ۔ دمشق چار اسلامی صوبے چار نعلون کی طرح درمیان میں قی
 رہ گئے تھے جو ایک نہ ایک انکے متناؤن اور خو خوار اور دشکار گاہ بنے والے تھے۔
 دیار بکر سے آمد تک اور جزیرہ سے نصیبین و راس العین تک انکی ظالمانہ
 حملوں سے اثر پذیر ہو رہا تھا اہل رقبہ اور حران ان کے نابردداشتی ظلم کے ماتھوں
 نزع کی حالت میں تھے۔ دمشق کی سڑکین۔ ویران ہو رہی تھیں تجارت کا دروازہ
 بند ہو گیا تھا انکا جو رول تعدی اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ یہہ اکثر ان اسلامی شہروں سے
 خراج لینے پہتے جو ان کے مالک مقبوضہ سے ملے ہوئے ہتے۔ تاکہ وہ انکی اذیت
 کے ماتھوں سے محفوظ رہیں۔ دمشق پر یہی انکی اس بیجا کارروائیوں کا اثر پڑا تھا
 اہل حلب سے نصف اعمال حلیت لیا تھا۔ شہر سے بیس قدم ہٹ کر انہیں کی
 کامیابی کا سکہ چل رہا تھا۔ غرض کہ اسلامی اہل اہل کی نا اتفاقی اور باہمی نزاعات نے
 عیسائیوں کو یورپ سے ایشیا میں بکالیا تھا اور انکی ہوسوں اور متناؤن کا
 اپنے کو جولا نگاہ بنا رکھا تھا وہ ہر وقت وہر لحظہ اسلامی دنیا کے خالفیت پر
 کمر بستہ رہتے تھے اور مسلمانوں کا خون بہانا اپنا ایک اہم اور مذہبی فرض سمجھتے
 رہتے تھے۔ یہی نازک زمانہ تھا جبکہ نامور شہید اتابک موصل کی عنان حکومت
 اپنے ماتھوں میں لیکر اسلامی پھریرہ کامیابی کے ہوا میں اُڑاتا ہوا نظر آیا اور
 ایک عالم نے اسکے سعادت نشان حکومت کو خدا کی رحمت اور احسان خیال کیا
 جیسا کہ عیسائیوں کے خوریز زمانہ حکومت کو خدا کی لعنت اور قہر سمجھ کر کہا تھا۔
 شہید اتابک نے سب سے پہلے جو کام حکومت کی کرسی پر
 بیٹھنے کے بعد کیا یہہ تھا کہ وہ سلمان امیر وکٹمنٹے
 اور انکی پریشان اور منقسم طاقتوں کو فراہم کر کے ایک پر شوکت اور قوی

شہید اتابک کی
 فتوحات

اسلامی حکومت قائم کرنے کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر اپنے اقتدار کے بڑھانے میں مصروف ہوا۔ موصل میں اوس نے نصیر الدین درواز (قلعہ دار) کو موصل کا قلعہ سپرد کیا۔ اور صلاح الدین محمد کو امیر حاجب مقرر کیا اور قاضی بہاء الدین علی ابوالحسن علی کو اپنے کل مقبوضات کی قضا دیدی بعدہ اس نے فرات کے مشرقی علاقہ کی فکر کی اور جزیرہ ابن عمر۔ اربل کو ۴۵۲۲ھ میں فتح کر کے ۵۲۳ھ میں بخارا اور خابور پر قبضہ حاصل کر کے الرحب کے طرف بڑھا۔ اور نصیبین پر قبضہ حاصل کر کے اہل حران کو بھی عیسائیوں کے بچا حکومت سے بچالیا اور اون کو عیش اور آرام کی دوبارہ زندگی مرحمت کی۔ اسی سنہ میں اس نے حلب بھی اپنا اقتدار چھلایا اور فرات سے عبور کر کے منبج اور قلعہ بزازہ کے بلند میناروں پر اپنی کامیابی کا پھریرہ اوڑا دیا اور دوسرے سال اس نے حمص و حماہ کو اپنی حمایت میں لیا جب ان بلاد پر اوسکا پورا پورا قبضہ ہو گیا اور یہاں پر اوسکا کامل تسلط ہو گیا تب وہ اپنے بیتاب دلوں کو ٹھنڈک پہونچانے اور مسلمانوں کے خون کا بدلہ لینے کے غرض سے عیسائیوں سے لڑنے پر مایل ہوا۔

فتح قلعہ انابک ۴۵۲۴ھ مطابق ۱۱۳۳ھ میں شہید انابک نے قلعہ انابک پر حملہ کیا یہ قلعہ حلب سے چار میل کے فاصلہ پر انطاکیہ کے درمیان واقع تھا اور اسوقت تک عیسائی اس قلعہ کے حاکم تھے۔ علامہ ابن اثیر لکھتا ہے کہ عیسائیوں نے اس قلعہ کے قبضہ سے مسلمانوں کا گویا گلا بکڑ کر رکھا تھا۔ حلب کو ہر دو ایک نئی مصیبت کا سامنا تھا اور وہ ہر لحظہ ایک خطرناک حالت میں رہتا تھا۔ شہید انابک کے ہمراہیوں نے اس قلعہ کے محاصرہ سے اوسکو روکنا چاہا مگر اس مرد میدان نے اون کے کہنے پر مطلقاً خیال نہ کیا اور فوراً قلعہ پر پہونچ کر اوسکا محاصرہ کر لیا۔ عیسائی مورخ آرچر بیان کرتا ہے کہ جب لڈون دشا

یروشلیم کو اس محاصرہ کی اطلاع ہوئی تو اوس نے ارباب شورش کو ایک خاص کو نسل
 میں طلب کیا سہون نے اس خطرہ کو ایک ناقابل التفات اور خفیف خیال کیا مگر
 ایک ٹوڑے شخص نے جو کہ یہ قدر فاصلہ پر بیٹھا تھا یہہ بول اوٹھا کہ در کیا یہہ
 نوجوان لڑنے والا (زنبلی) وہ نہیں ہے جس نے طبراس کا دروازہ ہلا دیا تھا
 بالڈون اس فقرہ سے جو کتا ہو گیا اور اوس نے زنبلی کے مقابلہ پر اور قلعہ
 کے بچانے کے غرض سے حسب ضرورت فوج بھیجنے کا فیصلہ کر کے او کو کوچ کر جانیکا
 حکم دیدیا۔ شہید اتابک نے ان فوجوں کے پہنچنے پر قلعہ سے رخ پھیر لیا اور
 اللہ کا نام پاک لیکر پہلے ان کے مقابلہ پر آگیا عیسائیوں کو اس لڑائی میں
 سخت ہزیمت ہوئی اور ان کے نامی نامی امراء اور افسر اکثر مارے گئے اور بعض
 قید کر لیے گئے۔ سپاہیوں کے مارے جانے کا کوئی صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا
 شہید اتابک نے انکے شکست دینے کے بعد قلعہ پر حملہ کر کے اوسکے مضبوط و فصیلوں کو
 اپنے آہنی پنجوں سے ٹوڑ ڈالا۔ اور اسکے دلیر سپاہیوں نے دم بہر میں قلعہ کو
 مسمار کر کے صفحہ ہستی سے معدوم کر دیا۔ علامہ ابن خلدون تحریر کرتا ہے کہ عیسائی
 مقتولوں کی ہڈیاں اس واقعہ کے بعد ساٹھ برس سے زائد اس میلہ زمین
 پڑی رہی تھیں۔

قلعہ حارم کی کامیابی کے بعد شہید اتابک قلعہ حارم کی طرف متوجہ ہوا
 اور اوسکو عیسائیوں کے پنجے سے نکالنے کے غرض سے اوسکا
 محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں تک یہہ محاصرہ بلا کسی جدال و قتال کے قائم رکھا گیا
 لیکن اندرونی نزاعات نے بغیر کامل کامیابی کے اپنے طرف ہٹانا چاہا مگر چنانچہ
 شہید اتابک حسب خواہش و درخواست اہل حارم نصف حاصل حارم سالانہ
 خراج میں لیکر بمصاحت واپس آیا۔

آپس کے
جھگڑے

اس کے بعد شہید اتابک کو ایک مدت تک باہمی مناقشات اور خانہ جنگیوں میں مبتلا رہنا پڑا۔ سلطانین جو قیہ کے جھگڑوں اور لڑائیوں میں بھی احوصلہ لینا پڑا۔ شعبان ۷۲۶ھ مطابق ۱۱۳۳ء میں خلیفہ المسترشد باللہ نے بغض بغض میں ہزار سواروں سے اسکا موصل میں محاصرہ کر لیا۔ ظاہر ہے کہ اسکا یہ تہا کہ جو وقت سلطانین جو قیہ میں باہم نزاع واقع ہو گئی تو اکثر امراء و نجو فتنہ بغداد میں جا کر پناہ گزین ہوئے تھے خلیفہ نے ابو الفتح اسفندیاری کو شہید اتابک کے پاس صلح کرانے کی غرض سے بھیجا۔ شہید اتابک کو ابو الفتح کی باتوں سے کچھ شہید پیدا ہوا اسوجہ سے اوس نے ابو الفتح کو قید کر لیا۔ جب خلیفہ کو اسکی اطلاع ہوئی تو وہ بیس ہزار سواروں کو لیکر موصل پر چڑھ آیا۔ شہید اتابک موصل چھوڑ کر بخارا کی طرف چلا گیا۔ خلیفہ نے موصل کا محاصرہ کر لیا اور شہید اتابک نے صرف یہ کارروائی کی کہ خلیفہ کے لشکر کا رسد بند کر دیا۔ تین مہینوں کے محاصرہ کے بعد مجبوری خلیفہ المسترشد باللہ بغداد کو واپس چلا آیا اور شہید اتابک نے سلطان محمود (سلطان محمود کے بہائی) سے صلح کر کے ان جھگڑوں سے اپنا بیچھا چھوڑا لیا جسکے ماتھوں وہ ان مخصوص زمین گرفتار ہو گیا تھا۔ انہیں قبا کے اثنا میں جب کہی اوسکو موقع ملتا تھا اپنے ملک کو وسیع کرنا جاتا تھا اکثر فساد امراء سے انکی حکومتیں اور قلعے چھین لئے۔ اور دمشق کو بھی اپنا ایک ماتحت صوبہ بنالیا۔

عیسائی سلطانین کی ہزیمت
ان خانہ جنگیوں اور باہمی نزاعات کے نتیجہ کے بعد اسکو پھر عیسائیوں کے برخلاف ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑی۔ کیونکہ مشرغ ۷۲۳ھ میں پیرکروسیڈ کا وعظ شروع ہو گیا تھا اور اسکا جنوں اسقدر ترقی پذیر ہو رہا تھا کہ بادشاہ قسطنطینہ اور شاہ فرانس بدلتا آئینوں

شریک ہوئے کو کسے تھے۔ اور پہلے انہوں نے شہر بڑا عہ کو ماہ شہان میں فتح کیا اور بعد اوس کے پندرہویں ماہ مذکور میں شیرز پر حملہ کیا۔ ابوالعساکر سلطان ابن منفذ نے شیرداں شہید آتا تک کو اس واقعہ سے مطلع کر کے اپنی امداد کو بلا یا اگرچہ وہ ان دنوں اپنی منتشر قوت کے جمع کرنے اور فراہمی آلات حرب اور درستی لشکر میں مصروف تھا لیکن وہ اس خبر کو پاتے ہی عیسائی فوجوں کے سرد و پیر پیام اجل ہو کر جا پہنچا اور اپنے پڑ و ر و حملوں اور روزانہ شجوں مارنے سے انکو سدا مجبور کر دیا کہ وہ چارنا چار جو بیس یوم کے محاصرہ کے بعد اپنی مخفی قین اور آلات حصار چھوڑ کر ماہ رمضان میں شیرز سے شب کو بھاگ نکلے۔ شہید آتا تک نے انکے ساقہ کا لٹاقب کیا اور ان میں سے ہزاروں کو قتل کر ڈالا۔ اور سیکڑوں کو گرفتار کر لیا۔ اس لڑائی میں مال غنیمت بھی اوسکو اچھا ملا۔ شعرا نے اس کامیابی پر تہنیت کے قصائد لکھے۔ از انجملہ ابوالمجد سلم بن خضہ حموی کا نصیبہ مہیکہ نہایت مشہور اور فصیح ہے۔

فتح قلعہ عرقہ و بعین اس لڑائی سے فارغ ہو کر شہید آتا تک اپنے جوش مردانگی میں قلعہ عرقہ کے طرف بڑھا اور نہایت دلاوری و جواہر دہی اوسکو فتح کر کے ۵۳۲ھ میں قلعہ بارین (بعین) کے باہر عیسائیوں سے لڑا۔ جب شاہ فرانس اور بادشاہ یروشلم میدان جنگ سے بھاگے تو اوس نے قلعہ کے طرف رخ کیا اور نہایت تیزی سے اونکا ایسا کامل محاصرہ کر لیا کہ عیسائیوں کی ڈاک بند ہو گئی۔ یہ محاصرہ چار ہفتوں تک برابر جاری رہا وقتاً فوقتاً لڑائی بھی ہوجاتی تھی۔ اہل قلعہ جب بے رون امداد سے ناامید ہو گئی تو انہوں نے قلعہ شہید آتا تک کے سپرد کر دیا اور خود نکل کھڑے ہوئے اثنار راہ میں چرخا اور قسطنطنیہ کی عیسائی فوجیں ملین جو ان کے امداد کو آرہی تھیں لیکن پہر

اونکی ہمت نے قلعہ کے طرف کوٹھنے نہ دیا۔ علامہ ابن اثیر کا یہ بیان ہے کہ یہ قلعہ بھی مسلمانوں کو بید نقصان پہونچا رہا تھا حمادہ سے حلب تک کی سرکیں اسوجہ خراب اور ویران ہو رہی تھیں۔ رہنری اور لوٹ مار کا بازار ایسا گرم ہوا کہ دنکو بھی راہ چلتا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔

قلعہ معرہ اور شہید اتابک اس کامیابی کے بعد تھوڑے دنوں تک اسی کفر طابہ قبضہ قلعہ میں ٹھہرا لیکن اسکا لشکر ظفر پیکر برابر توسیع ممالک اور قلعوں کے سر کرنے میں مشغول رہا۔ معرہ اور کفر طاب وغیرہ پر انہیں دنوں اس کے لشکر نے قبضہ حاصل کر لیا تھا اور اس کے عیسائی باشندے امن و آمان سے اپنے آسم اور سباب کے چھوڑ دیے گئے تھے۔

عیسائی فوجیں ہزیمت یافتہ عیسائی سلاطین لعمہ و عین کو اپنے ہاتھوں سے اور حلب کھو کر اپنی حالت کی درستی میں مصروف ہو گئے اور وہ اپنی منتشر اور پریشان قوت کو نہایت عجلت سے مجتمع کر کے حلب پر آہونچے اور اوسکا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ لیکن شہید اتابک کے نائب نے اوکو حلب سے مار بھگایا شہید اتابک کو اس کے دفع کرنے کی کوشش نہ کرنی پڑی۔

فتح اعزاز ماہ جمادی الثانی ۵۳۹ھ میں شہید اتابک نے اپنے جری لشکر کو از سبہ لومرتب کیا اور جدید آلات حرب سے مسلح کر کے ایڈیسہ (اعزاز) کے طرف بڑھے تاکہ دیا اور خود اونکی افسری کرتا ہوا روانہ ہوا۔ صوبہ ایڈیسہ۔ انطاکیہ کی طرح ایک مستقل صوبہ تسلیم کیا جاتا تھا جو ہمیشہ بادشاہ یرشلیم کے زیر حمایت و نگرانی رہا کرتا تھا۔ جو سکن ثانی ایک عیسائی بادشاہ اس صوبہ کی حکومت کر رہا تھا۔ عیسائی مجاہدین کی سب سے پہلے فتوحات کا یہہ ثمرہ تھا۔ سلطنت و حکومت و اعزاز کے اعتبار سے عیسائی دنیا میں یہہ چوتھے درجہ کا تھا۔

شہید انا بک کے پُرنور حلقوں نے اسکو اٹھائیس دہکے محاصرے کے بعد فتح کر لیا۔ یہ
ایک ایسی کامیابی تھی کہ جس کے بعد خلافت پناہ خلیفہ بغداد کے حکم سے اس کا
نام خطبوں میں داخل کر دیا گیا۔ نامی نامی شعراء نے اس فتح کی تہنیت میں
قصائد لکھے۔ علماء اور مشائخ نے اس کے فتح کے بعد طرح طرح کے آثار عجیبہ دیکھے
اکثر لوگوں نے اسکو اون سے روایت کیا ہے۔ اور ورغین نے بھی اپنی
اپنی تاریخوں میں اونکا ذکر کیا ہے لیکن ہم بحیال طالت مقال اوس کا ذکر
نہیں کیا جاتے۔

فترات کے مشرقی شہید انا بک اس مہم میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کر کے
حصہ پرتقبضہ فترات کے مشرقی بلاد کی طرف بڑھا اور اوسپر نہایت
تیزی اور مردانگی سے قبضہ حاصل کرنا گیا اون میں سے کسی کو بہ امن و صلح اور
کسی کو بزور تیغ فتح کرنا گیا سوائے ایک قلعہ بیڑہ کے۔ کہ وہ اسکے نائب کے مارے
جانے سے باقی رہ گیا اور آئندہ اوسکی موت نے اسکو ایسا موقع نہ دیا کہ وہ اس پر
بھی اپنی کامیابی کا پہرہ اوڑھنا۔

محاصرہ جعبر اور اس کے ممالک مقبوضہ میں کوئی ایسا قلعہ اور شہر نہ تھا جو اسکے
شہید انا بک کی مطالبہ لی (توسیع دائرہ اسلام) کے حاصل کرنے میں
شہادت مغل ہوتا۔ ہر چہ اسی طرف کے زمام حکومت ایک شہید انا بک
کے ماتھے میں تھی۔ فترات کے مشرقی بلاد میں قلعہ بیڑہ اور اوس کے ساحلی مقامات میں
سے قلعہ جعبر دوسرے کے قبضہ میں تھا جسکا اس نے مساعیہ میں محاصرہ کیا اور ارشاد
محاصرہ میں دالی قلعہ کے سازش سے خود اوس کے غلاموں نے اسکو سوتے میں
شہید کر ڈالا اور اس نامی و دلیر شخص کی فاتحانہ زندگی کا خاتمہ اس بُزدلانہ حملہ سے
کر دیا۔ انگریزی مورخ تحریر کرتے ہیں کہ اسکے قتل کی خبر نے عیسائیوں کو زندہ کر دیا

اور ادھون نے اس درجہ اس کے قتل کی خوشی منائی کہ گویا ادھون نے تمام اسلامی قوت کو دفعۃً تنزلی کے حالت میں دیکھ لیا۔ افسوس ایسا نامور فرما زور اسلامی دنیا کا حامی زنگی ایسا شخص ایسی غیر متوقع اور نامراد موت۔

کافی الحام ولم اکم مستقیماً ترجمہ موت آگئی اور بن اسکا یقین نہیں کرتا تھا
ان الحام سیہتم لی محمداً کہ ہوشیار کمو تر ہی پنجہ موت میں گرفتار ہو جائیگا۔
شہید اتابک شہید اتابک ہنایت حسین اور اوسکارنگ گندمی مائل پسر خنی
کہ خصائل آنکھیں بڑی بڑی اور طبع ہتین کشیدہ قامت پُر گوشت

بدن تھا ستائیس برس سے زیادہ عمر بانی جس طرح وہ صورت و شکل میں فرد
سمجھا جاتا تھا ویسا ہی رعب و داب میں یکتا تھا۔ اوسکے چہرہ پر ہیبت کا نور
نمایان تھا علامہ شہاب الدین اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ ایک روز
شہید اتابک قلعہ جزیرہ کے باب سرخلوہ سے نکلا۔ اتفاق سے پہرہ کا ملاح
سو گیا تھا اوس کے کسی ہمراہی نے شہید اتابک کو آتے ہوئے دیکھ کر گادیا
جون ہی اوسکی آنکھ کھلی اور اوس نے شہید اتابک کو اپنے سر ہانے کھڑا پایا
بیہوش ہو کر گر پڑا لوگوں نے جب اوسکو اٹھایا تو وہ مُردہ تھا۔

عدل و ہیبت علامہ ابن اثیر اپنے بزرگ باپ سے روایت کرتا ہے کہ
شہید اتابک ایک مرتبہ ایام سرما میں جریرہ ابن عمر میں داخل ہوا اس کے
ہم نشینوں میں سے ایک شخص امیر غزالدین دیسی نامی تھا جو اس کے آنکھوں میں
ہنایت محبوب اور باعزاز سمجھا جاتا تھا وہ بحیرہ قعدی ایک یہودی کے مکان میں
فروش ہو گیا۔ یہودی نے امیر غزالدین کی بہت خوش آمد کی لیکن جب امیر وضو
اوس کے مکان گئے اٹھایا تو وہ یہودی وادیل کا شور مچاتا ہوا شہید اتابک کے
دارالعدل میں حاضر ہوا اور امیر غزالدین کی حیرت و قعدی کی شکایت پیش کی

شہید اتابک۔ امیر عزالدین کی طرف تیز لگا ہوں دیکھ کر خاموش ہو رہا امیر عزالدین اوس وقت دربار اتابک سے اوٹھ کر ہودی کے مکان پر آیا اور اپنے اسباب کے اوٹھانے میں مصروف ہو گیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اوس کے ملازمین ایک کھلے میدان میں جہاں پر کچر و پانی مجتمع تھا اوس کا خیمہ کر رہے تھے۔

آبادی و موصّل کہ نسبت عام طور سے مورخین کا یہ بیان ہے کہ پہلے موصّل اس درجہ ویران تھا کہ محلہ طباطبائی سے جامع عتیق اور شاہی محل اور دارالعدل و کتابی دیتا تھا بد امنی کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی شخص بغیر کسی ہمراہی کے اس محلہ سے جامع عتیق تک نہ جاسکتا تھا یہ شکل تمام فیصدی پچیس لاکھ زمین کاشت کیجاتی تھی۔ اہل موصّل اپنی ہر ضرورت میں دوسرے شہر کے محتاج تھے لیکن شہید اتابک کے زمانہ حکومت کے تھوڑے دنوں بعد آبادی کی یہ کیفیت ہوئی کہ جامع عتیق وسط شہر میں ہو گئی اور زراعت و پیداواری میں یہ شہر مالک شام کے شہروں میں تیسرے درجہ میں شمار کیا جانے لگا۔

مردانگی و شجاعت اسکی مردانگی و شجاعت کی کوئی حد نہ تھی ایسا زمانہ ہی گزرا ہے کہ ایک ہی وقت میں خلیفہ المسترشد باللہ کے حملوں کا جواب دیتا تھا۔ سلطان محمود سے بھی ہم نبرد ہو رہا تھا۔ اور وقتاً فوقتاً اسلامی امراء کے جھگڑوں میں بھی حصہ لیتا جاتا تھا بایں ہمہ عیسائیوں سے غافل نہ تھا موقع محل و یکہ کرادوں کے شہروں کو تخت و تاراج کرتا جاتا تھا۔

دستور العمل دنیا کی خبروں اور عالم کے وقایع سے اسکی بوجھل شوق تھا مالک بچیدہ اور قویہ میں اس کے وقایع نگار مقرر تھے جو روزانہ خبریں لکھا کرتے تھے اس کے عمال اور امراء اپنے مالک مفوضہ کو بلا کسی شدید ضرورت کے چھوڑ نہ سکتے تھے۔

شہید انا بک اکثر کہا کرتا تھا کہ ملک مثل باغ کے ہے جب تک اس کی نگاہانی اور آبپاشی کی جائے گی سرسبز و شاداب اور غیروں کے ہاتھوں سے محفوظ رہے گا اور جہان باغبان نے غفلت کی فوراً آباد خزان کے جھونکوں نے اس کو پامال کر دیا۔

سیاست

علامہ ابن اثیر تحریر کرتا ہے کہ قلعہ جزیرہ کا دروازہ (قلعہ دار) نور الدین حسن بریطی کے نسبت شہید انا بک کے کالوں تک پہنچ رہا تھا کہ یہ اپنے لشکریوں کے مشغلات پر دست درازی کرتا ہے جب وہ کسی ہم پر چڑھ جائے ہیں۔ شہید انا بک نے پہلے اس کو اپنے وقایع نگاروں سے دریافت کیا اور جب اس کو اس کی تصدیق ہو گئی تو اس نے امیر صاحب صلاح الدین غیسائی کو بھیج کر نور الدین حسن بریطی کو پکڑ لیا اور بعد ثبوت جرم اس کا عضو تناسل کٹوا لیا اور آنکھیں بٹھکوا کر سولی دیدی۔

سخاوت

ہر جائز صدقات اور انعامات میں شہید انا بک نہایت فراخ دہن روزانہ دو لون وقت اس کے دسترخوان پر علماء و صلحاء۔ فضلا۔ قضاة کی ایک بہت بڑی جماعت ہوتی تھی ہر جمعہ کو قبل نماز ایک سو دینار سرخ غریبا اور مساکین دیتا تھا جب کبھی کسی مدد نہ ناگہانی مبتلا ہو کر اس کے بچ جاتا تھا تو فوراً صدقہ غریبا و مساکین میں تقسیم کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ شہید انا بک سیر کرنے کو جا رہا تھا اثناء راہ اس کا گھوڑا پہلے بڑا جس سے یہ زمین پر گرنے لگتا پچھلے ایک امیر کو جواب دے اور اس کے ہمراہ رکاب ہتا قریب بولا کہ ایسا آہستہ سے کہا کہ جس کو یہ امیر نہ سمجھ سکا اور پھر قہر سے کہنے لگا کہ اس کو جو بات نہ ہوئی جب یہ امیر اپنے گھر پر واپس آیا تو اپنے اہل و عیال سے رخصت ہونے لگا اس کی بی بی نے بہت دسماحت اس کا سبب یافت کیا اور اس نے کل ماجرا بیان کر دیا اس کی بی بی نے کہا کہ تم اس قصہ کو نصیر الدین چاکا کہو وہ انا بک زنگی کا سزا میرے اس نے کہا کہ نصیر الدین چاکا کہو وہ انا بک زنگی کا سزا میرے

مجبور کر کے نصیر الدین کے پاس آگئے۔ پھر نصیر الدین نے اسکا ماجرا سنا اور اس کے
 ارادے پر وہ ہنس اڑا اور یہ کہہ کر کہ ان دیناروں کو لیکر اتنا تک زنگی کے پاس چلے جاؤ۔
 امیر نے کہا یہ تم کیا کہتے ہو مجھ کو تمہاری رائے پر مبنی آتی ہے نصیر الدین نے کہا کہ تم
 کچھ خیال نہ کرو بے خوف ان اشرفیوں کو لئے ہوئے دربار خاص میں چلے جاؤ۔
 امیر نے مجبوراً نصیر الدین کی رائے پر عمل کیا اور اشرفیوں کو لئے ہوئے زنگی کی خدمت میں
 حاضر ہو گیا۔ زنگی اسکا منتظر ہی تھا دیکھتے ہی بول اڑا ”مصلحت شئی کر کیا تیرے ساتھ
 (کچھ ہے) اس نے عرض کیا کہ ایک ہزار دینار میں زنگی نے کہا کہ اسکو جا کر اسکے محفین کو دیدو۔ امیر
 زنگی سے خوش خوش ہوا اور نصیر الدین کے پاس پہنچ کر کل ماجرا بیان کر دیا نصیر الدین نے
 کہا کہ عادل زنگی ایسے موفوق پر ایسا ہی کرتا ہے وہ ہتھار دینار آج ہی شب کو تمہارے
 پاس پہنچ گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

صوم و وصلوات شہباز اتابک صوم و صلوة کے ادا کرنے اور فرائض مذہبی کے پورا کرنے
 کی پابندی میں سجد مستعد رہتا تھا۔ اسکی یہ کل لڑائیاں کسی خاص بناوی میں
 سے نہ ہتھیں اور نہ ملک گیری کے خیال سے وہ ان خونریز یوں کو پسند کرتا تھا۔ اسکے خیالات
 محدود دشتے اور میں ہمدردی کا جو ہر کوٹ کوٹ کر بہا گیا تھا وہ اسکی نا اتفاقی دور کرنے
 کی کوشش کرتا تھا اور اسلام کو بہا م سیرت و رندہ خصلت اقوام غیر کے بیچے ظلم سے چھڑانا
 چاہتا تھا۔ وہی نور الدین اور صلاح الدین کی کامیابی کی راہیں کھول گیا
 اور ان کے لئے ایک وسیع سلطنت چھوڑ کر شہید ہوا ہے۔



دوسرا

الملک عادل نور الدین محمود انا را اللہ برمانہ
ولادت و طفولیت - تعلیم و تربیت - ترقی و حکومت

شہید تابک
کی اولاد
شہید زنگی کے چار بیٹے تھے۔ ایک سیف الدین غازی دوسرا
نور الدین محمود تیسرا قطب الدین بود و چوتھا نصرت الدین
امیر امیران سیف الدین سب بڑا اور نصرت الدین امیر امیران اوٹمین چھوٹا تھا۔
مگر نیک نامی ناموری کا خوشنامتوخ نور الدین محمود ہی کو ملنے والا اور وہی اس جدید
دولت کا بانی ہونوالا تھا۔

نور الدین محمود کی
ولادت و تعلیم و تربیت
نور الدین محمود تیرہویں سوال اللہ بوم یکشنبہ وقت
طلوع آفتاب زمانہ خلافت خلیفہ المستظهر باللہ ابو العباس
احمد بن المعتز کی بامر اللہ میں پیدا ہوا اور اپنے نامور شہید ہا کے سایہ عاطفت میں

سلیمان بن غازی ۳۵۴ھ میں پیدا ہوا اور اخیر ماہ جمادی الثانی ۳۵۵ھ میں انتقال کیا
اور در سے سوصل میں جب کو اس نے خود بخود کمر کیا تھا و فن کیا گیا حنفی المذہب نہایت عاقل و شجاع
کرم تھا لشکریوں کے ساتھ بچہ ہارات کرتا تھا۔ عین برس ایک مہینہ میں ان سے حکومت کی
اسکے بعد قطب الدین بود و اس کا چھوٹا بھائی بچے اسکے تخت نشین ہوا اور اسکے چھوٹے بھائی کے بعد
سلطان الامام الدین محمود کے زمانہ عاطفت میں ہوئی اور قطب الدین بود کے لڑکے کے ساتھ رہا
عقد کر دیا گیا لیکن غازی شایب بن لاولہ مرگیا اس وقت سیف الدین غازی کے عہد خلافت میں ہی باقی رہا۔

پرورش پائے لگا جب چار برس چار مہینے کا ہوا تو اسکی مکتب نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ اس کے شہید باپ نے اپنے ہونہار لڑکے کی تعلیم میں بڑی جانفشانی اور عزم و قریزی سے کام لیا۔ فقہ - اصول - معانی - ادب - مناظرہ وغیرہ کی تعلیم دلائی۔ بڑے بڑے مشائخین حدیث سے حدیثیں سنوائی۔ سو لہ برس کی عمر میں ان علوم کی اکتساب و تحصیل سے جب کو فراغت حاصل ہو گئی اور ایک اعلیٰ درجہ کا متحرم عالم ہو گیا تو فنون سپہ گری کے تعلیم کی طرف مایل گیا گیا۔ پہلے اسکو سواری نیزہ بازی تیر اندازی کی تعلیم دی گئی بعد ازاں ترتیب لشکر - مورچہ بندی - حصار کی تدابیر علما و علما سکھائی گئیں جو کان کہیلنے کا اسکو دلی شوق تھا۔ بعد تک تعلیم و تربیت یہہ اپنے شہید باپ کے ہمراہ اکثر معرکوں میں شریک ہوتا رہتا تھا کہ قلعہ جعبر کے محاصرہ میں شہید زنگی کی فاتحانہ زندگی کا ایک بزدل غلام کے ہاتھ غلام ہو گیا۔ اور اس نے اسد الدین شیر کوہ کے اشارہ سے اس کے ہاں سے خاتم لیلیٰ اور حلب کی طرف چلا گیا۔

نور الدین کی تخت نشینی ابن ابی طعلی لکھتا ہے کہ جب اسد الدین شیر کوہ کو اتابک زنگی کے شہید ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو اوس وقت سوار ہو کر نور الدین محمود خیمہ کی طرف آیا اور اس سے کہنے لگا کہ جمال الدین نے لشکر موصل کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے وہ سیف الدین غازی کو شہید اتابک کے قائم مقام کیا جاتا ہے میں اس سے علیحدہ ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں میرا ارادہ یہ ہے کہ میں حلب کو آپ کا دار الحکومت بناؤں اور عساکر شام کو وہیں مجتمع کر کے آپ کی سرداری کی لون سے بیعت لوں میرا خیال یہ ہے کہ آخر الامر حکومت اور سرداری کا خوشنما منتغہ آپ ہی کو دیا جائیگا۔ کیونکہ ملک شام کی حکومت بغیر قبضہ حلب حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور جب حلب پر تسلط ہو جائیگا تو اوس وقت بلاد مشرق پر حکمرانی کرنی آسان ہو جائیگی۔ اسد الدین اس قدر

نور الدین کو سبھایا اور لشکرِ کام کو کوچ کرنے کا حکم دیا اسی شب کو نور الدین محمود کے حلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ ساتویں ربیع الثانی ۵۵۴ھ کو یہ سب حلب میں داخل ہوئے نور الدین محمود تو قلعہ میں داخل ہو گیا اور اسد الدین شیر کوہ قلعہ معنے کے نیچے کھڑے ہو کر لشکریوں سے نور الدین محمود کی طرف سے بیعت لینے لگا اور بعد عقد بیعت خاص خاص قواعد مقرر کئے اور از سر نو شہر کا انتظام کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ نور الدین محمود۔ اسد الدین شیر کوہ کو تا عمر عزت کی آنکھوں سے دیکھتا رہا اور جو کچھ وہ دیکھتا یا سننا تھا وہ سب شیر کوہ ہی کے آنکھوں کان سے دیکھتا سننا تھا۔

علامہ ابن اثیر تاریخ ایام انا بکہ میں تحریر کرتا ہے کہ بعد شہادت انا بکہ ملک الپرسلان بن سلطان محمود (جو شہید انا بکہ کے ہمراہ تھا) اپنے خیمے سے نکل کر میدان میں آیا زنگی کی فوج نے اوسکی سلامی دی اور اوس کے ہمراہ ہو گئی۔ جمال الدین محمد بن علی وزیر یہ رنگ دیکھ کر گہر اگیا اور اوس کے آنکھوں میں دھواں انا بکہ کی تباہی کا نقشہ پھر گیا اوسکو ملک الپرسلان کے خیالات سے پوری آگاہی تھی اوس نے ایسوق صلاح الدین محمد الباغسیانی امیر حاجب کے پاس ایک معتبر آدمی کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ نظر صحت وقت مناسب یہ ہے کہ جو کچھ فیما بین ہمارے قصبے قضا یا ہوں اور نیرسلوگ خاک ڈالیں اور جھکرا ایسا عنوان اختیار کریں کہ جس سے یہہ دولت و حکومت ہمارے آقائے مرحوم (زنگی) کے خاندان میں باقی رہ جائے۔ جھکوک ملک الپرسلان کے خیالات سے پوری پوری اطلاع ہے اوس نے شہنشاہ کے مقبوضات پر محنت و راز کر کے مقصد کر لیا ہے اور لشکر بھی اوسکے ہمراہ ہو گئے ہیں اگر اسوقت میں اس امر کا انتظام نہ کیا جائیگا تو آئندہ سو اے کوف افسوس سننے کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ صلاح الدین محمد الباغسیانی کو یہ

راسے پسند آئی وہ اپنے مکان سے اڑھتہ کر دیر کے پاس آیا۔ دونوں نے قیوں کیا میں
 بعدہ ملک لہر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس پر ایسا رد و عن قاز ملا اور
 ایسے معقول فقرے دیئے کہ اس نے زندگی کی بے ریا اطاعت کی وجہ سے سیف الدین
 غازی کی امارت کو منظور کر لیا۔ یہ دونوں اس کے دربار سے اڑھتہ کر اپنے خیمہ میں
 اور بشورہ و صلاح سیف الدین غازی کو شہر روز سے موصل میں بلایا ہوا۔
 نور الدین محمود اس سے پہلے اپنے باپ کے شہید ہونے کے بعد ہی باشارہ ام الدین
 شہر کو حاکم کے طرف چلا گیا تھا اور اس پر اس نے قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ جمال الدین
 نے ملک لہر سلطان کی سفارش کر کے صلاح الدین محمد کو حلب میں نور الدین محمود کے
 پاس بھیج دیا اور حجاجہ کو اس کے جاگیر میں دیا۔ اور خود ملک لہر سلطان کے ہمراہ
 رکاب رقبہ میں جا پہنچا۔ ملک لہر سلطان کو اس نے حکمت عملی سے عیش و عشرت
 میں مصروف کر دیا اور خود اپنی کارروائی میں مشغول ہو کر برابر امراء لشکر اور لشکران
 سے سیف الدین غازی کی طرف سے بحیث لیکر موصل کو روانہ کرنے لگا۔ بعد چند
 ملک لہر سلطان کو کسی نے یہ سوچا دیا یا یہ کہ خود وہ خواب خرگوش سے جوتکا اور
 اپنے لشکران کو اس تعداد پر نہ پایا جس تعداد سے وہ رقبہ میں داخل ہوا تھا
 اس وجہ سے وہ رقبہ سے روانہ ہو کر سجاریہ میں پہنچا اور اس کے قلعہ دار سے قلعہ
 کی کھجیان طلب کیں۔ قلعہ دار نے وزیر جمال الدین محمد کی تعلیم سے یہ کہلا بھیجا
 کہ وہ میں تو والی موصل کا سطح ہوں آپ موصل پر قبضہ حاصل کیجئے جو قوت آب کو
 موصل پر قبضہ مل جائیگا میں آپ کا سطح ہو جاؤنگا اور اس قلعہ کو آپ کے سپرد کر دینگا
 ملک لہر سلطان یہ جواب نہ سہی مگر سخت برہم ہوا اور اس نے قلعہ پر حملہ کرنے کی تیاری کا
 حکم دیا جمال الدین محمد یہ خبر پا کر اس کے پاس گیا اور نہایت اوجس کہنے لگا کہ یہ چوتھا
 چوتھے قلعہ داروں کے نہ بڑھنا چاہئے اور نہ ان کو متہم لگانا چاہئے فوجی مصلحت یہ ہے

کہ آپ موصل کی طرف چلے اگر سیف الدین غازی میں کچھ اس بغاوت کا اثر پایا جائے تو اس کو گرفتار کر لیجئے گا ورنہ وہ خود بہرہ جو آپ ٹکرا سکو معقول سزا دیگا۔ ملک الاسلام بہرہ شکر خاموش ہو گیا۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی بقصد موصل بقیہ لشکر کو ہمراہ لئے ہوئے سنجار سے نکل کر جہلہ کو عبور کیا۔ جمال الدین محمد اس کی آنکھیں بجا کر نکل کر ہٹا اور اس کے پہونچنے سے پہلے موصل میں داخل ہو گیا۔ اسی کے اشارے پر امیر عز الدین ابوبکر دیوبی ملک الاسلام کے استقبال کو آیا اور ایسی ظاہر داری کی کہ جس سے ملک الاسلام مطمئن ہو کر تنہا موصل میں داخل ہونے پر آمادہ ہو گیا جس وقت ملک الاسلام اپنے بقیہ لشکر سے جدا ہو کر موصل میں پہونچا اور سیوقت نظر بند کر لیا اور سیف الدین غازی کے اراکین دولت نے بجا ظرسم و آئین قدیم سلطان سعود اس کے تخت نشینی کی اجازت لیکر اتنا تک شہید کی جگہ پر و سکو ہٹا دیا۔

نور الدین محمود اور سیف الدین غازی اس کے بعد سیف الدین غازی کو مالک شام کا خیال پیدا ہوا کیونکہ اس وقت تک نور الدین محمود اس کے خدمت میں بہنیں حاضر ہوا ہتا اور نہ اس کے تخت نشینی کی دعوت میں بہرہ شریک تھا۔ دونوں بہائیوں میں خطوط کی ظاہر آمد و رفت جاری ہتی لیکن قلبی صفائی نہ ہتی نور الدین محمود تقاضا کرتا کہ سیف الدین غازی سے دور رہا ہتا اور سیف الدین غازی اس کی کسی سے بہرہ خیال کر رہا ہتا کہ سب داخود غرض اُمراء اور عیسائی سلطانین اس کی ناجزبہ کاری۔ کم سنی سے فائدہ اُٹھالیں۔ اسی خیال سے سیف الدین غازی موصل سے روانہ ہو کر جس وقت حلب کے حدود کو قریب پہونچا نور الدین محمود بھی ڈرتا ڈرتا حلب سے باہر آیا۔ دونوں بہائیوں میں ملاقات کی صورت یوں قرار پائی کہ اپنے اپنے لشکر گاہ کے باہر ہر ایک پانچ پانچ سو سواروں کی جمعیٹ ملین۔ نور الدین محمود اور سیف الدین غازی ہر ایک پانچ پانچ سو

سواروں کی صحبت لیکر بچے لیکن جو وقت نور الدین محمود کی نظر اپنے بڑے بھائی پر پڑی
 فوراً گھوڑے سے اتر پڑا اور کل سواروں کو رخصت کر کے تنہا اپنے بھائی کے قدموں پر
 جا کر اسے سیف الدین غازی نے اس کا سراوٹھا کر گلے سے لگا لیا اور نہایت ملاحظت و
 نرمی سے کہنے لگا: ”عزیز نور الدین محمود تم میرے پاس کیوں نہیں آتے تھے۔ میرا دل
 تمہارے دیکھنے کا بے حد مشتاق تھا۔ کیا تم مجھ سے ڈرتے تھے؟ خدا کی قسم میرے دل میں
 تمہاری طرف سے کسی قسم کا خیال نہ تھا۔ یہ تو تم خود خیال کر سکتے ہو کہ اگر میں
 تمہارے ساتھ بُرائی یا بداندیشی سے پیش آؤنگا تو پہر کس کے ساتھ میں سلوک
 کرونگا اور کس کے ساتھ میری زندگی بسر ہوگی۔ تم مجھ سے چھوٹے ہو تم سے میرے
 بازو مضبوط اور میری قوت توانا ہے۔“

نور الدین (کمال ادب سے انکھیں نیچے کر کے) ”میرے مکرم بھائی۔ میں اپنی
 غیر حاضری کی معافی چاہنا زیادہ عزیز سمجھتا ہوں اس سے کہ میں اپنی غیبت کی
 کوئی وجہ ظاہر کر دوں۔ وہی مجھ سے غلطی ہوئی میں نے آپ کے شفقت آمو و خطوط کا
 منشاء نہیں سمجھا تھا۔“

سیف الدین۔ میں تمہارے اس جواب سے بے حد خوش ہوا۔ مجھ کو
 جیسی تمہاری ذات سے توقع تھی ویسا ہی تم نے جواب دیا۔ مجھ کو اتنے ملنے کی زیادہ تر
 اس وجہ سے خواہش تھی کہ لوگوں پر اور علی الخصوص عیسائیوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اگر
 ایک اتنا بکشمید ہو اسے تو اپنی جگہ پر وہ اپنے دو بھل چھوڑ گیا ہے اور ان
 دونوں میں باہم اتفاق ہے۔ کوئی کور باطن ہو کو نظر بد سے نہیں دیکھ سکیگا تم
 میرے معاون اور میں تمہارا خبر گیران رہوں گا۔

نور الدین۔ آپ کا فرمانا بجا اور بالکل صحیح ہے آپ ایسے مرنے کو چھوڑنا
 پسند نہ کرونگا حکومت و سلطنت آپ کے مقابلہ میں کچھ ہے۔

سیف الدین۔ ہنہن ہنہن! میں تمہاری ترقی کا سدراہ ہنہن ہو سکتا۔
 مجھ کو کب گوارا ہوگا کہ تم دنیا اسلام میں ترقی نہ کرو۔ دیکھو تمہارے بزرگ باپ نے
 کیا کیا نمایاں کام کئے ہیں افسوس کا مقام ہوگا کہ تم اس کے اخلاف کہلاؤ اور اس کا اس
 کام نہ کرو۔ میں تمہارا ہر کام میں معین اور تمہاری بہتری کا خواہاں رہوں گا۔

نور الدین۔ مجھ کو آپ کے ان کلمات سے ایسی تشفی ہو گئی ہے کہ میرے دل میں
 کسی حالت میں کسی قسم کی بے اطمینانی فادمان والا کیطرف سے نہیں لے سکتی میں چاہتا ہوں
 کہ میں آپ کی خدمت میں اویس طرح حاضر رہوں جیسا کہ مرحوم پدر کی خدمت کرتا تھا۔
 سیف الدین۔ ضرور تمہاری سعادت مندی اسی امر کی مقتضی ہوگی لیکن
 زمانہ موجودہ کی روش اس کو منع کرتی ہے عیسائی امرا آرام سے بیٹھ کر نہ بیٹھنے لگے
 دیکھو جب کوئی کام تمہارے سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے دریافت کرنا میں ہر وقت
 تمہاری مدد کو موجود ہوں سیف الدین نے اس قدر سمجھا کہ نور الدین کے پیشانی
 بوسہ دیکر اس کو صلب کیطرف واپس جانے کو کہا اور خود موصل کیطرف چل
 کھڑا ہوا۔

عیسائیوں کی پیشقدمی اور سلطان الدین محمود کی حمیت اسلامی

دنیا و تاریخ کے سیر کرنے والوں میں ایسے لوگوں کی تعداد کم نظر آئیگی جو اس امر کو
 تسلیم کرتے ہوں کہ مسلمانوں نے خوزری کی ابتدا ہنہن کی بلکہ عیسائیوں ہی نے
 ان کے برخلاف ہتھیاراں اٹھا کر کہیں اوس کو روک دیا (جنگ صلیبی) کے مشہور کیا ہے
 اور کہیں اوس کو انسانی ہمدردی کی تعبیر کر کے ایک عام خوزری کے سلسلہ جنہاں
 کی ہے لیکن خدا جانے کیونکر نہ گناہ مسلمانوں پر تلوا اور اٹھانے کا الزام عائد
 کیا جاتا ہے اور ہر شخص بے سمجھے بوجھے بندگان خدا کے قتل عام کا بدناما دہیتہ

موصول ہو چکر اپنے ایک خاص امیر کو تبریک و تہنیت کے غرض سے نور الدین محمود کے پاس روانہ کیا۔

دوسرے کروسیڈ کی تیاری

عزاز کے فتح اور کامیابی سے جس قدر مسلمانوں کو خوشی ہوئی اسی قدر ایشیا کے عیسائیوں کی رنج و الم ہوا اور وہ رنج و الم انہیں پر ختم ہونے والا نہ تھا وہ آئندہ بجد غزیری کا باعث بنے کو پیدا کئے گئے تھے اسی وجہ سے انہوں نے اعزاز کے چلے جانے کے غم و الم کو اپنے ہی تک محدود نہ رکھا وہ اپنی طاقت کے سبب ملے سے مایوس ہو کر یورپ کے بادشاہوں کی مدد مانگنے پر آمادہ ہوئے چنانچہ ارمنی پادریوں کا ایک گروہ یورپ میں جا پہنچا اور پوپ یوگنیس سے اپنے غم و الم کا ماز بیان کیا وہ انکی مصیبت کی کوہنہاں سن کر رواوٹھا۔ مجاڈ تخریر کرتا ہے کہ ایشیا کے عیسائیوں کی سفارت کے اظہار سے محض ایمانداروں کے اس سردار اعظم (پوپ) ہی کے آنکھوں سے اشک ہنپیں نکلے بلکہ عزاز کے مصیبتوں اور یروشلم کے آئندہ خطرات نے عام طور سے لوگوں میں غمخواری اور ہمدردی اور خوف پیدا کر دیا۔ سنٹ برنارڈ یورپ کے عیسائیوں میں جوش پیدا کرنے اور انکو کروسیڈ پر آمادہ کرنے کے لئے اوٹہ کھڑا ہوا۔ اسکے وعظ اور ڈھونڈ مار تقریروں نے تمام یورپ میں پھر ایک جوش پیدا کر دیا۔ عامی سے لیکر اعلیٰ طبقہ تک اس کروسیڈ میں شامل ہونے پر آمادہ ہوئے۔ لوئیس ہفتم بادشاہ فرانس نے ایسکے ہاتھوں صلیب لی اور کروسیڈ میں شریک ہونیکا قول دیا شہنشاہ جرمنی بھی

سنٹ برنارڈ۔ برگنڈی کے ایک امیر کا لڑکا تھا نہایت کسان اور فیح اور مذہبی جوش میں ڈوبا ہوا تھا ہمدردہ برس سے تارک الدنیا ہو کر مذہبی زندگی میں بھر اوقات کر رہا تھا دوسرے کروسیڈ کا یہی بانی اور داعظ ہے اسی سنٹ یورپ کو دوبارہ کروسیڈ پر اوہار اہتا۔ اور اسی نے عام غزیری کو دوبارہ دروازہ کھولا تھا اور پہلے غمخوارانہ دامن پورا کامیاب نہیں ہوا۔

اوسکی جادو بہری تقریر میں پھنس گیا اور اوس نے نہایت خوشی اور جوش سے اُس کے متبرک ہاتھوں سے صلیب حاصل کیا برنارڈ کو اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہو سکتی تھی کہ دو بڑے بادشاہ اس کروسیڈ میں شامل ہونے کو طیار ہو گئے جو اوسوقت یورپ میں ہر ایک بجائے خود ایک شمار کیا جاتا تھا۔ مورخین کا یہ خیال ہے کہ گائون کے گائون قبضے کے قبضے خالی ہو گئے تھے۔ شہریران ہو گیا تھا قلعے متروک اور غیر آباد تھے بڑے بڑے شہروں میں یتیموں و یرموند اور اپاہج کے سوا کوئی نظر نہ آتا تھا ہر درجہ اور طبقہ کے آدمی بکثرت اپنے اپنے بادشاہوں۔ امیروں کے ساتھ صلیبی لڑائی لڑنے کو آئے تھے۔ حیرت انگیز معاملہ تو یہ ہے کہ اس جنگ صلیبی میں بیشمار عورتیں مرد بن گئی تھیں اور وہ صلیبیں حاصل کر کے تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہوئی تھیں۔

کروسیڈروں کی تعداد لوئیس شاہ فرانس کے ہمراہ ایک لاکھ کروسیڈر تھے اور اوسکی ملکہ ایلینز پچاس ہزار عورتوں کی فوج لے ہوئے اوس کے ہمراہ تھی۔ شہنشاہ جرمنی کے ہمراہ بھی اسی قدر فوجیں تھیں اور یہ دونوں فوجیں نہایت مرتب اور باقاعدہ جنگ آزمودہ ہتین علاوہ ان کے عوام الناس بازار یوں کا ایک جم غفیر تھا۔

شہنشاہ جرمنی مسلمان مورخ لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے شہنشاہ جرمنی کی فوج مسطظینہ میں پہنچی۔ انکی کثرت کی وجہ سے اوس کے بادشاہ نے انکی دجوتی کی۔ نرمی و مدارات سے پیش آیا اور اپنے ملک سے گزر جانے کی اجازت دیدی مگر جسوقت فونیہ کی حدودی اسلامی حکومتوں کو اس امر کی اطلاع ہوئی اُن کو سلاہ مجاہد لکھتا ہے کہ شاہ فرانس کے ملکہ ایلینز کے صلیب حاصل کرنے پر بیشمار عورتوں کو صلیبیں شاید اوجہ سے اس دوسرے کروسیڈ میں زیادہ ادبائش طبیعت بد علین آدمی شریک ہوئے (باقی صفحہ ۵۰ میں)

اپنے ملک اور دین کی حفاظت کی غرض سے کوئی برا بیگشتہ کرتا یا نہ کرتا تیار ہونا ضروری تھا اسوجہ سے وہ اون کے ناکے روک کر ہپاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ جسوقت عیسائی ان کے رو برو آئے اونہوں نے چاروں طرف سے حملہ کر کے میٹھا عیسائیوں کو کاٹ ڈالا۔ شہنشاہ جرمنی پریشان ہو کر میدان جنگ سے بہاگ نکلا۔ اثناءِ راہ میں رسد و غلہ کے نہ فراہم ہونے سے صد ہا لشکر مر گئے۔ بالکل تمام کل قوم کا دسواں حصہ بچا کر نیشا من پہونچا جہاں پر شاہ فرانس اسکی شکست کا حال سنکر متردد و متفکر تھا۔ شاہ فرانس نے شہنشاہ جرمنی کے مصائب سنکر افسوس ظاہر کیا اور پھر دونوں نے باہم عہد و پیمان کر کے بارادہ فلسطین نیسلے کوچ کر دیا مگر شہنشاہ جرمنی ترکون سے ایسا خالیف ہو گیا تھا کہ اثناءِ راہ میں ترکون کی فوج کے موجود ہونے کی خبر پاکر موسم سرما کے حیلے فلسطین کو واپس چلا گیا۔

۵۲ شاہ فرانس نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے لاؤڈ کیا کیسٹر جلا

(بقیہ وزن صفحہ ۴۹)۔ ملکہ الیزبے کے چال چلن کے نسبت وہ تحریر کرتا ہے کہ اسکے زمانہ قیام الطاکید میں جن لوگوں پر اسکی خاص عنایتیں تھیں وہ مرث عیسائی ٹائٹ نہ تھے بلکہ اوسمیں مسلمانوں کے نام شامل کئے جاتے ہیں علی الخصوص ایک نوجوان ترک تھا جسکو اس نے بہت سے قیمتی تحائف دیے تھے اور اوس کے خیال سے بادشاہ کو چھوڑ دینا چاہتا تھا۔

۵۳ عیسائی مورخ ان سب آفتوں اور تکالیف کا باعث یونانی عیسائیوں کو بتاتے ہیں جو اوس وقت فلسطین میں حکومت کر رہے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ یونانی رہروں نے شہنشاہ جرمنی کو دھوکا دیکر فونیہ کے سرحد پر پہونچا دیا جہاں پر اسکو بہت بڑے نقصان کا سامنا ہوا۔ ۵۴ مجاہد لکھتا ہے کہ شاہ فرانس نے اپنی کل فوج کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا تھا اور ہر حصہ ایک سے سردار کے زیر حکم سفر کرتا تھا جسکو بادشاہ ہدایت کرتا تھا ایک روز اگلے حصہ کا جیا فریڈی ریگن افسری کر رہا تھا بادشاہ نے سب سے بلند پہاڑ پر بیکو بٹرنے کا حکم دیا تھا لیکن بین ملکہ الیزبے کے اصرار سے ایک سرسبز میدان میں ٹھہر گیا اور ترک جو۔ (باقی صفحہ ۵۱ میں)

اور وہاں پہونچ کر تنگ پہاڑی رستوں سے گزرتا ہوا اور ترکون سے لڑتا ہوا بندر
اطالیہ سے براہ سمندر اٹلی میں پہونچ گیا۔ اس کی ایک لاکھ فوج میں سے صرف
ایک چوتھائی بچ گئی تھی اور باقی تین راج یا بروایت صاحب کتاب الروضتین
ایک لاکھ میں سے میں ہزار آدمی راستے کے مصائب اور ترکون کی لڑائی کے تندر
ہو گئے۔ اسی مقام پر شاہ فرانس کو اپنی ملکہ ایلینر پر اس کے چچا رمینڈ الی نظام
سے ناجائز تعلق پیدا کر لینے کا شبہ پیدا ہو گیا اور اس امر پر شاہ فرانس اور
اوسکی بیگم میں اس درجہ ناراضی پہلی کہ ملکہ ایلینر اپنے شوہر کو چوڑ کر اپنے چچا رمینڈ
کے پاس چلی گئی اور شادی منسوخ کرانے پر آمادہ ہو گئی بادشاہ کو یہ حرکت اوسکی
ناگوار گزری اوس نے جبراً شب کیوقت اوسکو اپنے لشکر گاہ میں ادھوا منگوا یا
اور مجبورانہ اٹلی سے کوچ کر کے یروشلم میں جا پہونچا۔ یروشلم کے عیسائی
اس کے آنے کو اپنی خوش قسمتی کا فال نیک سمجھ کر محظوظ ہو رہے تھے کہ اس اثناء
میں ہینشاہ جرمنی ہی حکما ہوتا ہوا یروشلم میں داخل ہو گیا عیسائیوں کی مسرت
ان دونوں بادشاہوں کے اکٹھے ہو جانے سے دو چند ہو گئی اور یہ دونوں
بادشاہ گلے مل کر ایک دوسرے کے مصائب پر خوب پہوٹ پہوٹ روئے اور اس
مقدس مقام میں تو یہ ہستخفا کر کے از سر نو عہد و اقرار پیمان کیا اور مسلمانوں کے

(بقیہ فی صفحہ ۵۰)۔ اس ناک میں گئے ہوتے تھے اس پہاڑ پر قابض ہو گئے جسوقت بھلا حقہ حسین خود
شاہ فرانس ہتھان کے سامنے ہو کر گزرا اور انکو اپنی کامیابی کا پورا یقین ہو گیا تو وہ لوگ نذرہ
داند اکبر مارنے ہوئے آئے۔ قیس سرداروں کو جو بادشاہ کے ہر کا بنے ایک ایک کر کے
قتل کر ڈالا۔ بادشاہ تنہا رہ گیا تو وہ کسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر بہاگ نکلا مسلمانوں نے عام
سہا ہی سمجھ کر اسکا نقب دیکھا اور یہہ ہفتان و خیردان اپنی اگلی فوج کے حصہ

برخلاف ہتھیار اٹھانے کی قسمیں کہا مین۔

دمشق پر عیسا یونیکا حملہ بالڈون ثالث جس نے ابتدا ہی سے خونخوار طبیعت

پائی تھی اور اس وقت وہ یروشلم کا بادشاہ تھا اس نے یورپ کے ان دو

عظیم الشان بادشاہوں کے اکٹھے ہو جانے کو اپنی کامیابی کا کافی ذریعہ سمجھ کر اپنے

فتوحات کے وسعت دینے پر تئل گیا اور ایک کونسل منعقد کر کے بعد بحث و مباحثہ

پہلے کر لیا کہ دمشق پر حملہ کر کے اس پر قبضہ حاصل کر لینا چاہئے ان دونوں بادشاہوں

نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور بالڈون کے ہمراہ یروشلم سے روانہ ہو کر

دمشق پر جا اترے۔ دمشق میں ان دونوں امیر معین الدین انز حکومت کر رہا تھا

وہ بھی حملہ آور فوجوں کی آمد سن کر دمشق سے مسلح ہو کر نکلا۔ چہٹی ربیع الاول ۵۴۳ھ

یوم شنبہ سے لڑائی شروع ہو گئی۔ دمشق اندون متواتر حملوں اور آئے دن کے

محاصروں سے نہایت کمزور ہو رہا تھا۔ اوس کے تین طرف مٹی کی شہر پناہ بنی ہوئی

تھی اور ایک طرف باغات تھے جنکے کثرت پر کس قدر اس کو اعتماد تھا۔ عیسا کی فوج

نے اسی طرف سے اوس کا محاصرہ کیا تھا۔

عیسا یون کی امیر اسامہ بن منقذ کتاب الاعتبار میں تحریر کرتا ہے کہ دمشق کی

کی ناکامی فوج میں سلمانوں کے بڑے بڑے مشایخ بھی شریک تھے۔ فقیہہ

امام یوسف فندلاوی مالکی اور شیخ عبدالرحمن حطلول رحمہما اللہ تعالیٰ جو دمشق کے

عہد بدین مشایخ سے شمار کئے جاتے تھے اسی لڑائی میں شہید ہوئے ہیں۔ تاریخ کا

میں لکھا ہے کہ معین الدین اترے فقیہہ موصوف کو لڑائی کے میدان میں دیکھ کر کمر سنبھالی

کیوجہ سے اونکو جنگ کرنے سے روکنا چاہا لیکن فقیہہ موصوف اپنے اوس جوش و

جوہر دیندار کے دل میں مذہب کی حمایت کا ہوتا ہے نہ روک سکے اور قلعہ

سے یہ فقرہ ابر کریمہ ان اللہ اشرف من المومنین الفسہم و امواہم بان ہم المجد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ڈاشرے (بے شک جینے فرخت کیا اور اوس نے مول لیلیا) فرماتے ہوئے
 عیسائیوں کی فوج میں گہس گئے اور وہیں لڑ کر شہید ہو گئے۔ اس کے بعد ایک
 بہت بڑی خوشنک لڑائی ہوئی اور عیسائی فوجین میدانِ اختر تک پہنچی
 چلی آئیں دمشق کی فوجین کی تعداد کیوجہ سے اونکو نہ روک سکیں۔ چونکہ
 عیسائیوں کو اپنی کثرت تعداد پر اعتماد تھا اسوجہ سے ایدہر وہ لڑائی میں ہستی
 کرنے لگے اور اود ہر معین الدین نے سیف الدین غازی کو عیسائی فوج
 کے آنے کی خبر دیدی اور اوس سے امداد طلب کی سیف الدین غازی اپنا
 جری لشکر لے ہوئے دمشق کی طرف روانہ ہوا اور سلطان بلور الدین محمود
 دوسری طرف سے یہ واقعہ سنکر جمص میں اپنے بھائی سے آ ملا۔ یہیں سے
 دو لوزن بھائیوں نے پہلے عیسائی کروسیڈ روں اور شام کے عیسائیوں کو
 اپنی رُخوتے رسطوں سے ڈرایا بعدہ معین الدین کو یہ لکھ بھیجا کہ ”میں اپنے ہمراہ
 ایک خوشخو اسلح فوج لاسکتا ہوں اور ایک محظہ میں عیسائیوں کو سز میں دمشق
 سے نکال سکتا ہوں لیکن دمشق میرے حکام کے قبضہ میں نہیں ہے اگر خدا خواستہ
 نہر بہت نصیب دشمنان ہوئی تو بوجہ دوری ہم جانبہ نہوسکیں گے اور عیسائی
 بخدشہ دمشق پر قبضہ کر لینے اسوجہ سے اگر تنکو ہماری امداد کی ضرورت ہے
 اور تم عیسائیوں کو اپنے ملک سے دور کیا جاتے ہو تو دمشق میں کسی ایسے شخص
 حاکم بناؤ کہ جسپر مکوا اعتماد ہو ہم اس امر پر حلف لے سکتے ہیں کہ کامیابی کے بعد
 دمشق میں ایک محظہ ہی نہ بھرینگے“ معین الدین نے اس خط کا جواب کچھ لکھا
 لیکن اس سے اوس نے خاطر خواہ فائدہ اوٹھالیا اور عیسائی کروسیڈ روں کو
 یہ لکھ بھیجا کہ ”تمہاری خبریت اسی میں ہے کہ تم فوراً دمشق سے کوچ کر جاؤ
 ورنہ صبح ستام میں سلطان الشرق (سیف الدین) اپنا ایسا لشکر لے

آ رہا ہے کہ جس کے مقابلہ کی تمہیں تاب نہیں ہے۔ اور ایک سفارت شام کے عیسائیوں کے پاس اس ضمنوں کا پہنچا کہ تم لوگ دو بلاؤں میں مبتلا ہو اگر ان عیسائی خباہتوں نے دمشق پر قبضہ حاصل کر لیا تو یہی تم اپنے ممالک کی خیر نہ جاننا وہ تمہارے مقبوضہ پر حملہ کرینگے اور اگر مینے دمشق کو سیف الدین غازی کے سپرد کر دیا تو تم خوب چہی طرح سے یہ یاد رکھنا کہ تم لوگ ایک یسویت مقدس پر قبضہ حاصل کرنے سے نہ روک سکو گے مناسب یہی ہے کہ تم اپنے ہم قوم کو بچھا بچھا کر دمشق سے ہٹا لو یا یہ کہ تم ہمارے ہم صیغہ ہو جاؤ، شام کے عیسائیوں کو عین الدین کی اس سفارت سے بہت زیادہ خوف پیدا ہوا اور انہوں نے یہی سیف الدین غازی کی خارہ شگاف تلوار اور چڑا رنج ڈر کر یا منت خوشامد دمشق کو سیڈرو نکو واپس بلالیا۔ عیسائی مورخ اس بے نیل مرام واپس ہونے کو عیسائی امرا کے باہمی نزاعات اور ضد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کروسیڈرون اس واقعہ کے بعد ان صلیب برداروں نے عسقلان کا محاصرہ کی مراجعت کرنے اور اوس پر قبضہ حاصل کرنے کا مشورہ کیا مگر وہ بھی پورا نہ ہو سکا۔ مجبور ہو کر پہلے تو شہنشاہ جرمنی یورپ کو لوٹ گیا اور بعد اس کے شاہ فرانس جذبے فلسطین میں رہ کر ۱۲۹۱ء میں اپنا سامنہ لیکر واپس ہو گیا یہ دوسرا کروسیڈ تھا یہ بھی جیسا جوش اور سرگرمی سے شروع ہوا تھا اوس سے بہت زیادہ ناکامی اور تباہی پر خود بخود ختم ہو گیا اور پھر سبقت سے تیسرے کروسیڈ کی یورپ میں تحریک ہونے لگی جس کے جوش سیلاب کو سلطان صلاح الدین و عظم نے فرو کیا ہے۔

فدش کی گرفتاری یورپ کے عیسائی کروسیڈروں کے ایک فتنہ والی طلبہ لہ ناد جو تلاش اور فتنے کے نام کی محنت نہیں ہوتی اسکا دار اپنے کروسیڈ میں آجاتا اور اس نے طرابلس کو مسلمانوں سے بچ لیا تھا۔

(اندلس) کا لڑکا تھا وہ خوشی سے ناکامی کے ساتھ دابیں ہو کر نامراد یورپ جانے کو
 ناپسند کر کے حصن عزمیہ پر جا لڑا اور اوسکو قلعہ (ریمنڈ کونٹ آف ٹیول) والی
 طرابلس سے فتح کر کے طرابلس کے طرف بڑھنے کا قصد کیا قلعہ اس قلعہ کے چلے جانے سے
 سخت متروہ ہوا اور اوس نے اس کے شر سے بچنے کی یہ تدبیر نکالی کہ اوس نے سلطان محمد
 کو لکھ بھیجا کہ ”آپ حصن عزمیہ کو فتح کر لیجئے میں کچھ معزز ہنر نگا میرے دلی میں
 اوسکی ہمدی ذرہ بہر بھی نہیں ہے“ سلطان اون دنوں جبلک میں عیسیٰ بن
 والی مشق سے ملنے کو گیا تھا قلعہ کا یہ پیام اوسکو وہیں ملا اوس نے عیسیٰ بن انر کو
 بھی ہم حصن عزمیہ کے لئے تیار کر لیا اور اوسکو معہ اوس کے فوج کے اپنے ہمراہ لے ہو کر
 حصن عزمیہ کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اور روانگی کی وقت ایک خط اپنے بھائی سیف بن
 غازی کے پاس بھیج دیا۔ سیف الدین غازی خود تو اس ہم پر نہ آیا لیکن اس نے
 ایک کثیر التعداد فوج بسر گرد ہی امیر عزالدین ابوبکر والی جزیرہ ابن عمر روانہ کر دیا
 اتفاق وقت سے یہ کل اسلامی جنگ آفر فوجیں یکے بعد دیگرے ایک دو روز
 کے مدت میں حصن عزمیہ پر پہنچ گئیں۔ اور نہایت تیزی اور ہوشیاری سے اوسکا
 محاصرہ کر کے لڑائی شروع کر دی۔ اسلامی فوجیں قلعہ کی فصیلوں پر چڑھنے کی
 کوششیں کرتی تھیں مگر عیسائی تیر انداز اون کو قریب آئے دیتے تھے چار روز
 تک لڑائی اسی صورت سے جاری رہی پانچویں روز سلطان نے شرننگ کے
 ذریعے قلعہ کی جنوبی دیوار توڑ ڈالا اور سلطان نورالدین کے ہمراہ تکبیر بن کہتے
 ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ عیسائیوں کو جب تکبیر پنی کامیابی پر کچھ بہرہ ملا
 اسوقت تک برابر مقابلہ پر تھے کہ جب اونکی مایوسانہ کوششوں نے اونکو
 نامیدی کا جواب دیدیا تو انہوں نے مجبور ہو کر مابین طلب کین اور اپنے
 آپ کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔ علامہ ابو یعلیٰ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حصن عزمیہ

کے موجودہ عیسائی لشکر کا زیادہ حصہ اس محرکہ میں آگیا اور جو باقی رہ گئے تھے وہ گرفتار کر لئے گئے پچھلے اون کے خود فتنش والی طلبہ کا لڑکا تھا۔ سلطان نور الدین محمود نے کامیابی کے بعد عیسائی قیدیوں اور مال غنیمت کو امیر غزالدین ابوبکر کے ہمراہ اپنے بہائی سیف الدین غازی کے پاس حمص میں بھیج دیا اور خود ابن فتنش کو معہ اسکی لڑکے گرفتار کر کے ہو حکیم طرف لوٹ کھڑا ہوا اور واپسی کی وقت مقامات باسوطا اور ہابہ پر اس کے باشندوں اور حکام نے بخوشی و امان اس کو قبضہ دے دیا۔

عیسائیوں کی بغاوت اسی زمانہ میں شامی عیسائی یورپ کے کروید گھون کا زور شور سے کر رہے تھے۔ سکر صوبہ اعزاز کے باشندوں کی طرح بغاوت پر مکر بستہ ہوئے اور اپنے گئے ہوئے مالک پر قبضہ حاصل کر لینے کے عوض سے امن و آرام کی زندگی تلخ کرنے لگے۔ تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کو بعد شہادت زنگی بہہ خیال پیدا ہوا کہ زنگی تو شہید ہو گیا ہے اور اس کے لڑکوں میں نہنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ ایسی حالت میں کسی اور زمانہ کا اشتقاق کرنا بالکل نامناسب ہے۔ اسوجہ سے انہوں نے ہر مقام پر بلوا شروع کر دیا تھا۔ لیکن سلطان نور الدین محمود کی تازہ کوششوں نے انکو خوب خوب زکین دین اور انکو اولی سر تابی اور بغاوت کی بہت اچھی سزا دی ایک ہی وقت میں ارتاج۔ مابولہ۔ بصرہ۔ قوت۔ کفر۔ لانا میں عام بغاوت پھیلی ہوئی تھی اور وہ ان چاروں مقامات کے سلامی غوجوں کا افسر علی بناسرا اور انکو لڑا رہا تھا۔ کبھی تو وہ ارتاج کے حملہ اور فرج کے ساتھ ملکر شہر پناہ کے ٹوٹنے میں مصروف نظر آتا تھا اور کیوقت مابولہ سے باقی عیسائیوں کے نکالنے میں کوششیں کرتا تھا اور بعد مدت کیوقت بصرہ قوت اور کفر لانا پر حملہ کر کے باغیوں کے مجمع کو منتشر اور پریشان کرتا تھا۔ اسکے انہیں

قابل قدر کوششوں اور سعی نے نہایت جلد عیسائیوں کے بلوے کو فرو کر دیا اور ان چاروں مقامات سے فتنہ و فساد کو چند روز کے لئے ایسا رفع کر دیا کہ عیسائی مدتوں اوس کے نام کو بہولے رہے۔

عیسائی کونسل کل بدیتجہ اس کے ایک سال کے بعد پیر عیسائیوں میں پورے پیدا ہوئی اور انہوں نے آئندہ خوزیری کا دروازہ مفتوح کر کے نور الدین کے سلسلہ فتوحات کے روک تھام کے غرض سے ۳۵۴ھ مقام بصرے (بقرے) میں ایک کونسل منعقد کیا اور اوس میں بعد بحث و تکرار یہ طے کر لیا کہ کل شامی عیسائی ایکجا ہو کر پہلے حلب کے مقامات پر حملہ کریں جب نور الدین ہمارے مقابلہ پر آئے تو ایک حصہ اوسکا مقابلہ کرے اور دوسرا حصہ فوج کا دوسرا اسلامی شہروں کی طرف بڑھ جائے۔ نور الدین محمود ایسی حالت میں کیسی طرح ہمارا مقابلہ کر سکے گا لیکن سلطان نور الدین محمود کو اوس کے جاسوسوں نے عیسائیوں کے اس صلح اور مشورہ سے آگاہ کر دیا اوس نے بلا توقف حلب سے اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیدیا اور عیسائیوں کی روانگی سے پہلے خود اون کے سروپر پہنچ کر لڑائی میں مصروف ہو گیا۔ عیسائی بلوائی جو اطراف و جوانب سے بطح ملک گیری مجتمع ہو رہے تھے وہ سب کے سب منتشر و پریشان ہو گئے اور انکو اونکی کوششوں اور اتفاق و مشورہ نے کچھ نفع نہ پہنچایا بلکہ وہ کمال بے سروسامانی سے بحال پریشان میدان جنگ سے بہاگ کھڑے ہوئے۔ تاریخ کامل میں لکھلہ ہے کہ اس سحر کہ میں بیشمار عیسائی مارے گئے اور ان کے نامی نامی سرداروں کا ایک گروہ گرفتار کر لیا گیا اس واقعہ سے جانبر ہونے والے عیسائیوں کی تعداد نہایت قلیل تھی سلطان نور الدین محمود نے کامیابی کے بعد دوبار بغداد اور اپنے بہائی سیف الدین غازی اور سلطان

مسعود سجوتی کے پاس بھی مال غنیمت اور قیدیوں کے حصص بھیجے تھے شعراء نے اس فحیابی کی تہنیت میں قصاید لکھے بجلہ اون کے قیصرانی کا قصیدہ جو اسے دربار کا خاص شاعر تھا بہت مشہور و معروف ہے۔

سلطان نور الدین اس واقعہ کے بعد چندے او سکوی اپنے اس سلسلہ اور قطب الدین اندرونی معاملات میں دست اندازی کی او سکوی ضرورت ہوئی کیونکہ ۵۵۴ھ میں سیف الدین غازی والی موصل والی مار دین کی بیجا پیش قدمی سے بلاد مار دین پر چڑھ گیا تھا اور اس کے چند مقامات پر قبضہ حاصل کر کے بمصالح موصل کو لوٹا آ رہا تھا اتفاق سے اثناء راہ میں علیل ہو گیا اور موصل پہنچ کر ایک کسین لڑکا چوڑ کر گیا تھا۔ جمال الدین وزیر اور زین الدین قلعہ دار موصل نے متفق ہو کر اس کے بہائی قطب الدین کو بجائے سیف الدین کے موصل کا حاکم بنالیا تھا اور سلطان نور الدین اندلون مشام میں ہٹا اور اظہار کیا کہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا اسی اثناء میں عبدالملک المقدم حاکم قلعہ سجارت نے ملک و مال کی ابترا ظاہر کر کے موصل پر قبضہ کر لینے کی تحریک کی اور علاوہ اس کے اکثر افراد دربار سیف الدین غازی قطب الدین سے بد دل ہو کر اسکی حکومت پر رضامندی ظاہر کر رہے تھے سلطان نور الدین محمود بنظر انجام دینی لیے شتر خصوصاً اور کو جنین ہمد الدین شیر کوہ اور مجد الدین ابوبکر ابن الدایہ بھی تھے ہمراہ لیکر براہ حجاز موصل کو روانہ ہو گیا۔ یہہ جبوقت مقام ماکسین میں پہنچا تھا او وقت بہت شدت سے بارش ہو رہی تھی اس کے ہمراہی اس سے پیچھے رہ گئے تھے یہہ صرف چہ سواروں کے ہمراہ ماکسین میں داخل ہوا ماکسین کے پولیس اسکو پہچانا اور معمولی لشکر ترکمانی بھیکر شحمہ ماکسین کے پاس

اطلاع دہی کے غرض سے گئے پولیس والے اپنے افسر سے پوری رپورٹ کرنے
پائے تھے کہ سلطان نور الدین محمود دارالشحنہ میں جا پہنچا شحنہ ماکسیٹج اوسکو
دیکھ کر آداب شاہی کے موافق سلام کیا اور دست بوسی کر کے علیحدہ کھڑا ہو گیا
رات بہرہیم دارالشحنہ میں ٹہرا رہا جب دوسرے روز اس کے بقیہ ہمراہی آئے
تو ان کو اپنے ہمراہ لیکر سبھا کر روانہ ہوا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے
عبدالملک المقدم سبھا میں اپنے لڑکے شمس الدین محمد کو چھوڑ کر موصل کو روانہ
ہو گیا تھا اور روانگی کے وقت یہ کہہ گیا تھا کہ ”اگر سلطان نور الدین محمود
میرے بعد تشریف لائیں تو مجھ کو چپکے اطلاع دیدینا“ شمس الدین محمد نے
اس کے پہنچتے ہی دو سواروں کو اپنے باپ کے واپس لانے کو روانہ کر دیا
چنانچہ عبدالملک المقدم تل یعفر سے موصل کے قریب پہنچ کر واپس آیا اور
سلطان نور الدین محمود کی حکومت کو جسے وہ مدون سے تسلیم کر چکا تھا
بظاہر ہی مان لیا۔ قطب الدین کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنا لشکر
لے ہوئے موصل سے نکلا اور تل یعفر پر پہنچ کر بارادہ جنگ بھر گیا سلطان
نور الدین محمود نے اس خدشہ کو پیش نظر کر کے فخر الدین قرا ارسلان الی حسن
پہلے سے بلا بھیجا تھا اور وہ ہمہ اپنے لشکر کے اس کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔
ہنوز لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی لیکن درمیانوں نے دونوں بہائیوں
میں خاصی ناچاقی پیدا کر دی تھی خط و کتابت کے سلسلے جاری تھے جلال الدین
وزیر جو اس خاندان کا دلی بھی خواہ تھا اور جس نے بعد شہادت اناک زنگی
اس خاندان کو ملک الہرسلان کے ہاتھوں بربادی سے بچایا تھا وہ اس لڑائی کا
سخن مخالف تھا لیکن کسی مصلحت سے اس وقت تک خاموشی کے آنکھوں سے
ان معاملات کو دیکھ رہا تھا جب طرفین کی نامافہمان حد سے تجاوز ہوئی

نظر آئیں تو اوس نے قطب الدین کو ایک روز تنہائی میں سمجھایا اور یہہ راہ دی کہ بالفعل قریب مصلحت یہہ ہے کہ حمص سلطان نور الدین محمود کو دے دیا جائے اور بجائے اوس کے سنجار لے لیا جائے کیونکہ ایک تو حمص کی سرحد عیسائیوں کے ملک سے ملی ہوئی ہے آئے دن ایک نہ ایک جھگڑا اڑھتا رہتا ہے اور ہمیں اونکی مدافعت کی قوت نہیں ہے اور دوسرے یہہ ہے کہ وہ ہی آپ کے بہائی اور بڑے بہائی ہیں اون سے لڑنا بالکل نامناسب ہے قطب الدین نے جمال الدین وزیر کی یہہ رائے پسند کر لی اور دوسرے روز صبح ہوتے ہی تنہا سلطان نور الدین محمود کے پاس چلا گیا سلطان نے اسکو اپنے گلے سے لگا لیا اور اسکی خواہش کے موافق حمص و رجبہ سے سنجار کا تبادلہ کر لیا۔ اگلے دن سلطان نور الدین محمود اپنے بزرگ باپ شہید اٹابک کے وقت کے خزائن و اسباب سنجار سے لیکر حلب کو چلا گیا اور قطب الدین نے سنجار کو زین الدین کے سپرد کر دیا اسوجہ سے کہ حمص اس کے بہائی کی جاگیر میں تھا۔

جنگ الظاکیہ انہیں معاملات کے اشارہ میں پرنس الظاکیہ باغچہ سواروں کی جمعیت سے مصافات حلب کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا سلطان نور الدین محمود جب حلب میں پہونچا اور اس امر کی اوسکو اطلاع ہوئی تو اوس نے پہلے امیر عیسیٰ الدین والی دمشق کو طلبی کا خط لکھا بعدہ خود تین ہزار سواروں کے ہمراہ حلب سے نکل کھڑا ہوا اور امیر معین الدین اپنی طرف سے مجاہد الدین بزان کو ایک ہزار فوج کے ساتھ دمشق سے روانہ کر کے خود بغرض حفاظت حوران کی طرف چلا گیا عیسائی اور اسلامی فوجوں کا مقام آتب میں یوم چپار شنبہ اکیسویں صفر ۷۵۴ھ کو مقابلہ ہو گیا سلطان نور الدین محمود بذاتہ اس لڑائی میں ایک جانب زباہی کی طرح

جنگ کر رہا تھا اور بایں ہمہ اپنے پورے لشکر کی افسری ہی کرتا جاتا تھا۔

پرنس انطاکیہ کا مارا جانا ابن ابی طے لکھتا ہے کہ اسکا نامی سپہ سالار سعد الدین شیرکوہ نے اس معرکہ میں بہت بڑی جو انفرادی کی بہت اپنی

صف سے شیر نر کی طرح نکلا اور عیسائیوں کی صفیں بہاڑتا ہوا صلیبی نشان کے پاس پہنچ کر ایک ہی دار سے اوس پادری کو مار ڈالا جس کے ہاتھ میں صلیب تھا بعد ازاں اوس نے خود پرنس انطاکیہ پر حملہ کر کے اوسکو تہ تیغ کیا اور اوس کے ساتھ ہی کئی نامی نامی عیسائی سپہ داروں کو کاٹ ڈالا جب عیسائی سپاہیوں نے اوسکو چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار کرنا چاہا تو وہ پیراؤنگی صفوں کو بہاڑتا اور اون کو مارتا ہوا نکل آیا۔ عیسائی فوج میں اس واقعہ سے گھبرائیں اور نہایت بے سروسامانی سے میدان جنگ سے پسپا ہو کر بہاگین مسلمانوں نے اون کا کچھ دُور تک تعاقب کیا اور سلطان نور الدین محمود نے انطاکیہ کے دروازہ پر پہنچ کر اپنا نیزہ گاڑ دیا انطاکیہ پہلے ہی سے اپنی حفاظت کرنا لوگوں سے خالی ہو چکی تھی اوس میں سوائے معمولی رعایا اور تجارت پیشہ عیسائیوں کے اور کوئی نہ رہ گیا تھا اوہوں نے فتح نصیب سلطان سے مہلت مانگی اوس نے کمال رحم دلی اور خذہ پیشانی سے اہل انطاکیہ کو ایسی حالت میں اون کے خواہش کے مطابق مہلت دیدی جبکہ وہ بے یار ویاور ہو رہے تھے۔

دوسرے پرنس کی گرفتاری پرنس انطاکیہ کے مارے جانے کے بعد اوس کے نسل سے ایک کم سن لڑکا بے سند نامی موجود تھا لیکن کسی

کیوجہ سے وہ اپنے ملک و لشکر کو نہ تو سنبھال سکتا تھا اور نہ مسلمانوں سے صلیبی لڑائی لڑنے کا قابل تھا اسوجہ سے پرنس انطاکیہ کے بیوہ بی بی نے ایک دوسرے پرنس سے عقد کر کے اوسکو انطاکیہ کے ملکی اور جنگی محکموں کی افسری دیدی۔

یہ پرس بظاہر اپنے خونخوار ارادوں سے نہایت سخت جنگجو نظر آ رہا تھا لیکن ابتدائی
میں سلطان نورالدین محمود سے اوچھکراپنی متناؤں کا خون کر بیٹھا۔ سلطان نے
اسکو نہایت ناکامی سے پساکیا اور پہلے وقت اسکو خود سلطان نے گرفتار کر لیا۔
اس کے بعد بھینڈ تخت انطاکیہ پر بیٹھا اور وہ ۵۵۹ء تک حکومت پذیر رہا۔ لکن
مہم مارم میں اسکو بھی سلطان نورالدین محمود نے ایک لڑائی میں گرفتار کر لیا۔
جیسا کہ آئندہ ہم مفصل بیان کریں گے۔

والی دمشق کی
بد عہدی اور
نورالدین پہلا حملہ

اس کے واقعہ کے بعد پیر عیسائیوں نے اطراف اعمال
حورانہ میں بغاوت شروع کی دن دھاڑے مسلمانوں کو
قتل و غارت کرنے لگے۔ ان کے مال اسباب کوٹ
لیتے تھے ان کی عورتوں بچوں کو گرفتار کر کے ہمیشہ ہمیشہ کی آزادی اور پاک
مذہب اسلام سے محروم کر دیتے تھے سلطان نورالدین محمود کے کانوں تک جب
یہ خبر وحشت اثر پہنچی تو اوس نے پہلے ان کو اپنے خوفناک ارادے ڈرایا
لیکن جب وہ اپنی حوالت سے باز نہ آئے تو اوس نے انکی سرکوبی کا ارادہ
کر کے معمول کے موافق والی دمشق سے ایک ہزار سواروں کو معہ ان کے سپہ سالار
کے طلب کیا۔ یہاں والی دمشق کے مرنے سے دمشق کا انتظام بجا بتر ہو رہا تھا
نہ تو جدید حاکم بن عہد و اقرار کی پابندی تھی اور نہ اوس میں قومی ہمدردی
باقی رہی تھی بلکہ وقتاً فوقتاً عیبہ اپنی ناجھریہ کاری کم فہمی سے عیسائیوں سے
سازش کر لیتا تھا جس سے یہ تو متوقع نہ ہو سکتا تھا اور وہ خاص طور اسکی
سازش سے فائدہ اٹھالیتے تھے شاید اوس نے عیسائیوں کے بہرہ پر
سلطان نورالدین محمود کے حکم کی تعمیل نہ کی سلطان نورالدین محمود کو جو سلطان
امراء کی نا اتفاقی دور کرنے اور ایک سلامی پر شوکت قوت بنائیکے عرض سے

بیدار کیا گیا ہوتا جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی فوج کو دو حصہ کر کے ایک حصہ کو بصرہ گروہی اسد الدین شیر کوہ اطراف حورانہ کو روانہ کیا اور خود ایک حصہ کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے بقصد دمشق۔ مرج یوس میں جا اور اس کے لشکر کا کچھ حصہ مقام یعفور میں ٹھہرا رہا۔ دو دن کے بعد مرج یوس سے روانہ ہو کر بعلبک میں جا پہنچا بعلبک اور اس کے اطراف میں ایک مدت سے پانی نہ برسے کیوجہ سے قحط پڑا ہوا تھا۔ اتفاق وقت سے بعلبک میں آبی دن بارش ہوئی جسروز یہ عادل سلطان داخل ہوا تھا۔ بعلبک والوں نے اس کی نشرین آوری کو نزول رحمت کا باعث سمجھا اسکی ترقی دولت و حکومت و نصرت کی دعائیں مانگیں۔ ایک روز وہ یہاں ٹھہرا رہا دوسرے روز صبح بعلبک سے اوٹھ کر ۲۰ ذیحجہ ۵۸۵ھ کو جسبر خشب پر جا کر سقیم ہو گیا جہاں کہ دمشق کی اکثر جماعت جو حین ٹھہرا کرتی تھیں۔

مصاحت والی دمشق جسکو عیسائی امراء سے سازش پر ناز تھا اس کے پہنچنے سے بے سمجھے ہوئے اس کے پاس ایک خط روانہ کیا جسکا مضمون یہ تھا ”ہمارے تمہارے معاملات کا سوائے تلوار کے اور کوئی چیز فیصلہ نہیں کر سکتی“ ”تمہیں جو تمہارے ملک کا ارادہ کیا ہے ہماری تلوار میں وہی ہیں جو کہ“ ”وہ عیسائیوں کی ہیں ہم تم کو وہیں تلواروں سے دفع کریں گے اور“ ”وہ انہیں کے نوک دار نیز دن سے تمہارا استقبال کریں گے تمکو ہم سے“ ”وہ سوائے ہزیمت کے اور کچھ حاصل نہو گا بہتر ہوگا کہ تم اولے پاؤں“ ”وہ واپس چلے جاؤ۔“

سلطان نور الدین اس خط کو دیکھ کر عجب برہم ہوا لیکن پروس لٹاز راہ نقل و علم یہ کہلا بھیجا کہ تم خود یا اپنے کسی معتمد امیر کو ہمارے پاس بھیج دیا ہے

مہتا سے ابھی صفائی ہوئی جاتی ہے۔ مجیر الدین والی دمشق نے پہر بھی پہنچا اب
 لکھنہ ساجا تب سلطان نور الدین نے برہم ہو کر دمشق پر حملہ کرنے کا حکم دیا جس وقت
 اسکا لشکر اپنے غارہ شکاف نيزون کو لئے ہوئے دمشق کے شہر پناہ کے دیواروں
 کے نیچے نظر آیا اور عیسائیوں نے والی دمشق کو کچھ بھی مدد نہ پہنچائی اور وقت
 اوس نے صلح کا پیام بھیجا سلطان نور الدین نے مصلحتاً پہلی محرم الحرام ۶۴۵ھ
 اس شرط پر صلح کر کے حلب کو لوٹ کھڑا ہوا کہ جامع دمشق میں خلیفہ اور سلطان
 کے نام کے بعد خطبوں میں نور الدین محمود کا نام پڑھا جائے اور سکے پر بھی
 اسکا نام ہے فوجی افسر نور الدین محمود کے منظور سی سے مقرر ہوا کرینگے
 اور مالی انتظامات مجیر الدین کے قبضہ میں رہیں گے۔

جنگ فامیا نور الدین محمود دمشق سے واپس ہو کر حلب میں پہنچا اور
 ایک ہفتہ تک قیام پذیر رہا جب اوسکا نامی سپہ سالار شیر کوہ اطراف حوران
 سے واپس آگیا تو اوس نے قلعہ فامیا کا قصد کیا یہ قلعہ ایک اونچی پہاڑی پر
 حماہ سے سو منزل پر واقع تھا۔ اسکی فصیلین نہایت مضبوط تھیں عیسائی فوجیں
 جو اس میں مقیم رہتی تھیں وہ اکثر حماہ اور شیرز کے سرحدی بلاد پر اوس وقت
 شخون مارا کرتی تھیں جس وقت وہ مقامات اپنے معاونین سے خالی ہو جاتے
 تھے سلطان نور الدین نے چار ہزار کی جمعیت سے اسکا شرقی جانب سے
 اور شیر کوہ نے تین ہزار فوج سے غربی جانب سے محاصرہ کیا فامیا عیسائی
 فوجین قلعہ کے جنوبی دروازہ سے ٹکلیں اور پہاڑ کے تنگ دروں سے
 گزر کر مسلمانوں کے اوس لشکر پر حملہ کیا جسکا افسر اعلیٰ نور الدین محمود
 نور الدین محمود نے اپنے حریف مقابل کے حملوں کا نہایت مستعدگی جواب
 دینا شروع کیا جب لڑائی کا شور و غل زیادہ ہوا اور شیر کوہ کو اس کی

اطلاع ہوئی تو اوس نے ان کے مقابلہ کی کوشش نہ کی اور نہ اوس نے اپنے مقام کو چھوڑنا پسند کیا بلکہ اوس نے اپنی فوج کے ایک حصہ (ہیمنہ) کو بھیج کر قلعہ کے جنوبی دروازہ کو گھیر لیا۔ شام کے وقت جب عیسائی فوجیں نورا الدین کے لشکر سے نہریمیت اوٹھا کر میدان جنگ سے بہاگین اور جنوبی دروازہ سے قلعہ میں داخل ہونے کے ارادہ سے پہاڑ کی چڑھائی سے اوتر رہی تھیں اس وقت شیر کوہ نے بھی ایک حملہ کر دیا۔ عیسائی فوجوں پر تین طرف کی لڑائی نے زلیست کا دائرہ تنگ کر دیا بہاگنے اور چہینے کو کوئی جگہ نہ ملتی تھی اور نہ انکو قلعہ کی بقیہ فوجیں کچھ مدد پہونچا سکتی تھیں مجبور ہو کر جو کچھ کشت و خون سے بچ رہے تھے اوہوں نے اپنے اپنے ہتھیار رکھ دیے اور امان کے خواہشگار ہوئے۔ مسلمانوں نے ادن کو اپنی حفاظت میں لیلیا اور محاصرہ بدستور جاری رکھا۔

عیسائی مقتولوں کی تعداد اس لڑائی میں عیسائی زخمی اور مقتولوں کی تعداد دو ہزار چار سو بیان کیجاتی ہے اس تعداد میں وہ بھی شریک ہیں جو راستہ کی تنگی سے پہاڑ کی چوٹی سے اثناء لڑائی میں گر کر مر گئے تھے۔ اور اسقدر وہ لوگ بھی تھے جنکو مسلمانوں نے قید کر لیا تھا اور پھر بعد چندے اپنی رحمدلی سے ادن کو چلے جانے کی اجازت دیدیا تھا۔ مسلمانوں میں سے بیس شہید اور پندرہ زخمی ہوئے تھے۔

فتح قامیا فامیا کی محصور عیسائی فوجوں نے اپنی ناکامی کا یقین کر کے شام کے عسائیوں سے امداد طلب کیا اور ایام گزاری کے لحاظ سے مصاحت کی گفتگو بھی پیش کی لیکن نورا الدین محمود ادن کی اس کارروائی کو تاڑ کر صلح کرنے سے صاف انکار کر گیا اور یہ کہل ہیجا کہ میں حکمو ایک شب سے

زیادہ مہلت نہیں دے سکتا تمکو جو کچھ انتظام کرنا ہو کر لو میں کلمہ مسیح تم پر حملہ کر دے گا۔
حاکم قلعہ بیہ سُنکر چارنا چار لڑائی پر مستعد ہوا صبح ہوتے ہی مسلمانوں نے
تین طرف سے قلعہ پر حملہ کیا دو پہر نہ ہونے پائی تھی کہ نہایت کامیابی سے اور
فتح کر لیا۔ سلطان نور الدین نے خود اپنے ہاتھ سے قلعہ کے برج پر اسلامی جھنڈا لگا دیا
اور شام کے عیسائی فوج کا منتظر رہا جو اہل فامیہ کی مدد کو آ رہی تھیں۔

نور الدین اور شامی عیسائی
بعد فامیہ کے قریب پہنچیں تھیں اور فتح فامیہ کا حال
سُنکر واپس ہونا چاہتی تھیں لیکن شیر کوہ کی مستعدی اور سلطان نور الدین
کی بیدار مغزی سے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا سہم نہ ہو گیا آٹے کو تو
آئین مگر جانہ سکتی تھیں وہ ہر پہلو سے بھیکہ و حوالہ لڑائی کو ٹالنا چاہتی تھیں
اور شیر کوہ اون کی راہ روکے ہوئے لڑائی پر آمادہ ہوتا چوتھے روز محبو ہو کر
اونہوں نے سلطان نور الدین کے پاس شیر کوہ سے چمپا کر صلح کا پیام بھیجا سلطان
نور الدین نے اپنے اراکین دولت سے مشورہ کر کے عیسائیوں سے کچھ زرتاواں
لیکر دوبرس کے لئے صلح کر لیا۔

نور الدین محمود اور جو سلن ثانی
ان عیسائیوں سے ایک سو وقت صلح ہو جانے کی وجہ
سے بظاہر نور الدین کو فارغ البالی ہو گئی تھی اور
اوسکو کچھ کام نہ رہتا لیکن اوسکی آنکھوں میں جو سلن ثانی کا اسم
میں مسلمانوں کی غفلت سے بچکر نکل جانا اور پہر اوسکا بلاد اسلامیہ بوقتاً
فوقاً حملہ کرنا کانٹا سا کہنک رہا تھا وہ درحقیقت اسکی سرکوبی اور انسداد
سے غافل نہ تھا اسوقت جب کہ مسلمان امیروں کے باہمی جھگڑوں سے
بظاہر فراغت ہو گئی اور چند دنوں کے لئے وہ انطاکیہ کے عیسائیوں سے بھی

بشر سے بیفکر ہوا تب اوس نے حلب کے شمالی حصہ کو عیسائیوں سے صاف
 کرنے کی کوشش کی اسے طر ف جو سلن ثانی کی سرحد اوس کے ملک سے
 ملی ہوئی تھی اس نے پہلے اپنی فوج کو معقول طور سے مرتب اور کامل طریقے
 سے مسلح کر کے جہاد کا اعلان کیا بعد ازاں حلب سے نکل کر اوس کے شمالی
 سرحد سے گذرتا ہوا بلاد جو سلن بین جاو ترا اور اوس سے کھلے میدان
 جدال و قتال میں مصروف ہو گیا۔ جو سلن ثانی کے لشکر میں درپردہ
 انظار کیہ کی بہی فوجیں اور شام کے عیسائی کروسیڈروں کی جاعتیں
 بھی شامل تھیں۔ دو مہینہ تک برابر مسلمانوں اور عیسائی فوجوں سے
 گھمسا م لڑائی ہوتی رہی سب سے آخری لڑائی میں جو ایک حالت دو شہنا
 روز جاری رہی تھی کمی تعداد کی وجہ سے مسلمانوں کے پاؤں اوکھڑ گئے
 سلطان لوزال دین نے ہر چند اونکو سنبھالنا چاہا مگر نہر میت یافتہ
 فوج نہ سنبھل سکی مجبور ہو کر یہہ معاہدے اپنے چند مصاحبوں کے ایک ٹیلہ پر
 چڑھ گیا جس وقت عیسائی اون کے تعاقب سے واپس ہوئے اس وقت
 اوس نے اون پر حملہ کر کے تھوڑی دیر کے لئے بازار کارزار گرم کر دیا لیکن
 اوسکی تازہ کوششوں نے کچھ فائدہ نہ پہونچا یا وہ پسپا ہو کر حلب کو رہیں
 چلا آیا۔ یہہ پہلا موقع ہے کہ اسکو عیسائیوں کے مقابلہ میں فوج کی کم ہمتی سے ہتھ
 اوٹھانی پڑی اس لڑائی میں عیسائیوں نے اس کے سلاح دار کو گرفتار کر لیا تھا
 جسکو جو سلن نے معاہدے اوسکی زرہ کے ملک سمود بن قلع ارسان والی قونیہ کے
 پاس بھیج دیا تھا اور یہہ کہلا بھیجا کہ ”یہ تمہارے داماد کا سلاح دار اور یہہ
 اوسکی زرہ ہے اسکے بعد میں عفریب اتابک (لوزال دین) کو بھی گرفتار کرو گے
 تمہارے پاس بھیج دیتا ہوں“

جوسلن کی گرفتاری

اس واقعہ کے بعد نور الدین محمود تو اپنی طاقت کے بڑھانے اور عیسائیوں سے بدلہ لینے کی فکر میں آلات حرب اور لشکر جمع کر رہا تھا اور جوسلن ثانی سرحدی مسلمانوں کو آئے دن پریشان اور ان کے آباد شہروں کو ویران کر رہا تھا۔ ایک روز اتفاق نے جس وقت یہہ کامل طور سے مسلح ہو کر سہ بارہ اعزاز کے چہڑائے کو جا رہا تھا نور الدین محمود سے اس کا مقابلہ ہو گیا۔ فریقین نہایت تیزی سے اپنی اپنی فوجوں کو چڑھتے ہوئے مرتب کر کے ایک دوسرے سے ہم بند ہو گئے۔ جوسلن نے نور الدین محمود کے قلب پر حملہ کیا یہہ سمجھ کر کہ نور الدین محمود اس میں ہے۔ لیکن نور الدین اس وقت میمنہ میں تھا اور اسد الدین شیر کوہ بجائے اسکے قلب میں کام کر رہا تھا۔ اوس نے مصلحتاً لڑتے ہوئے پیچھے قدم ہٹائے عیسائیوں نے اور کاتاقب کیا نور الدین محمود جیسی وقت اور حالت کا منتظر تھا وہ دو کوس کا چکر کاٹ کر عیسائیوں پر پیچھے سے آپڑا جب عیسائی فوجیں پیچھے کو ٹھہریں تو شیر کوہ نے سبھلے ایک پرجوش نعرہ (اللہ اکبر) کے ساتھ حملہ کر دیا عیسائی فوجیں دو لون اسلامی فوجوں کے درمیان میں آجھلے سے گہرا گھبراہٹ اور اونہیں ترتیب باقی نہ رہی جوسلن ثانی نے ہر چند اونکو باز ترتیب لڑانا چاہا لیکن وہ اپنی کوششوں میں ناکام رہا اور خود نور الدین محمود کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر حلب کے قید خانہ میں داخل کر دیا گیا اور اسی قید خانہ میں اندھا ہو کر پھر برس کے بعد قید ہی کی حالت میں مر گیا۔ بعضے اس کی گرفتاری کا واقعہ یہہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے ایک رتبہ انہیں دلوں میں ترکمانوں پر شجوں مار کر مرد اور عورتوں کو گرفتار کر لیا گیا اوس میں سے ایک عورت اپنے لئے منتخب کر کے ایک گوشہ میں لیگیا اور اپنا فوجی لباس اور ہتھیار اتار کر اسکے ساتھ بیٹھ کر

اختلاط کی باتیں کرنے لگا اس اثنا میں چند ترکمان جو اسکو موضع سے غصہ کی تیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے بجلی کی طرح اوسپر ٹوٹ پڑے جو سکن ثانی نے اپنے پہلے کی کوشش کی تلوار کھینچ لی نیزہ سنبھال لیا لیکن اوسکی برگشتہ قسمت نے صرف اوسکی کوشش سے اوسکو فیضیاب نہیں ہونے دیا بلکہ ترکمانوں کے ہاتھوں میں اوسکو گرفتار کر کے ایک مجرم کی طرح اوسکی مشکین بندہ وادین - قید ہو جائے جو سکن ثانی نے مال و زر کے ذریعہ سے اپنی رہائی کی تدبیر نکالی اور بظاہر وہ اپنے اس تدبیر میں کامیاب ہو گیا تھا اگر اُن ترکمانوں میں سے ایک کمان پہوٹ کر گورنر حلب کو اس واقعہ سے مطلع نہ دیتا - گورنر حلب جسوقت اس واقعہ سے مطلع ہوا اوسوقت وہ بلا اطلاع نور الدین محمود کے ایک دستہ فوج کے موقع واردات پر پہونچ گیا اور جو سکن ثانی کو ترکمانوں سے چھینکر حلب کے قید خانہ میں لا کر بند کر دیا اور اس کے بعد نور الدین محمود کو اس کے گرفتاری جاں لکھنے بھیجا۔

فتح بقیہ اعزاز نور الدین محمود نے جو سکن کی گرفتاری کے بعد صوبہ اعزاز (ایڈیسیم) کے باقی قلعہات کے فتح کرنے کی طرف توجہ کیا۔ اور ایک جری لشکر لئے ہوئے حمص سے حلب میں آیا اور پہر حلب سے کوچ کر کے اعزاز میں جا پہونچا۔ اگرچہ عیسائیوں میں جو سکن کے قید ہو جانے پر کوئی ایسا ہتھیار باقی نہ رہا تھا جو اسکی قائم مقامی کرتا لیکن پہر بھی باہم متفق ہونے کے وجہ سے وہ ایک قابل اطمینان اور پوری طاقت کے مالک تھے اور نیز دفناً فوقاً یورپ کے کروسیڈروں سے اُن کو مدد مل جاتی تھی۔ اس موقع پہر بھی کم و بیش یورپ کی فوجیں انکی مدد کو آئیں۔ الظاہ کہ والوں نے انکو ہر طرح سے زور دیا اور انہوں نے یہی بجد کوششیں کیں لیکن نور الدین محمود کے

حملوں نے اونکو نہ ہمت پر نہ ہمت شکست پر شکست دیکر عین تاب۔ غراز۔ قورس
راوندان۔ حصن البارہ۔ تل خالد۔ کفر لانا۔ کفرسوب۔ حصن البصر فوت۔

مرعش۔ نہر الحوز۔ برج الرصاص۔ داوندار وغیرہ وغیرہ عیسائی قبضہ نکال لیا۔

فتح جلدک ود لوکا

صرف یہی ایک لڑائی ایسی نہ تھی کہ جس سے عیسائیوں کی قوت کو
اغزاز میں نقصان پہونچتا بلکہ اس کے بعد وہاں کی عیسائی
رعایا نے ان قلعوں کے چلے جانے سے سخت دواویلا چایا اور شام کے عیسائیوں
اپنا ہمدرد بنا کر پہرہ برسر مقابلہ آئی اور قلعہ جلدک پر ایک نہایت خوفناک
لڑائی لڑی۔ قلعہ جلدک پر اسوقت تک عیسائی پہرہ اوڑ رہا تھا اور
وہ ہر طرح سے نورا الدین کے مقابلہ کرنے کے لئے مضبوط اور قابل طمینان
سمجھا جاتا تھا لیکن جبوقت نورا الدین محمود نے اسکا محاصرہ کیا اور ہر چار
طرف سے مناجیق نصب کر کے اوپر سنگ باری کی اسکی فضیلتوں اور بیچوں
نے اون تازہ کوشش کرنے والے عیسائیوں کو نہ بچایا۔ قلعہ جلدک کے فتح
ہونے پر عیسائیوں نے دلوکا میں جا کر پناہ لیا۔ نورا الدین محمود نے قلعہ
جلدک کا انتظام کر کے اسکا بھی محاصرہ کر لیا عیسائیوں نے مجبور ہو کر
قلعہ کو چھوڑ دیا اور وہ اپنی برگشتہ قسمت کی طرح اوارہ ہو کر دلوکا سے نکل گئے

حملہ ثانی دمشق

علامہ شہاب الدین ابو محمد عبدالرحمن کتاب الروضتین
مختصر کرتا ہے کہ ۶۴۷ھ میں والی دمشق نے پہر عیسائی امراء سے سازش
شروع کر دی اور ان کے اشارہ سے نورا الدین محمود کے اون احکام کو حلیہ
وحوالہ سے ٹالنے لگا جو وہ وقتاً فوقتاً جہاد اور اعلا کلمۃ اللہ کے متعلق صادر
کرتا تھا۔ رئیس بولعیلی لکھتا ہے کہ یہ خبر نورا الدین محمود کو آخر ماہ ذی الحجہ میں
پہونچی تھی اور بعد تحقیق حال محرم کے عشرہ اول میں اوس نے حلب کوچ کر کے

ارضِ عذرا (مضافات دمشق) میں اپنے لشکر کو جانا تو تارا ہتا اور اسی روز اعلان جنگ کر کے دوسرے روز سے لڑائی شروع کر دی تھی۔ لڑائی سے پہلے اس نے اپنے فوج کے ایک حصہ (سمینہ) کو دمشق کے پیچم ایک پہاڑ کے درہ میں چھپا رکھا ہتا جس وقت لشکر دمشق لڑنا ہوا اس پہاڑ کے مقابلہ میں آیا لشکر تور یہ کے جانباز سپاہیوں نے کمینہ گاہ سے اور سلطان نور الدین نے سامنے سے اور اس کے نامی سپہ سالار نے بائیں جانب سے دوسو قدم کا چکر کاٹ کر حملہ کیا۔ دمشق لشکر اس اچانک مقابلہ اور مقابلہ کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے بہاگ نکلا۔ تور یہ لشکر۔ کچھ دور تک کا تعاقب کر کے ٹہر گیا اس واقعہ کے دوسرے دن سلطان نور الدین محمود کے حکم سے عیون فاسر یلین مابین عذرا اور دوسرے کے خیمہ زن ہو گیا۔ نور الدین محمود۔ شیر کوہ کو مسہ سمینہ اور مسیرہ کے اسی مقام پر چھوڑ کر خود شب کو مسہ مقدمہ کے اراضی حمیر امین جا پہنچا۔ اور حاکم دمشق سے یہ کہلا بھیجا کہ ”میں کمان ہوں میرے قبضہ میں ہزار ہا مسلمانوں کی جانیں ہیں میں مسلمانوں کے کاروبار اور ان کی حکومت کے درہم و برہم کرنے کو نہیں پیدا کیا گیا میرا اصلی مقصد مشرکین سے جہاد کرنا ہے اور ان کے ہاتھوں سے مسلمان قیدیوں کو چھڑانا ہے میں دمشق پر حملہ کرنے کو نہ آتا تمہاری بیجا سازشوں اور عیسائی امراء کے میل جول نے مجھ کو تمہارے خلاف ابھارا ہے اگر تم حسبِ دستور سابق جہاد میں شرکت کرو اور اعلانِ کلمۃ اللہ میں میری معاونت کرو تو تمہارا میں تمہارا ہر حال میں محبت اور ہر کام میں شریک ہوں ورنہ تمہارے لئے وہی تلواریں بنیام سے پہنچی جائیں گی جو مشرکین اور مخالفینِ اسلام کے لئے پہنچی جاتی ہیں میں تم میں سے اس وقت تک اپنی تلوار نہ اٹھاؤں گا جب تک تم اپنی بغاوت سے نہ باز آؤ گے“ حاکم دمشق نے جب

اسکا جواب صاف نہ دیا تو وہ بیان سے کوچ کر کے مسجد قدیم میں جا پہنچا اور
 اوس کے لشکریوں کے خیمے مسجد حدید تک پہنچ گئے۔ اس مقام سے ہی اوس نے
 مکر سے کرراہل دمشق کو سمجھایا لیکن جب وہنوں نے اسکی کسی بات کا جواب قبول
 نہ دیا اور اوسکو یہ خبر بھی پہنچ گئی کہ والی دمشق کے امداد کو عیسائی فوجیں آرہی
 ہیں تو وہ چودھویں صفر سنہ مذکور کو اس منزل سے کوچ کر کے اراضی قدایا میں
 جا پہنچا اور بیسویں صفر کو عیسائیوں کے مقابلہ کے غرض سے اپنے لشکر کو اس
 طرف سے موڑ کر داریا کی طرف لیگیا اور خود پہر و بان سے چکر کاٹتا ہوا اراضی
 قدایا میں آ پہنچا اور اسکی لشکر کے بیس ہزار سوار شیر کوہ کے کمان میں اعوج
 کی طرف بڑھے عیسائی فوجیں جو اطراف حوران سے دمشقوں کے مدد کو آرہی تھیں
 نوزیہ کی آمد لشکر دمشق کا سیلہ سستہ چھوڑ کر اسالما کو کی طرف چلی گئیں۔ حیران
 اور موید الدین بھی ہمہ اپنے مخصوص امرا اور نوج بانٹ روں کے عیسائیوں
 سے اس مقام پر ملے اور باہم مشورہ کر کے حصن بصرے پر حملہ کیا اس خیال سے
 کہ نورا الدین محمود یہ خبر پا کر دمشق کو چھوڑ کر بصرے کے بچانے کو چلا آئے گا
 لیکن اوسکو ایک تو بصرے کی مضبوطی پر پورا اطمینان تھا اور دوسرے ان کی
 چالوں اور حکمت عملیوں سے وہ خوب واقف تھا اوس نے ادھر دمشق کو چھوڑا
 اور ادھر اس کے خیال کے موافق اسکے گورنر شیرخان متعین بصرے نے عیسائیوں
 اور دمشقوں کو اوٹے پاؤں نقصان کے ساتھ ٹوٹا دیا۔ اسکے بعد نورا الدین محمود
 اراضی قدایا سے اڑھار کھیمہ میں آیا اور پہر و بان سے کوچ کر کے ارض کوکب
 (داریا کے غریبی جانب) میں جا اور تراجب و بان بھی کوئی مقابلہ کرنے والا
 نظر نہ آیا تو وہ جسے خشت تک بڑھ آیا اور میدان میں لڑائی کا جھنڈا گاڑ دیا
 دمشق کی فوجیں لڑائی کرنے کو نکلیں اور لشکر نوزیہ سے ہم نبرد ہوئیں لیکن

پہر بھی سلطان نور الدین محمود ہمسایہ قومیت و اسلامیت اور ان کے ساتھ
 سختی کا برتاؤ نہیں کرتا تھا وہ ہر روز شام کو لڑائی بند ہونے پر کھلا ہینچتا تھا
 کہ ”جنگ کو اپنی قوت جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے مسلمانوں پر صرف کرتے ہوئے
 شہم آتی ہے کاش تملوگ خود کردہ پریشیمان ہو کر عہد قدیم کی پابندی کرو“ اہل
 دمشق نے دو ایک لڑائیوں کے بعد چند شرائط صلح پیش کی اور اس نے اپنی
 اوسی شرط سے کہ ”وقت ضرورت جنگ بمقابلہ عیسائیوں کے آلات حربہ
 فوج سے مدد کرنی ہوگی“ صلح کر لیا دسویں ربیع الثانی ۵۷۶ھ کو عہد نامہ
 فریقین کی دستخطیں ہو گئیں اور صلح کے دو سے روز صلب کو روانہ ہو گیا۔
 فتح تل باشر اس صلح سے تقریباً دو ہفتہ پیشتر پچیسویں ربیع الاول ۵۷۶ھ کو
 اہل تل باشر نے اطاعت قبول کر لی تھی جو ایک مدت سے لڑ رہے تھے اور رسول
 تل باشر امیر حسن بنجی کے سفیروں کے ہمراہ سلطان نور الدین محمود کے پاس
 شہ الط صلح طے کرنے کو آئے تھے سلطان نور الدین نے نہایت کم پر کام
 اور ہر چیز پر رکھا اور ان کے جان و مال کو اپنی حفاظت میں لیکر ان کو وہی
 حقوق مرحمت فرمائے جو اپنے مضمحل در رعایتی شہروں کو دے سکے تھے۔
 عیسائی سوخ اقرار کرتے ہیں کہ نور الدین اقوام مقبوضہ کے ساتھ وہی سلوک
 کرتا تھا جو اپنی قوم کے ساتھ برت رہا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ وہ اپنی
 قوم سے لشکر کی خدمت لیتا تھا اور ان کو خراج سے مستثنیٰ کر دیتا تھا اور دوسری
 قوموں سے بجائے لشکر کی خدمت لینے کے مالی خدمات لے رہا تھا لیکن
 یہ یہ سالانہ خراج نہایت کم اور برائے نام تھا۔ عیسائیوں کی یہ بد قسمتی
 تھی کہ وہ اس سے لڑنے کو آتے تھے اسکی عہد حکومت میں کسی عیسائی کو
 کچھ شکایت نہیں پیدا ہوئی۔

مختلف

واقعات

ان واقعات کے ختم ہونے پر جو وقت نور الدین علق بن علی
 ہوا اپنے ممالک محروسہ کے انتظامات میں مصروف رہتا تھا
 جمادی الاول ۶۵۴ھ کو دربار خلافت بغداد سے شیخ شرف الدین بن ابی نصر
 کے معرفت ان فتوحات کی خوشنودی اور تہنیت میں خلعت اور گھوڑے
 زرد اور سیاہ رنگ کے آئے اور نیز ایک تلوار عربی صیغہ آئی بہی اور خیر الد
 والی دمشق معاہدے مقررین کے بارہویں رجب ۶۵۴ھ کو علق بن آیا۔ او
 تیرہویں کو سلطان نور الدین محمود سے ملا۔ سلطان نور الدین نے خیر الدین
 کی بڑی دہوم کی دعوت کی اور نہایت اخلاق و مدارات سے پیش آیا۔
 جس سے خیر الدین کا دل صاف ہو گیا اور اسکی اطاعت قبول کر لی۔
 نور الدین نے اسکو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے اپنی طرف سے اسکو
 دمشق کا گورنر مقرر کر دیا اور آخر سند مذکور میں آئندہ اسلامی دنیا کا
 ہونہار سلطان (یعنی) صلاح الدین یوسف اپنے باپ کی خدمت سے جدا
 ہو کر اپنے چچا اسد الدین شیر کوہ کے پاس چلا آیا تھا اور شیر کوہ کو صلاح الد
 یوسف کی نور الدین محمود سے نہایت خوشی سے تقریب کی اور ایک مناسب
 وقت پر دربار توریہ میں حاضر کیا۔ نور الدین محمود نے صلاح الدین یوسف کو
 اپنے حلقہ خاص کے مصاحبین میں داخل کر لیا اور مختلف شہروں میں جاگیریں
 مرحمت فرمائیں۔

فتح القسوس

رئیس ابو یعلیٰ تحریر کرتا ہے کہ ۶۵۵ھ ہجری کو یہی وقت تھا
 ختم کر دیتے ہیں اسکے بعد پھر شروع ۶۵۵ھ سے نور الدین محمود کی فتوحات
 کی موجہیں دریا کی طرح بڑھتی نظر آتی ہیں اسکے نوکدار نیزہ اور خارہ شگفت
 تلوار سے عین یون کے قلوب خائف ہونے لگے اس نے اپنے لشکر ظفر پیکر کو

اعلان جنگ پہلی محرم ۳۸۵ھ کو سنادیا تھا اسوجہ سے اسکی کل پلٹین مرتبہ سلج غزا کرنے کو طیارہ تین اور جو بظاہر کس قدر غیر مسلح معلوم ہوتی تھیں او کی طیارہی میں صرف ایک خنبہ و روز کی کسہ باقی تھی چٹی محرم کو مجاہدین کا ایک گروہ آجین بوڑھے۔ جوان۔ نو عمر لڑکے تھے یہ لوگ مختلف آلات حرب سے مسلح تھے۔ سلطان نور الدین محمود نے انکو دستہ جان غارون کی فوج کے سامنے ٹھیکہ حکم دیا۔ محرم کی دسویں تاریخ کو کچھ فوج حلب اور اوس کے مضافات کی حفاظت کو چھوڑ کر بقیہ فوج اور مجاہدین کو ہمراہ لے ہوئے دہل کوچ کرنا ہوا انطرسوس پر جا پہنچا عیسائیوں نے اوس کے بچانے کی کوششیں کیں۔ بیرونی مدد بھی اونکو خاطر خواہ کافی طور سے ملی لیکن قسمت کے لکھ کو وہاں اور کیسے ٹھاسکتے تھے اونکو دوسری لڑائی میں فاش شکست ملی او لٹکا ہوا اعلیٰ گرفتار کر لیا گیا۔ غلہ۔ آلات حرب۔ اور کثیر التعداد عیسائی۔ مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان میں سے جنہوں نے امانین طلب کیں فوراً آزاد کر دیے گئے اوس نے اور اوسکی دلاور فوج نے کسی مستامن کے اس دینے میں دریغ نہیں کیا اور نہ بعد میں کسی قسم کی سیکو ایڈا پہنچائی گئی۔ اسی سلسلہ میں انطرسوس کے گرد و نواح کے چھوٹے چھوٹے قلعے جو حاکم طرسوس کے ماتحتی میں تھے بلا جدال و قتال مفتوح ہو گئے۔

عیسائی عسقلانین اس کے بعد دوبارہ ان عظیم الشان اور ہیبت ک فتوحات نے عیسائیوں میں ایک شورش پیدا کر دی اگرچہ او کی قوت ایک حد تک پہنچ کر ٹھہر گئی تھی۔ ایک دوسرے کو قدرتی یا اتفاقی طور سے مدد نہ پہنچا سکنے سمیت ہر ایک عیسائی حاکم بے دست و پا ہو رہا تھا۔ صوبہ اعزاز کے تقریباً کل قلعے مفتوح ہو گئے تھے اور جو ادھر ادھر دو ایک برا نام

عیسائیوں کے قبضہ میں باقی رہ گئے تھے اور ان کے مفتوح ہونیکا زمانہ قریب آ رہا تھا وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ مکاش ہم بھی مقبوضات اسلامیہ میں داخل ہو کر شرک کی کثافتوں سے نجات پا جائے۔ ”انظاہر کا یہ حال تھا کہ وہ نزع کی حالت میں نفس شماری کر رہا تھا کیونکہ پچھلے دنوں کی لڑائیوں سے اور سکا حاکم سمیند جواس باختر ہو گیا تھا بقول شخصے مولیٰ اپنے ہی جڑپوتوں بہاری ہو رہی تھی اور سکو اپنے مقبوضات کے بچانے کے لالے پڑے ہوئے تھے اور سمین اپنی طاقت باقی نہ رہی تھی کہ اپنے مقبوضات کی حفاظت کرتا اور مسلمانوں سے چھڑ چھاڑ بھی کرتا کیونکہ وہ ایسی حالتیں مبتلا تھا کہ جس سے آئندہ ترقی کا باب مسدود مانا البتہ تنزیلی کا خوف ہر وقت موجود رہتا باقی رہنا بالذون ثالث بادشاہ یروشلم اور سکو ایک گونہ اطمینان حاصل کیا تھا وہ اپنی والدہ کے دعاوی سے مخصوص پاک اور پوری سلطنت کی حکومت حاصل کر کے مسلمانوں سے اوچھنے پر آمادہ ہو سکتا تھا مہذا اور سکو نوزالدین محمود کی ان کامیابیوں سے کسی کسی وقت یروشلم کے نکل جانے یا یہ کہ اوپر حملہ کرنے کا خدشہ ہی پیدا ہو رہا تھا عجب نہیں جو یہ سے یا اپنی زندگی کچھ عرصہ کے لئے یادگار چوڑ جائیکہ نظر سے عسقلان کے فتح کر لینے کا قصد کر لیا اور اس غرض کے پورا کرنے کو سہا پہ پوش پاڈریوں کے ذریعے سے عیسائی دنیا سے فوجیں اور کروسیڈروں کی جماعتوں کو طلب کر لیا عسقلان اس وقت تک خلیفہ انطاقر بالہ علوی مصری کے ماتحت تھا اور اس میں عیسائیوں کے مسلسل حملوں سے تاب باقی نہ رہی تھی۔ سمندر کی سمت چھوڑ کر باقی بین طرف سے وہ عیسائیوں کے مقبوضات سے گھرا ہوا تھا بالذون ثالث جنوری ۱۱۵۷ء مطابق ۵۴۸ھ میں ہسکا محاصرہ کر لیا اور بغیر کسی کامیابی کے چھ مہینے تک محاصرہ جاری رکھا۔ اٹنا جیٹر میں اہل شہر اور عیسائی محاصرین اکثر قسمت آزمائی کرنے لگے تھے لیکن تہ اہل شہر نے

باہر نکل کر عیسائیوں پر سخت حملہ کیا اور ایک خونریز لڑائی کے بعد انکو اون کے خیموں تک پہنچا کر کامیابی کے ساتھ شہر کو واپس آئے عیسائی فوج اور خود بالڈون اس کامیابی سے برداشتہ خاطر ہو کر شہر کا محاصرہ چھوڑ کر چلے جانے پر آمادہ ہو گیا لیکن باہم مخالفت کی خبر نے انکو ایک تازہ جوش سے دوبارہ لڑنے پر ابھار کر واپسی سے باز رکھا۔ دوسرے دن انہوں نے ایک مجموعی قوت سے شہر پر حملہ کر دیا اہل شہر کی باہمی مخالفت کی وجہ سے والی شہر نے چند شرائط طے کر کے شہر عیسائیوں کے حوالہ کر دیا اور خود اہل شہر جان بچا کر مصر کو چلا گیا۔

نور الدین دمشق میں **بائڈون نے عسقلان پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد دمشق سے چھین کر شروع کر دی** نجمیر الدین انزب محمد ابن نوری بن طغتكین نائب والی دمشق کے پہلے سے قومی مضحکہ اور کئے اور اسکی قوت سلب ہو گئی تھی وہ ان کے ہر امر کو تسلیم کئے جاتا تھا اور اخیر اخیر خراج دینا بھی منظور کر لیا تھا دمشق کے علاوہ جو قرب وجوار کے بلاد تھے ان کے امراء جب کہیں محمد بن نور الدین والی دمشق اور کسی امر کا زور اور دباؤ ڈالتا تھا وہ عیسائیوں سے سازش کر لیتے تھے اور ان سے ملکر اپنی قوم کی بربادی کے باعث ہوتے تھے سلطان نور الدین محمود جو مسلمانوں سے ان نقصانات کے دور کرنے اور عیسائیوں کو شام سے نکلانے اور صلاح الدین اعظم فاتح بیت المقدس کے بیت المقدس کی راہ کہنے کے لئے پیدا کیا گیا تھا ان واقعات کو سن کر نشان ہو گیا اسکو دمشق کا مسلمانوں کے

لے اس مخالفت کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ اہل عسقلان کامیابی کے بعد دو گروہ ہو گئے اور ہر ایک اپنی جانبازی اور فتح نبھی پر مذاقاً بحث کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس مذاق سے خصومت پیدا ہو گئی اور طرفین ایک دوسرے سے لڑنے لگے جس سے مسلمانوں کی قوت اس قدر زایل ہو گئی کہ ہر وہ عیسائیوں کے مقابلہ پر نہ آسکے۔

ہاتھوں سے نکل جائیگا قوی اندیشہ ہو گیا اور یہ خیال گزرنے لگا کہ اگر خدا نخواستہ
 دمشق پر عیسائیوں نے قبضہ و تسلط حاصل کر لیا تو مسلمانوں کے لئے شام میں کوئی
 امن کی جابقی نہ رہے گی اور نہ یہ عیسائیوں شام پر حملہ کرنے کا موقع رہیگا اسی خیال
 سے اس نے اپنی فوج کا عمدہ طور سے جایزہ لیا اور وہ غنلین کو بلاد اسلامیہ میں جہاد
 کی ترغیب دینے کے غرض سے روانہ کیا اور خود آلات حرب درست اور رسد و غلہ
 انتظام کر کے دمشق پر جا پہنچا۔

بعض مورخ بہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے دمشق پر قبضہ کرنے کی یہ صورت
 نکالی کہ مجیر الدین والی دمشق سے حرم اتحاد بڑا ناشرع کیا اور رفتہ رفتہ اس کے
 امراء کو اس سے حکمت علی علیحدہ کرنا گیا تا آنکہ اسکے خیر اندیش امراء میں سے
 صرف عطاء بن حفاظ سلمی باقی رہ گیا جو اس کے کل کاروبار حکومت کو دیکھتا تھا
 پہلے اس درجہ منتظم اور نبرد آزما تھا کہ اسکی وجہ سے نور الدین دمشق پر قبضہ نہیں کر سکتا
 اسوجہ سے ایک مرتبہ موقع پا کر اسکی یہی شکایت مجیر الدین سے کر دی تا عاقبت اندیش
 مجیر الدین نے اسکو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا مشہور یوں ہے کہ عطاء سلطان نور الدین
 محمود کی حکمت علی سے مطلع ہو گیا تھا اور اس نے وقت قتل والی دمشق سے باہر
 الفاظ اشارہ کہہ دیا تھا "ان الحیلۃ قد تمت علیک فلا تقلقنی فانہ
 سیظهر لک ما اقول" (یعنی بے شبہ تجھ پر حیلہ تمام ہو گیا تو مجھکو قتل نہ کر کیونکہ
 جو کچھ میں تجھے کہتا ہوں وہ عنقریب ظاہر ہو جائیگا) لیکن والی دمشق نے عطاء کے اس
 کہنے پر کچھ التفات نہ کیا اور اسکو قتل کر ڈالا۔

ابن اثیر لکھتا ہے کہ عطاء کے قتل کے بعد سلطان نور الدین محمود نے دمشق
 کی طرف نہایت تیزی سے بڑھنا شروع کیا۔ بنظر تالیف قلوب امراء دمشق سے بھی خط
 و کتابت کرتا رہا اشارہ محاصرہ میں تا عاقبت اندیش مجیر الدین۔ عیسائیوں سے

مدد کا خواستہ کار ہوا جس کو نور الدین محمود بچڑھتا تھا اور انکو اس حسن خدمت کے صلہ میں بعد کامیابی قلعہ بعلبک جینے کا وعدہ کیا چنانچہ وہ اس کے مدد کو آئے لیکن اتفاق سے یہ دمشق میں اور سپر قبضہ حاصل کرنے والے کے مقابلہ میں اوس وقت پہنچے جبکہ وہ شہر میں باب شرقی سے داخل ہو کر یہ امان و صلح شہر پر قابض ہو چکا تھا اور مجیر الدین والی دمشق قلعہ میں محصور تھا۔ عیسائی فوجین یہ حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر واپس ہو گئیں اور مجیر الدین نے اپنے کو ہر چار طرف سے محصور دیکھ کر یاروڈ سے سمجھ کر محاصرے کے بدلے دمشق کو دیدیا اور خوشی خاطر سلطان نور الدین محمود سے رخصت ہو کر محاصرے کو چلا گیا۔

ابن ابی طے۔ اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے کہ سلطان نور الدین محمود نے اس الدین شیر کوہ کو بمبر گروہی ایک ہزار سواروں کے کسی خاص کام کی وجہ سے سفارتاً روانہ کیا تھا والی دمشق اپنی ناعاقبت اندیشی و نا فہمی سے اسکو کچھ کا کچھ سمجھ گیا اور اسی بنا پر اس الدین شیر کوہ سے نہ ملنے کو آیا اور نہ اس کے امراء اسے عزیز بنا کر سد و غلہ کا یہی کچھ انتظام نہ کیا۔ شیر کوہ نے جب اس سے ملنے کی درخواست کی اور حق سفارت ادا کرنا چاہا تو اس نے نہایت ترش روئی اور سختی سے یہ کہلا بھیجا کہ ”میں تم سے نیزہ و تلوار سے ملنا چاہتا ہوں اور تمہارا استقبال ہمارے لوگ ازیرت اور خارہ شگاف تلوار میں کرتے گئے“ شیر کوہ یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور بلا اطلاع اپنے آقا سے نامدار (نور الدین محمود) بقصد قبضہ دمشق مرج قصب میں جا و ترا اور اس مقام پر پہنچنے کے بعد واقعات واقعی اور والی دمشق کی بدسلوکی و بدعہدی سے نور الدین محمود کو اطلاع دیا وہ ان واقعات کو سنے ہی اپنا لشکر طفر پکڑ لے ہوا دمشق کے شرقی جانب پر پہنچ گیا اس طرف سے نور الدین نے اور دوسری طرف سے شیر کوہ نے حملے شروع کر دیے دسویں صفر ۷۵۹ھ تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا

گیا رہوین صفر کو شیر کوہ نے اپنی حملہ آور فوج کو شہر پناہ کے دروازہ تک پہنچا دیا۔
 مجیر الدین کے لشکر کی بد دل ہو کر شہر میں محصور ہو گئے اور شہر پناہ کی فسیلون
 سے آتشباری شروع کر دی ایک شبانہ روز ایک حالت سے لڑائی جاری رہی
 بارہوین تاریخ کو نور الدین محمود اور شیر کوہ نے ملکر حملہ کر دیا اور ان کے لشکر نئی دوازہ
 توڑ کر شہر میں داخل ہو گئے مجیر الدین کی فوج نے ہتھیار رکھ دیئے اور نور الدین محمود
 نے نہایت سہولیت اور نرمی سے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس لڑائی میں شیر کوہ کو جرح و موت
 ظاہر کر نیکا خوب خوب موقع ملا اوس نے اپنی جی توڑ کوششوں سے نور الدین محمود کو
 اندازہ سے زیادہ خوش کر دیا۔

رئیس ابو یعلیٰ اس واقعہ کی تصدیق اور اس روایت سے حرف بحرف اتفاق
 کرتا ہے مگر یہ کہ وہ دمشق پر قبضہ کرنے کے دن کا یہہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ جب
 لشکر دمشق نہایت پاکر شہر میں داخل ہو گیا اور اوس نے شہر پناہ کا دروازہ بند
 اور عساکر فوراً یہ باب کیسان پر جا پہنچا اسوقت ایک یہودی عورت نے اہل شہر
 سے چھپا کر ایک رسی لٹکا دی جس کے ذریعہ سے چند سوار شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ گئے
 اور اپنے نامور سلطان کے کامیابی کا پہرہ اُڑا دیا مجیر الدین کا لشکر کسی قدر
 پہلے ہی سے برداشتہ خاطر ہو رہا تھا یہہ واقعہ دیکھ کر اور زیادہ بدحواس ہو گیا اور
 اوس بدحواسی کی حالت میں بلا کسی جبر و اکراہ کے ہتھیار رکھ دیئے نور الدین نے
 شہر میں داخل ہوتے ہی یہہ حکم صادر فرمایا (۱) کوئی کسی کے گھر میں نہ گھسے (۲) زخمی کے
 ساتھ کوئی بیرجمی کا برتاؤ نہ کیا جائے (۳) بھاگے ہوئے کا تعاقب نہ کیا جائے (۴) کسی
 جان و مال پر قتل و غارت کا ہاتھ نہ بڑھایا جائے۔ اہل شہر نے نور الدین محمود
 کے آنے کو رحمت الہی کا باعث تصور کیا اسوجہ سے کہ وہ مجیر الدین کی بد انتظامی
 اور بدلو کی اور نیز عیسائیوں کی آمد و شد اور ان کے ظلم کے ہاتھوں نہایت پریشان ہو رہے تھے

مخیر الدین اس واقعہ کے اثنائے میں جبکہ اوس نے لڑائی کا رنگ بدلا ہوا دیکھا تو وہ چند جھوٹے قلعہ میں جا چھپا اور اس کے اگلے دن امان طلب کر کے سلطان کے دربار میں حاضر ہو گیا نور الدین محمود نے اسکو اپنے کنگے لگالیا اور خندہ پیشانی سے گفتگو کرتا رہا اوسکی کل گستاخیان معاف کر دیں اس کے دوسرے دن مخیر الدین اور نور الدین محمود قلعہ میں داخل ہوئے مخیر الدین نے نور الدین محمود کو قلعہ سپرد کر دیا اور نور الدین محمود نے مخیر الدین کو حمص جاگیر میں دیدیا۔ مخیر الدین کی روانگی کے بعد بخشنہ کے دن ایک دربار عام منعقد کیا گیا جس میں شہر کے علماء و فضلاء قضاۃ اور تجارت پیشہ موجود تھے نور الدین محمود نے اون لوگوں کے نقصانات کا معقول سوا و ضہ دیا جنکے مال و سبب اس لڑائی میں لوٹ لئے گئے تھے اور امراء و روساء و علماء کو علی قدر مراتب اپنی خوشنودی کی خلعتیں اور انعام و اکرام مرحمت فرمایا اوسی دربار میں نہر سے آبپاشی کا محصول ترکاریوں کی جنگی۔ تجارت پیشہ سے محصول و درآمد و بآمد کی زیادتی موقوف کر دی اور عام آگاہی کے لئے ایک گشتی فرمان اپنے ہر دستخط سے شہر کے مشہور مقامات پر آویزان کر دیا یہہ فرمان شاہی جمعہ کے دن ہی بعد خطبہ کے پڑھا گیا جس سے اہل شہر نے کمال خوشی سے اظہار مسرت کیا اور اسکی نصرت و وام کی دعائیں مانگیں۔

ان دونوں روایتوں میں اگر درایت سے کام لیا جائے اور واقعات فرمائے غور سے نظر ڈالی جائے تو تمیہ امر بالکل خارج از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ نور الدین محمود با خدا۔ تاجا دیندار بکا مسلمان دمشق پر بطلایف الحیل قبضہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے گا اور وہ یہی وہ حیلہ جو کہ شہر غانا جائز اور دینا نٹا محض ناسمروع ہو یعنی امراء و وزراء کی بیجا شکایتیں اور اون پر طرح طرح کے الزامات قائم کر کے کسب و قتل کسی کو قید کرانے کی کوشش کرنی اس غرض سے کہ اونکی علیحدگی کے بعد دمشق پر باسانی قبضہ حاصل ہو جائے۔ اوسکو کوئی امر و شقی پر قبضہ حاصل کرنے سے ہنہین

روک سکتا تھا وہ جرمی اور بہادر تھا اوس نے کبھی کسی شہر کو بھیلہ و مکر نہیں مفتوح کیا
 اوسکو عیسائی امراء اور والی دمشق کی سازش سے کچھ ہی اندیشہ نہ تھا اسکو اپنی خداداد
 طاقت پر بہرہ رسد اور لشکرِ لون کی دلسوزی پر پورا اطمینان تھا۔ اُسکا زہد اسکا تقویٰ
 اسکی پاکبازی اُس کے مذہبی اوصاف اسکی نیک نیتی اور انصاف ایسی ناچائز
 کارروائیوں کو اسکی طرف منسوب کرنے سے انکار کرتا ہے ہکویہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کونسا
 امر تھا جس نے نور الدین سے مذہبی بادشاہ کو ایسے حیلہ و مکر و فریب پر آمادہ کیا اور اگر
 قیاساً یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کی باہمی لڑائی اور ان کے خوزیری کے خیال نے اُسکو
 اس حکمتِ عملی پر مجبور کیا تو یہ امر قابل قبول عقلِ سلیم نہیں ہے کیونکہ ان میں خوزیری
 کے علاوہ غیبت و افترا کا بھی گناہ شامل ہے نظرِ برین ہمارے نزدیک پہلی روایت
 منجملہ ادہنین روایات کے ہے جنکو مورخین بلا لحاظِ قراین و روایت کے ایک دوسرے
 سے نقل کرتے آتے ہیں بہر کیف فتح دمشق کے بعد نور الدین نے اپنے نامور امیر سعد الدین
 شیرکوہ کو اس شہر و قلعہ کا حاکم مقرر کیا اور الرحبہ کو اسکی جاگیر میں دیا۔

فتح بعلبک ۵۵۲ھ ہجری میں قلعہ بعلبک۔ امیر ضحاک کے قبضہ سے نکل کر
 مالک محمد و مسعود زبیر میں داخل ہو گیا ابن اثیر لکھتا ہے کہ یہ واقعہ ۵۵۲ھ ہجری کا ہے
 ضحاک بقاعی والی دمشق کی طرف سے بعلبک کا گورنر تھا جب سلطان نور الدین محمود نے
 دمشق کو فتح کر لیا تو ضحاک نے اوسکو بعلبک پر قبضہ دینے سے انکار کیا لیکن اوسوقت
 سلطان نور الدین محمود نے مصلحتاً بعلبک سے تعرض نہ کیا تا آنکہ ۵۵۳ھ میں
 جسوقت عیسائی امراء نے دندان آزر اسپر بھی تیز کرنا شروع کیا تو نور الدین محمود نے
 بعلبک پر قبضہ کر لیا۔ ابن ابی طی کی تحریر سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ قبل فتح دمشق
 مجیر الدین والی دمشق کی طرف سے نجم الدین ایوب (سلطان صلاح الدین کا باپ)
 بعلبک کا حاکم رہا تھا پہر جب دمشق فتح ہو گیا تو نجم ایوب نے دربارِ لوزبہ میں حاضر ہو کر

قلعہ بعلبک کی کلید سلطان نور الدین کے روبرو رکھ دی۔ اس سے بالطف و اکرام
پیش آیا اور اپنے حلقہ خاص کے مساجد میں داخل کر لیا۔ عام مورخین کا یہ خیال ہے
کہ مجیر الدین والی دمشق نے نجم الدین ایوب کو شہر دمشق کا حاکم مقرر کیا تھا لیکن جب
اسکو سلطان نور الدین محمود نے فتح کر لیا تو نجم الدین ایوب بعلبک کی طرف چلا گیا اور
اسکی حکومت سے ضحاک کو جدا کر کے خود وہاں کا حاکم بن گیا اس کے بعد اپنے بہائی
اسد الدین شیر کوہ کے توسط سے دربار نور بدین حاضر ہو کر سلطانی اطاعت قبول
کر لی سلطان نور الدین محمود نے اسکو جاگیر میں دین اور دمشق کے شجریہ پر اس کے لڑکے
”تورانشاہ“ کو مقرر کیا بعض مورخین کا یہ بیان کرنا بالکل غلط ہے کہ تورانشاہ کا اسی
عہدہ پر انتقال ہوا ہے کیونکہ عہد حکومت صلاح الدین یوسف میں اسے شجریہ کی فتح
کیا تھا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے شمس الدولہ تورانشاہ شجریہ پر مقرر کیا گیا تھا
پھر بعد اس کے صلاح الدین یوسف کو یہ عہدہ عنایت ہوا چنانچہ عرقلہ شاعر جو بیت
شمس الدولہ تورانشاہ شجریہ پر مامور ہوا ایک طویل قصیدہ تہنیت کا لکھا جس کے
دو شعر سنڈ اور ج ذیل ہیں۔

قلعہ بعلبک زید فی الحسد بیخ بنیر حاسد دے کہا کہ تم حسد میں زبانی کرو
قد سکر الدار قد حاز البلد وہ سکا بنین تم ہو گیا اور بے شک شہر پر سلط ہو گیا
لا تعجبوا ان حل داسر عمه اسے تعجب نہ کرو اگر وہ اپنے چچا کے گھر میں مقیم ہو اسے
اما تحل الشمس فی برج الاسد کیا آفتاب برج اسد میں نہیں ٹہرتا ہے۔
اور پھر جب تورانشاہ کے بعد صلاح الدین یوسف نے اس عہدہ کے زینہ پر قدم رکھا
تو اس شاعر نے یہ ابیات پڑھے تھے۔

لصوص الشام قلوبا من ذنوب لے شام کے چور و گناہوں سے توبہ کرو۔
تکفروا بالعقوبة والصناد تمہارے گناہوں کا عذاب اور قید گزارہ ہو گا

لین کان الفساد لکم صلاحاً اگرچہ پہلے اس مہارسی بد چلنی مہارسی صلاح تھی۔
 فمولا یٰٰ لصلاح لکم فساد مگر اپنے مولانا صلاح الدین مہارے لئے فساد یعنی بے ہمتی
 محب نہیں کہ عرقہ نے اسی جلسہ میں یا کسی اور موقع پر یہہ اشعار بھی پیش کئے تھے
 جس کے صلہ میں صلاح الدین یوسف ایک فطرت گران بہا اور دوسو دینار مرحمت فرمائے
 راوید لکم یا لصور الشام لے شام کے چورو اپنے حرکات چھوڑ دو۔
 انی لکم ناصح فی مقال میں تمہیں اپنے قول سے نصیحت کرتا ہوں
 وایاکو وسمی النبی خبردار ہو جاؤ یوسف کے ہمنام سے اپنے کو بچاؤ
 یوسف را ب الحجی والحمال جو کہ عقل اور جمال کا مالک ہے۔
 فذالک مقطع ایدی لنسا وہ (یوسف) کو عورتوں کے ہاتھ کاٹنے والے تھے
 وھذا مقطع ایدی لرجال اور یہہ (صلاح الدین یوسف) مردوں کے ہاتھ کاٹنے والا ہے
 ابن ابی طے لکھتا ہے کہ بعد چند سے صلاح الدین اور مصاحب دیوان ابی سالم ابن ہام
 کی بگڑ گئی اور صلاح الدین اس عہدہ سے استعفی ہو کر حلب کو چلا گیا جس وقت اس
 واقعہ کی اطلاع نور الدین کو ہوئی اوس نے واقعات کی تحقیق کر کے ابن ہام کو معقول
 سزا دی اور صلاح الدین یوسف کو طلب کر کے اپنے مصاحبین خاص میں داخل کر لیا
 حضر و سفر میں اکو اپنی خدمت سے جدا نہ کرتا تھا چوگان کہیلے میں اکو بہت بڑا کمال تھا
 اور شیر دل نور الدین محمود اس مردانہ کہیل کو جی سے پسند کرتا اور اس کے ساتھ
 کہیلتا تھا ایک مرتبہ ۶۳۷ ہجری میں دونوں حلب میں چوگان کہیل رہے تھے اتفاق سے
 صلاح الدین کا گھوڑا پھسل کر گر پڑا جس سے صلاح الدین کے پاؤں میں خفیف سی چوٹ
 آگئی تھی پہر جب تک یہہ تندرست نہ ہوا اوس وقت نور الدین اوسے میدان
 میں نہیں لے رہا۔

اسی سنہ کے آخری مہینوں میں سلطان نور الدین محمود ملک قلعہ ارسلان بن

ملک سعود بن سلیمان والی قونیہ کے بعض قلعے جو عیسائی ممالک کے سرحد پر واقع تھے چھین لئے قلعہ ارسلان کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور وہ اندرون و ائٹمنڈ کے لڑکوں سے لڑ رہا تھا تو قلعہ ارسلان ان لڑائیوں کا سلسلہ منقطع کر کے حدود قونیہ پر آ پہنچا اور نوز الدین محمود سے اپنے تعلقات قریب مرام دوستانہ ظاہر کر کے اُن قلعے کے واپس لینے اور باہم صلح کرنے کا خواہش ظاہر ہوا۔ نوز الدین محمود نے نہایت سچائی سے ان قلعے کے لئے لینے کا عذر کیا اور قلعہ ارسلان سے کمال راستی سے صلح کر کے حلب کو واپس ہوا۔

مہم قلعہ حارم شروع ۱۵۵۴ء میں قلعہ حارم پر نوز الدین محمود نے فوج کشی کی یہ ایک قلعہ مضبوط و مستحکم صوبہ انطاکیہ کے قریب حلب کے غربی جانب واقع ہے حاکم اسکا ایک گوندہ خود مختار تسلیم کیا جاتا تھا لیکن درحقیقت وہ والی انطاکیہ کا ماتحت تھا عیسائی بادشاہ انطاکیہ نے نوز الدین محمود کے آمد کی خبر سن کر عیسائی مجاہدین اور لشکر کو فوراً مجتمع کر لیا اور اس سے لڑنے اور قلعہ حارم کے چھوڑنے کے غرض سے خم ٹھونک کر میدان جنگ میں آیا اور بہر جب بادشاہ انطاکیہ کی کوششوں نے قلعہ حارم کے چھوڑنے سے اسکو جواب دیا اور والی قلعہ نے یہ کہلا ہیجا کہ ”اگر تم نوز الدین کا مقابلہ کرو گے تو وہ یقیناً کامیاب ہو گا اور تمکو نہریمیت اوٹھانی پڑے گی اور اگر تم لڑائی سے جان چھڑاؤ گے تو ہم میں سے ایک کا ہی بچنا آسان نہیں نظر آتا اس سے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوز الدین محمود کو بعض تاوان جنگ نصف مضافا حارم صلح کر لیجائے“ بادشاہ انطاکیہ پہلے اس پیام سے افرختہ ہوا لیکن پھر جب اس نے مال پر نظر کیا تو والی قلعہ کی ملے زیادہ مناسب نظر آئی اور اس نے نہایت محبت کے ساتھ نامہ و پیام کر کے نوز الدین سے صلح کر لیا شعراء نے حارم

کامیاب واپس آنے پر اسکو مبارکباد دی اور تہنیت کے قصاید پڑھے لوگوں نے
ابن میسر کے طرف ایک قصیدہ منسوب کیا ہے اور میں نے ہی اس قصیدہ کو
دیوان ابن میسر میں دیکھا ہے حالانکہ ابن میسر شاعر کا انتقال ۳۵۴ھ میں ہو چکا
اور یہ واقعہ ۵۵۴ھ کا ہے۔

رئیس ابو یعلیٰ تحریر کرتا ہے کہ نوز الدین محمود جو وقت ہم حارم میں مقیم تھا
اوسوقت اطراف وجوانب کے چھوٹے چھوٹے عیسائی امراء نے مجتمع ہو کر حلب کے
حملہ کی تیاری کر دی جاسوسوں نے اس مشورہ کی اطلاع اونکی روانگی سے
پہلے نوز الدین کو کر دی اوس نے اسی اثناء میں چوبیس صفر سنہ مذکور کو
موجودہ ہم کے لشکر کے ایک حصہ کو مضافات حلب کی طرف روانہ کروا دیا تھا
پھر جب یہ حارم سے واپس ہو کر حلب کو دارما تھا تو وہ گروہ مظفر منصور
مفسدین نصاریٰ کو گرفتار کئے ہوئے ملا نوز الدین محمود انکو الغام و
اکرام سے خوش کر کے اپنے ہمراہ لئے ہوئے حلب میں داخل ہوا چند کھان
قیام کر کے دمشق کو چلا گیا۔

شاہ فرانس سے صلح اور پیراوسکی بدعہد	ماہ شوال سنہ مذکور میں شاہ فرانس نے لڑائی سے تھک کر ایک برس کے لئے صلح کر لیا لیکن پھر وڈمانی مہینہ کے بعد چند عیسائی امراء کے آجائے سے اس صلح
---	--

مہد شکنی کی اور ایک جلی قافلہ کو لوٹ لیا نوز الدین محمود اندلون ندرونی
نقصانات کے دفع کرنے اور اپنی قوت کے بڑھانے میں مصروف تھا اوس نے
شاہ فرانس کی اس بدعہدی پر کچھ خیال نہ کیا اور نہ اس کے بدلہ
لینے پر وہ متوجہ ہوا بلکہ آئندہ ہی چند دنوں تک اسکی بدعہدیوں اور
عہد شکنیوں کو غور کی نظروں سے دیکھا اور ماؤنپیر صبر کرتا اور زمانہ فرصت کا

منتظر رہا۔

بہونچال
کی کثرت

بالیسویں ربیع الاول کی شب سے مسلمانوں اور عیسائیوں کی لڑائی کا بلا تخریک قدرتی طور سے خاتمہ ہو جاتا ہے اور اسی

تاریخ سے تہوڑے دنوں کے لئے سرزمین شام زلزلوں کی اماج گاہ قرار دی جاتی ہے فریقین کے ممالک محروسہ کے اکثر بلاد بہونچال کی کثرت سے خراب و ویران ہو گئے حلب و حماہ کے اکثر مواضع گر پڑے کفر تاب و معرہ و افامیہ بالکل ویران ہو گئے شیر زمین ایسا ناوقت زلزلہ آیا کہ گہرے گہرے مین رہ گئے کوئی بخل نہ سکا شہر کا شہر ویران ہو گیا والی قلعہ تاج الدولہ بن ابی العسا کر بن منقذ قلعہ مین دیکر مر گیا۔ چوتھی رجب ۵۲ھ ہجری کو دمشق میں ایک زلزلہ عظیم آیا عورت و مرد پریشان ہو کر مکانات سے نکل کھڑے ہوئے مضبوط مضبوط عمارتیں گر پڑیں شاہی عمارات کے آثار ہل گئے چن دنوں زلزلہ کے خوف سے اہل دمشق باغات اور صحرا اور اوقاتہ زمینوں میں پڑے رہے نور الدین محمود بذاتہ اپنے لشکریوں کو لئے ہمسے ہر شہر کا شہر سناہ اور قلعات کی فصیلین بنارہا تباغیر باد کے نقصانات مالی کا معاوضہ درمابھتا بازاروں شہروں کے آباد کرنے کی فکر میں تھا اور جب تک وہ اس امر ہم سے فارغ نہیں ہو لیا اس وقت تک وہ کسی طرف نہیں متوجہ ہوا۔ اکثر محققین مورخین کا قول ہے۔

”کولا ان الله تعالى من على المسلمين بنو المدين والدين والاهل

كان دخلها الفرج بغير حصاها وقتال“ (ترجمہ) اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر نور الدین محمود کی موجودگی سے احسان نہ کرتا تو عیسائی ضرور بغیر محاصرہ لڑائی کے اسلامی ممالک میں گھس گئے ہوتے۔

اس بلا غیبی (زلزلہ) سے مرنے والوں کی تعداد کا صرف اس روایت سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک شہر حماۃ کے مدرسہ بن مولوی صاحب بیٹے ہوئے لڑکوں کو پڑھا رہے تھے اتفاق سے وہ بضرورت ادھے جیسا ہی وہ ادھے کے باہر آئے ویسا ہی صدمہ زلزلہ سے مدرسہ کی عمارت گر پڑی خود مولوی جیسا ہیہ بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد کوئی تنفس اپنے لڑکے کا حال دریافت کرنے کو نہ آیا صاحب کتاب الروضتین اس حادثہ ناگہانی میں مرنے والوں کی تعداد دس ہزار بیان کرتا ہے یہ حادثہ ایسا تھا کہ اس میں عیسائی اور مسلمان دونوں مبتلا ہو رہے تھے اپنی اور اپنے رعایا کے بچانیکے فکر میں تھے ایک کی دوسرے کو کیا خبر ہوتی۔

عیسائی لوٹیر و کا مقابلہ ان مصائب سے نجات پاتے ہی عیسائیوں نے پہرہ پیش قدمی شروع کی اور از سر نو کشت و خون کا دروازہ کھولنے پر آمادہ ہوئے حمص و حماۃ کے اطراف و جوانب کے عیسائی امرانے اسکو بے یار و پاو سمجھ کر حملہ کی تیاری کر دی لوٹیرے عیسائی وقت بوقت موقع پاکر مسافر و نکوٹ لپٹے لگے جس وقت نور الدین محمود کو اس واقعہ کی خبر پہنچی اس نے اوس وقت اُن کی سرکوبی کو ناصر الدین امیر ایران کو سات سو سواروں کی جمعیت سے حدود حمص و حماۃ کے حفاظت کے غرض سے روانہ کر دیا ناصر الدین امیر ایران نے حدود حمص و حماۃ نکلنے ہی شجاعان اتراک کو عیسائی لوٹیروں کے راہ میں موقع سے ایک کمینگاہ میں چھپا دیا اور خود چند منتخب سپاہی اور افسروں کو لیکر ایک ٹیلہ پر جا ٹھہرا جس وقت عیسائیوں کا گروہ اپنی ملکیت کے حدود سے نکل کر آگے بڑھا اسی وقت امیر ایران نے اپنے رومال کے اشارہ سے کمینگاہ کے ترکوں کو حملہ کرانیکا

حکم دیا اور خود ایک کوس کا چکر کاٹ کر عیسائیوں کا سامنے سے مقابلہ کیا
عیسائی لوٹیروں کا گروہ اس اجانک حملہ سے منتشر ہو گیا اپنے آلات حرب کو
بہی موقع و محل سے استعمال نہ کر سکا بھجور ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا
سواران اسلام نے اولن کا تعاقب کیا جو ان میں سے امن کا خواہاں ہوا
یا تلوار رکھ دی یا بیٹھ گیا اسکو پناہ دیکھی جس نے کچھ بھی اسلام سے تباہی
کی توڑا اوس کے سروتن کا آخری فیصلہ کر دیا گیا کچھ تو میدان جنگ میں کام
آگئے باقی ماندگان سے کچھ اثناء دار و گیر میں زخمی ہو کر گر پڑے جنکو پہاگنے
اور گرفتار کرنے والوں نے پامال کر دیا جو باقی رہ گئے وہ اپنے سردار
کے ساتھ گرفتار کر لئے گئے۔ جسوقت یہ لوگ دمشق میں نورالدین محمود
کے دربار میں پیش کئے گئے اوس نے پہلے انکی تشہیر کرائی بعد ازاں
ان کے قتل کا حکم دیکر اس نے اپنے کورحمت الہی کا ایک کرشمہ ثابت کر دیا۔

ایک ور جدید واقفہ دولت نوریہ کا نامی سپہ سالار اسد الدین
سیر کوہ اس واقفہ کے اثناء میں حلب کے شمالی جانب میں رات کیوقت
چند سواروں کو لئے ہوئے گشت کر رہا تھا بظاہر اسکو کسی کام کی فکر تھی
اور نہ کسی کی تعاقب و گرفتاری کا خیال تھا لیکن چلتے چلتے رک جائے
اور ہر چار طرف نظر دوڑانے سے اس کے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی کی
جھوٹیں جارہا ہے یا کم از کم اسکو کسی کے اچانک اہمیان کا اندیشہ ہے
ناگاہ اسکو شب ماہ میں دو سے گرد اوڑتی ہوئی دکھائی دی تھوڑی
دیر کے بعد گھوڑوں کے ٹاپ کی آواز اور انکی ہنہناہٹ سنائی دی
جب اس کے کان کھڑے ہوئے چند لمحہ تک سکوت کے عالم میں کھڑا ہوا
کچھ سوچا رہا تھوڑی دیر کے بعد راستہ چھوڑ کر چند سواروں کو روک رہا تھا

ہٹ کر تقریباً پچاس قدم کے فاصلہ پر ایک جھاڑی کے آڑ میں بٹھا دیا اور باقی لشکر
لیکر راستہ کے بازو کی پہاڑی پر چڑھ گیا آنے والے سواروں کو انکی نقل و
حرکت کی اطلاع ہو گئی یا یہ کہ منزل مقصود پر پہنچنے اور وہاں شب شب
واپس آنے کے خیال نے نہایت تیزی سے سواران اسلام کے زور پر پہنچا دیا
اسد الدین شیر کوہ نے رومال کے اشارہ سے کمینگاہ کے سواروں کو حملہ
کرنے کا حکم دیا عیسائیوں کا یہ گروہ جو نہایت اطمینان سے راستہ طے
کرتا ہوا چلا آ رہا تھا اچانک حملہ سے گہرا گیا صفوں مرتب ہی نہ ہو سکی پریشانی
کی حالت میں آپس میں ہی ایک دوسرے سے بھڑکے۔ شیر کوہ اس واقعہ کو
دیکھ کر چپکے چپکے پہاڑی پر سے اونتر کر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اس حملے انکو اور
زیادہ اضطراب میں ڈال دیا صلیبی نشان پادری کے مارے جانے سے زمین پر
گر ٹرا عیسائی میدان جنگ سے بھاگ نکلے اس واقعہ میں جب قدر عیسائی علما و
مفتولین کے گرفتار کئے گئے وہ سب دن دربار نور یہ میں بغرض صدور حکم
شاہی پیش کئے گئے نور الدین محمود نے بہون کی گردن زنی کا حکم دیدیا اور یہ
کہہ دیا کہ جو انہیں سے بطیب خاطر اسلام لائے وہ چھوڑ دیا جائے۔

ہم اس موقع پر اس امر کو ظاہر کیا چاہتے ہیں کہ عیسائیوں کا یہ گروہ
زمین کے کسی قطعہ کا مالک نہ تھا ان میں کچھ لوگ طبقہ مسیلس (دواویہ) اور کچھ
لوگ ہاسپلس (استباریہ) کے تھے جنکا یہی کام تھا کہ مسلمانوں کو قتل کرین
ان کے مال و اسباب کو لوٹ لین مکر و فریب یا جس طریقہ سے ہو مسلمانوں کو
ایذا میں پہنچائیں ان دونوں طبقوں میں امر اکمل اکثر عوام الناس ہوتے
اور وہی ٹانٹ اور جرنیل و گریڈ ماسٹر ہوا کرتے تھے عیسائی کروسیڈروں کو
ان دونوں طبقوں سے جنگ ہائے صلیبی میں بہت بڑی بڑی امداد ملی تھی

عیسائی فرقہ میں ان سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن اور کوئی فرقہ نہ تھا۔

فتح بانیاس ابن ابی طہ صلی لکھتا ہے کہ آخر ۵۵۲ھ (مطابق ۱۱۵۷ء) میں

شام کے عیسائیوں نے مسلمانوں کی خوزنیری پر پھر کرباندی محض و حماہ کے غارت کرنے کی غرض سے اوس کے اکثر مقامات کو ویران کر ڈالا نورالدین محمود اس واقعہ سے مطلع ہو کر ان کے مقابلہ پر بھاہو بچا عیسائیوں نے جی توڑ کر اسکے

حملوں کا جواب دینا شروع کیا ایک شہانہ روز برابر لڑائی جاری رہی آخر کار عیسائی ہتھیار چپا کر میدان جنگ سے ہٹا گئے مسلمانوں نے انکو لعاب

کر لیا جب وہ سرزمین بانیاس سے پی آگے بڑھ گئے تو نورالدین محمود نے آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھ کر بانیاس کا محاصرہ کر لیا محصور عیسائی آتشیاری کرنے لگے جب اس سے تھک جاتے تھے تو خفیقون سے سنگباری کرتے تھے

ایک ہفتہ تک اسلامی لشکر کا ایک تنفس بھی قلعہ کے قریب نہ جاسکا آٹھویں

۸۲۵ھ پہلے الاول سنہ مذکور میں طرفین سے ایک جی توڑ کوشش اپنے حریف کے ہزیمت دینے کی ہو رہی تھی اسدالدین نے قلعہ کے شمالی جانب کے برج کو

نقابین کے ذریعہ سے سرنگ لگا کر اوڑا دیا اور نہایت تیزی سے اندر گھس کر بلا انتظار اس کے سلطان نورالدین ہنوز قلعہ میں نہیں آیا قلعہ کی تفصیل یہ

چڑھ کر اسلامی چہنڈا گاڑ دیا پھر کیا تھا عیسائی پریشان ہو کر جان بچانے کی فکر میں مصروف ہو گئے اور اسلامی لشکر نے پہونچ کر جس نے اسلام لانے یا

ہتھیار رکھنے سے انکار کیا ان کے تن و جان کا فیصلہ کرنا شروع کر دیا لہذا آنکھ جان باختہ عیسائیوں نے ایک سفید نشان یا رومال کے دکھانے سے اپنی جان بچائی۔

اس کامیابی کے بعد مال غنیمت معہ اون قیدیوں کے جو اس واقعہ میں

گرفتار ہوئے تھے اور تعداد میں ایک ہزار کے قریب تھے سلطان نور الدین نے
اسد الدین شیرکوہ کے ہمراہ دمشق کو روانہ کیا جب اسکی خبر عیسائی امراء کو ہوئی
تو وہ لوگ اسکو غنیمت سمجھ کر کہ نور الدین سے مال غنیمت اور قیدیوں کو
چھوڑا کر اپنے سر سے بدنامی کا بدنامہ ہبہ مثائیں ایک سہ فوج لیکر میراہ
بغرض تعرض آکر ہڑے ہوئے اسد الدین نے اپنے باڈی گارڈ کو لیکر اس کا
مقابلہ کیا اور بقیہ ہمراہیوں کو مال غنیمت اور قیدیوں کے حفاظت پر چھوڑا
نصرت دن بھی پورا نہ ہوئے پایا تھا کہ عیسائیوں کے پالٹوں میدان جنگ
سے اوکھٹے اور مہذبہ کے بن ایک دوسرے پر گرتے پڑتے پہلے شیردل شیرکوہ
دو کوس تک ان کے ثقات میں قتل و قید کرتا ہوا چلا گیا اس واقعہ میں بھی
مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ اچھا آیا اور دہ سو کے قریب عیسائیوں کو
گرفتار کر لیا۔

بارہویں جمادی الثانی سنہ مذکور سے شاہ فرانس اور نور الدین محمود
میں ایک میعاد میں صلح نامہ کی بابت پہر خط و کتابت شروع ہوئی شاہ فرانس
یہہ مقصد تھا کہ سلطان نور الدین محمود کو صلح کی امید میں رکھ کر آئندہ کی
تیاری سے اسکو روک دے لیکن شاہ فرانس کی اس خیالی امید نے چند ان
قیام نہ کیا اسکی جالاک کی قلعی کھل گئی کوئی امر باہم طے نہ ہوا مجبور ہو کر نور الدین
بقیہ لشکر کو دشمن کے مقابلہ پر چھوڑ کر دستہ فوج جان نثاران لیکر غزہ میں
چلا آیا یہ وہاں سے تیسری رجب کو روانہ ہو کر حلب میں داخل ہوا لشکر کی
تیاری آلات حرب کی درستی ملک کے نظم و نسق نے بقیہ رجب اور پورے
ماہ شعبان تک اسی مقام پر روک رکھا اتنے میں ماہ مبارک رمضان کا
چاند دکھائی دیا نور الدین محمود نے اپنے ارادہ سفر کو ملتوی کر کے حلب میں

قیام کر دیا پہلا عشرہ تو طہریت سے گزر گیا لیکن دوسرے عشرہ کی ابتداء میں ہم
علیل ہو گیا جب اسکو اپنی صحت سے ناامیدی ہوئی تو اس نے اپنے بہائی
امیر امیران نصرت الدین و اسد الدین شیرکوہ اور امراء و اراکین سلطنت کو
بل کر انکے مشورہ سے امیر امیران نصرت الدین کو اپنا ولی عہد مقرر کیا شیرکوہ
اسکی نیابت کی وصیت کر کے دمشق میں رہنے کو کہا اور ایک گروہ اراکین
سلطنت کو وقت ضرورت مشورہ دینے کے لئے منتخب کیا اس مشورہ کے بعد
اسد الدین شیرکوہ دمشق چلا گیا اور خود نوزالدین محمود شہر حلب سے قلعہ
ایام علالت گزارنے کے لئے چلا آیا۔

عیسائیوں نے اسکے علالت کی خبر پا کر دو طرف سے حملہ کر دیا ابک تو
بالڈون بادشاہ یروشلم نے یورپ سے تازہ فوج آجانے کی وجہ سے خالی میدان
دیکھ کر قیصراریہ پر فوج کشی کر دی اور نہایت دلیری سے (کہ جو درحقیقت
بزدلی کا حملہ تھا) شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن اسد الدین شیرکوہ کی برادگی نے
اس کے دانت کھٹے کر دیئے پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد نقصان کثیر اٹھا کر
بالڈون کو انطاکیہ کے طرف واپس آنا پڑا۔ دوسرے امراء فرانس نے اسکی
علالت اور پچھلے دنوں کے زلزلہ سے شیرزک شہر بیاہ کے گرجانے سے دستبردار
کی جمعیت سے شیرزپر حملہ کر دیا شیرز اسوقت تک ظاہر اپنے مددگاروں
سے خالی نظر آ رہا تھا اور فرانسیزیوں کو پورا پورا اسپر قبضہ کر لینے کا یقین
ہو گیا تھا مگر اسماعیلیہ نے اطراف و جوانب سے مجتمع ہو کر اسکو حریف کے قبضہ سے بچا لیا
اسی زمانہ میں مینویل یونانی شہنشاہ قسطنطنیہ اور ریچنا لدی
انطاکیہ میں اسد رجبہ نامانی پیدا ہو گئی کہ شہنشاہ قسطنطنیہ ایک بڑی
فوج لیکر انطاکیہ پر چڑھ گیا اور ریچنا لدی کو نچا دیکھا کر واپس چلا آیا انہیں

دونوں امیر امیران نصرت الدین اور مجد الدین حاکم قلعہ حلب چل گئی لیکن
نور الدین محمود کی تندرستی نے اس باہر کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ اسد الدین شیرکوہ
اپنے آقا کے نعمت کی تندرستی کی خوشخبری سن کر صبا ستد عا، اس کے اپنی
ناحت فوجیں لے ہوئے دمشق سے حلب میں آگیا نور الدین محمود نے اس کی
کوششوں کی داد دی اور اندرونی و بیرونی فسادات کے رفع کرنے کی مشورہ
د فکر کرنے لگا۔

شیرزیر قبضہ پہلے دونوں عیسائیوں کی یورش سے اگرچہ سلطان نور الدین محمود کو
شیرزیر سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن اسلامی بلاد ہونے کی وجہ سے اس کو اس کا ایک
خاص خیال پیدا ہو جانا ضروری تھا۔ شیرزحما سے نصف منزل کے مسافت پر
ایک اونچی پہاڑی پر واقع تھا تین طرف اس کے نہایت بڑے بڑے پہاڑ واقع
تھے جو اس کو ہر قسم کے حملوں سے ہر وقت بچانے کے لئے کمر بستہ سلسلہ کے ساتھ
کہتے تھے جو ہر طرف اس کے دریا تھا جس پر اہل شیرزیر نے ایک پل بنا رکھا تھا
اور اسی کے ذریعے شیرزیر میں آمد و رفت ہو سکتی تھی باوجود اس مضبوطی
اور ایک قدرتی محفوظ قلعہ ہونے کے والی قلعہ کی کمزوری اور عیسائیوں کی آمد
ورفت و تعلقات سے اس کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ اگر عیسائیوں کو سلطان
نور الدین محمود کی حمایت کا خیال نہ ہوتا تو مدت ہوئی ہوتی کہ اس قلعہ پر بجائے
اسلامی پہرہ کے صلیبی نشان بلند ہو گیا ہوتا اور پہرہ جب شیرزیر محفوظ و مضبوط
قلعہ عیسائیوں کے قبضہ میں آجاتا تو اہل حما کو ان کے ظلم کے ہاتھوں
کب آرام مل سکتا نور الدین محمود نے تندرستی کے بعد بوجہ بالا بجائے ہی بغین
کی قوت توڑنے کے اپنے باز و مضبوط کرنے کو مقدم سمجھ کر شیرزیر کی طرف ہند
شیرکوہ کو روانہ کیا شیرکوہ نے شیرزیر کے قریب پہونچ کر بلا جدال و قتال اس پر

قبضہ حاصل کر کے اس کے شہر پناہ کو از سر نو در سر ت کر دیا اور حسب حکم نور الدین محمود
محمد الدین ابن الدایہ کو وہاں کا حکمران بنا کر واپس چلا آیا۔

اوایل محرم ۵۵۳ھ (مطابق ۱۱۵۷ء) میں عیسائیوں نے پھر سر ٹھہرایا
قلعہ حارم کے نصف محاصل کو جو زمانہ اتا بک سے دیتے چلے آئے تھے بند کر دیا
علاوہ برین قرب وجوار کے بلاد اسلامیہ پر بخون مارنا شروع کر دیا نور الدین محمود
یہ خبر سن کر حلب سے روانہ ہوا اور اپنی روانگی سے پیشتر اسد الدین شیر کوہ کو
بطور مقدمۃ الجیش کے روانہ کر دیا عیسائی فوجیں جو اپنے ہاتھوں کو مسلمانوں
کے خون ناحق سے رنگ رہی تھیں اسکی آمد کی خبر سن کر منتشر و پریشان ہو کر
قبل از مقابلہ ہباگ گئیں۔ نور الدین محمود تو دمشق کو واپس آیا اور اسد الدین
شیر کوہ سرکش عیسائیوں کے سرکوبی کو صید ایک طرف چلا گیا۔

رئیس البوعلی تحریر کرتا ہے کہ پندرہویں ربیع الاول کو حلب سے نزل لزم
کی خبر آئی جس سے حلب کے مضبوط سفینو ط مقامات کی بنیاد گئی اب جیسیون
دمشق میں پہونچا ل آیا لیکن دولوں مقامات میں نقصان کچھ نہیں ہوا۔
نویں ربیع الثانی کو سلطان نور الدین محمود نے لشکر تبارک کے بغرض حارم
دمشق سے خروج کیا اور جسے خربہ پر اگر قیام کیا اس کے دوسرے روز
اسد الدین شیر کوہ بھی صیدا سے مظفر و قسوس قیدیوں اور مال غنیمت کو
لئے ہوئے آپہونچا ان قیدیوں میں دالی حارم کا ایک کابھی تھا جو عیسائی
مجاہدین کے لشکر میں ٹائیٹ ہو کر لڑنے کو آیا تھا۔

شکست و فتح اسد الدین کے آنے کے بعد نور الدین محمود نے خربہ
کو چھ لیا اور اپنی سرحد سے عبور کر کے عیسائیوں کے ملک میں جا پہونچا
عیسائیوں نے جی توڑ کر مقابلہ کیا اثنا جنگ میں مسلمانوں کے سینہ کے دو کال

میسرہ میں آئے عیسائیوں نے میمنہ کو کمزور دیکھ کر اس پر حملہ کیا جسوقت میسرہ نے اس کے بچانے کی کوشش کی عیسائیوں کے میمنہ نے دائیں بازو سے اور مقدمہ نے سامنے سے حملہ کر دیا اس اچانک حملہ سے ہنسن لشر کے پانوں اوکھڑ گئے لشکر بے قابو ہو کر میدان جنگ سے بہاگ نکلا سلطان نور الدین محمود تھوڑے سے سواران دستہ جان نثاران کو لئے ہوئے ٹیلہ عیش پر پڑا ہوا اونکا مقابلہ کرتا رہا عیسائیوں کے دلپر اسکی اس مردانگی سے کہ وہ ہڈی دل لشکر کے مقابلہ پر مدد دے چند سوار وکولئے ہوئے لڑ رہا تھا ایک رعب سا چھا گیا باوجود کثرت لشکر کے آگے قدم نہ بڑھا یا دشخص عیسائی لشکر سے ٹھکر سیدان میں آئے اور لڑنے والوں کو طلب کیا سلطان نور الدین محمود کے حکم سے ان کے مقابلہ پر خط زائد شہید اتابک کا (آزاد غلام) صف لشکر سے ٹھکر سیدان میں آیا دو چار ہتھ پیرے کے بد لکریلے ایک کو ان میں سے تیغ کیا بعد ازاں دوسرے کے طرف متوجہ ہوتے ہی اسکو بھی آن واحدین قتل کر ڈالا ان دونوں عیسائیوں کے قتل ہوتے ہی انکے لشکر نے پیچہ ہٹنا شروع کیا اور نور الدین محمود ان پر تیر باری کرنے لگا یہاں تک کہ رات نے انکو اپنے دامان سیاہ میں دبا دیا۔

شیخ داؤد مقدسی (مجاور قریب نبی علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام) ایک خچر پر (جسکو بادشاہ قدس نے دیا تھا) نور الدین محمود کے پاس سوار کھڑے ہوئے تھے ان کا بیان ہے کہ جسوقت اسلامی لشکر میدان جنگ سے بہاگ جا رہا تھا اسوقت نور الدین محمود کے چہرہ کارنگ ساعت بساعت بتغیر ہوتا جاتا تھا کہ یہی بارگاہ رب العزت میں کمال ادب سے قبلہ رو ہو کر سر جھکا کر یہ دعا کرتا تھا یا رب العباد انا العبد الضعیف ملکتنی هذا الولاۃ

و اعطيتني هذا النياية عمت بلادك ونصحت عبادك
وامرتهم بما امرتني به وزيهتهم عما نهيتني عنه فرفعتا لمنكرات
من بينهم واظهرت شعاع دينك في بلادهم وقلنا منهم
المسلمون وانا لا اقدر على دفع هؤلاء الكفار اعداء
دينك ونبيك محمد صلى الله عليه وسلم ولا املك الا
نفسه هذا وقد سلمتها اليهم ذاباعن دينك وناصرا
لبنيك (ترجمہ) پروردگار عباد مجاہدہ ضعیف کو تو نے اس ولایت کا
مالک کیا اور مجھ کو تو نے یہ بنیاب مرحمت کی میں نے تیرے شہر و نکو آباد کیا
اور تیرے بندوں کو سچایا اور میں نے انکو اسی کام کا حکم دیا جس کا حکم تو نے
مجھ دیا ہے اور میں نے انکو اس سے روکا جس سے تو نے مجھ روکا ہے
میں نے انہیں سے منکرات کو رفع کر دیا اور تیرے شعاع دین کو ادا کرنے کے
بلاد میں ظاہر کیا بے شک مسلمانوں کو نہر بیت ہوئی اور میں نے تنہا ان کفار
تیرے دین اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو دفع نہیں
کر سکتا اور میں سوائے اپنے اس نفس کے اور کسی کا مالک نہیں ہوں
اور بے شک میں نے اسکو تیرے دین کی حفاظت اور تیرے نبی کی حمایت کی ہے
ان کے سپرد کر دیا ہے۔

اور کبھی منہزم گروہ کے واپس لانے کی کوشش میں مصروف ہوتا تھا
اس اثنا میں عیسائی لشکر ٹیکہ حبیش کے قریب آگیا اسوقت نور الدین محمود
بالاسلام کہہ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے نوکدار غارہ شکاف نیزہ کو زمین پر
ٹکا کر ترکش سے تیر نکال کر تیر و کمان سے کام لینے لگا۔ اس کے ہمراہی رونا
نے بھی تیر بارسی شروع کر دی عیسائیوں کے حملہ کا اثر مسلمانوں تک بلند ہی کیوجہ سے

نور الدین محمود (نور الدین)

بالکل نہ پہنچتا تھا لیکن اونکے تیرے عیسائیوں کے سر دہیر کہتے جا رہے تھے دو پہر سے شام تک لڑائی کلاہی نقشہ رہا غروب آفتاب کے بعد عیسائی لشکر بچے ہٹنے لگا اور نور الدین محمود نے اپنے ہمراہیوں کے آگے بڑھتا جاتا تھا جب شب تاریک نے ان کو اپنے دامان ظلمت میں چھپا لیا اور اونکی نظریں کام نہ دینے لگیں تو یہ لوگ میدان جنگ سے واپس ہوئے۔

یہی واقعہ اس لڑائی کو بلا کسی نتیجے کے ختم کر کے آئندہ تھوڑے روز کے لئے لڑائی کو موقوف کر دیتا ہے اور نور الدین محمود میدان جنگ سے دشت کو چلا آتا ہے اس کے آنے سے پہلے اہل دشت نے دارالعوام میں مجتمع ہو کر سب سے بازار اور نہروں کا ٹکس قایم کر لیا تھا اور حکومت شہر (لوکل گورنمنٹ) سے دس ہزار دینار پر ٹیکہ لے کر کہا تھا لیکن جب دسویں رمضان کو اسکی اطلاع یادداشت بغرض منظروری دربار نور بدین پیش کی گئی سلطان نور الدین محمود کی بینظیر فیاضی نے اپنی دی ہوئی رعایتوں کو موقوف کرنا پسند کر کے وصول شدہ ٹکس کے واپسی کا حکم صادر کر دیا اور براہِ رحم خسروانہ دودھ گہی گھائے۔ بکری کا محصول معاف کر کے ایک گشتی حکم جاری کر دیا جو بغرض اطلاع عام باناروں اور چوراہوں پر آویزان اور جمعہ کے دن مساجد میں پڑھا گیا۔

رئیس ابوالعلی تحریر کرتا ہے کہ ابتدائے ۵۵۴ھ (مطابق ۱۱۵۹ء) میں سلطان نور الدین محمود پیر علیل ہوا اور اسکی علالت رفتہ رفتہ اس درجہ ترقی پذیر ہوئی کہ نقل و حرکت نہ کر سکتا تھا اکثر اوقات نماز غشی میں گزرتے تھے ضعف کی کوئی انتہا نہ تھی جسقدر اسکی خیر خواہ رعایا اور ہاں نثار فوجیں اسکی علالت سے پریشان خاطر ہو رہی تھیں اوس سے بدرجہا دشمنان اسلام و مفسدین نصارے باغوش ہو رہے تھے اور وقت کے منتظر تھے آئے دن

رومی اور فراسی امرا کی شورش کی خبر میں مشہور ہوتی بہتین جب سلطان نور الدین
 ضعف و علالت نے نشست و برخاست سے مجبور کر دیا اور ایک گونہ اس کو
 اپنی صحت سے ناامیدی ہو گئی تو اس نے اپنے خاص خاص امرا کو ایک قوت
 خاص میں طلب کر کے بعد حمد و صلوة کے یہ وصیت کی انہی قد عزامت
 علو وصیۃ الیکم بما وقع فی نفسہ فلو نواسا معین مطیعین
 ویشروطہا عاملین انی مشفق علی الرعا یا وکافۃ المسلمین
 من یکون بعدی من الولاۃ الجاہلین والظلمۃ الجائرین
 وان اخی نصر الدین اعرف من اخلافتہ وسوء افعالہ مالا
 ارتضیٰ معہ بتولیتہ امرا من امور المسلمین وقد وقع
 اختیار علی اخی قطب الدین مودود متولی الموصل
 لما یرجع الیہ من عقلی وسد ادو دین وصحتہ اعتقاد
 فحلفوا لہ (ترجمہ بے شک میں نے تم کو ایک وصیت کرنے کا قصد کر لیا
 جو میری طبیعت میں گزری ہے پس اس کو تم لوگ سُنو اور اس کی اطاعت
 کرو اور اس کے شروط پر عمل کرو مجھے رعایا اور گروہ مسلمانوں کی طرف سے
 اندیشہ ہے کہ میرے بعد جاہل حکام اور نا فہم امرا اور بے ظلم نہ کریں اور
 بے شک میں اپنے بہائی نصرت الدین کے اخلاق اور بد افعالی کو جانتا ہوں
 جس سے میں اس کی تولیت پر راضی نہیں ہوتا کہ وہ مسلمانوں کے کسی کام کا
 متولی ہو میرے دل میں یہ یہ آیا ہے کہ میں اپنے بہائی قطب الدین مودود
 حاکم موصل کو اختیار کروں کیونکہ اس میں عقل و راستی و دینداری اور
 دہشتی اعتقاد ہے پس تم لوگ اس کے لئے حلف دو اس کے بعد ایک ہند
 خاص اپنے بہائی قطب الدین مودود کے پاس موصل کی طرف روانہ کیا اور

مجد الدین گورنر حلب نے مسافریں و تجارت پیشہ کے حفاظت کے غرض سے
 شاہراہ عام پر چوکیاں مقرر کر دیں اتفاقاً ایک چوکی والوں نے اہل دمشق
 کے ایک قاصد کو گرفتار کر کے گورنر حلب کے پاس بھیج دیا گورنر حلب نے اس سے
 استفسار حال کیا اسکی تلاشی لی جب سپہ جرم ثابت پایا تو اسکو دار پر
 لٹھیا دیا اور خط جو اس کے سبابت برآمد ہوا تھا اسکو نور الدین محمود کے
 پاس بھیج دیا۔ جب یہ خط دربار لوزیہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ امین الدین
 ابن الحاج ابوالفتح حولی ریوان و عزالدین ملک قلعہ و محمد بن جعفری
 حاجب و سعد الدین عثمان نے یہ خط امیر امیران نصرت الدین کو لکھا تھا
 اور اسکو ایسی حالت میں جبکہ نور الدین محمود بستر علالت پر پڑا ہوا تھا اور اس نے
 قطب الدین سودو کو اپنا ولیعهد مقرر کیا تھا دمشق پر قبضہ کر لینے پر آمادہ
 کیا تھا نور الدین محمود نے ان لوگوں کی گرفتاری کا حکم دیا امین الدین عزالدین
 و محمد تو گرفتار ہو آئے لیکن سعد الدین عثمان بہاگ گیا جسوقت یہ خط ان
 لوگوں کے روپر پیش کیا گیا ان لوگوں نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا اور اسکی
 معافی چاہی نور الدین محمود کے منظرِ حلم نے ان کے قصور سے درگزر کیا اور اس نے
 ان کے رہا کر دیئے کا حکم دیدیا۔ اس واقعہ کا شور و غل ہنوز کم ہوا تھا کہ والی
 قلعہ جبر کا خط اس مضمون کا آپہونچا کہ نصرت الدین دریائے فرات عبور
 کر کے دمشق پر قبضہ حاصل کر لے گا و رہا ہے اس خبر کے پہونچنے ہی اسد الدین
 شیر کوہ شکر ظفر پیکر لیکر اس کے روکنے کو ہوا کی طرح اوٹھا لیکن اس کے
 پہونچنے سے پہلے نصرت الدین اثناءِ راہ سے اسد الدین کی روانگی اور
 نور الدین محمود کی صحت کی خبر سنکر واپس چلا گیا نوبت مقابلہ کی نہ آئی۔
 اسد الدین کی واپسی کے دو سے روز نور الدین محمود کا قاصد

موصول سے واپس آیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ قطب الدین محمد دود کا
 وزیر جمال الدین ابو جعفر محمد بن علی اپنے آقائے نعمت کی طرف سے بغرض
 مزاج پرسی حاضر ہوا نور الدین محمود نے روانگی کے وقت اس کو خلعت و
 انعام دیکر رخصت کیا ابن ابی طے تحریر کرتا ہے کہ وزیر جمال الدین - لوالہ
 محمود کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ابن الصوفی کے مکان پر اترتا تھا اور
 واپسی کے وقت اس کے ہمراہ اسد الدین شیر کوہ اپنے آقائے نعمت
 کی طرف سے ادائے شکر یہ کے لئے موصول آیا تھا اور پہر جب یہ موصول
 سے واپس ہو کر حلب میں آیا تو اس وقت نور الدین محمود روانگی دمشق
 کی تیاری کر رہا تھا اس وجہ سے کہ عیسائیوں نے اطراف حوران میں ظلم و
 بدعات کا بازار گرم کر رکھا تھا چنانچہ اسد الدین اپنے آقائے نعمت کے
 ساتھ ساتھ دمشق آیا اور یہاں سے ایک دستہ فوج لیکر بلاد صیدہ پر حملہ
 کرنے کو روانہ ہوا اس ہم میں اسکا بھائی نجم الدین ایوب اور اسکی اولاد
 بھی شریک تھی عیسائیوں کو اسکی روانگی کی خبر نہ ہونے پائی تھی کہ لخت
 غفلت میں یہ اون کے سر و پیر جا پہنچا اور انہیں ایک گروہ کو قتل کر ڈالا
 باقیماندگان سے بعض تو ہلاک گئے اور اکثر گرفتار کر لئے گئے نور الدین محمود
 یہ خوشخبری سنکر اسلامی لشکر کے استقبال کو حبشہ تک آیا اور وہیں
 اسد الدین شیر کوہ سے ملا۔

یہ واقعہ نور الدین محمود کے پہلی علالت کے بعد واقع ہوا ہے جیسا کہ
 کتب تواریخ کے دیکھنے سے پوری نشانی ہو سکتی ہے۔ ابن ابی طے نے اسکی
 دو علالت کو جو دو مختلف مقامات میں ہوئی تھیں ایک ہی شمار کیا ہے
 اور رئیس ابو بعلی نے لکھا ہے کہ نور الدین محمود پہلی بار حلب میں علیل ہوا تھا

نور الدین محمود کا سفر

اور دوبارہ دمشق میں پہلی علالت میں جبکہ وہ حلب میں بیمار ہوا تھا امیر نصیر
نصرت الدین کو اپنے بعد اپنا قائم مقام کرنے کی وصیت کی تھی اور اس کو شیرکوہ
کے سپرد کیا تھا اور دوسری بار جب دمشق میں حمل ہوا تو اپنے بہائی قطب الدین
مودود کو اپنا جانشین کیا تھا اور یہی صحیح ہے۔

اسی سنہ اور انہیں واقعات کے اثناء میں جبکہ لوز الدین بستر علالت
پڑا ہوا کر وٹین بھی نہیں بدل سکتا تھا روم و فرانس نے اسکی علالت کی خبر پا کر
ایک بزدلانہ حملہ کرنے کی تیاری کی اور انہوں نے مقدس پادریوں کے
روبر و انجیل اوٹھائی اور ان بلاد کے چین لینے کی پھر دوبارہ کوشش کی
جنکو لوز الدین محمود نے بزدلانہ تیغ فتح کیا تھا اور ٹہنے کو وہ سیاہ بادل کی طرح
اوپٹے لیکن ان کے برسنے سے پہلے لوز الدین محمود تندرست ہو گیا تھا اور وہ
ان کے ارادہ سے مطلع ہو کر اپنا جری لشکر لے ہوئے براہِ محض و حماۃ شیراز
دیکھتا ہوا ان کا مقابلہ کرنے کو آ رہا تھا روم و فرانس کے بہادر لشکروں کا
یہہ شکر جی چوٹ گیا لینے کے دینے پڑ گئے آئے کو تو آگئے تھے اب بغیر نذر دینا
دئے جا کیسے سکتے تھے مجبورانہ مکر انان روم و فرانس تلخ و چالپوسی سے پیش آئے
اور یہ ظاہر کیا کہ ہم تو اپنے ان قیدیوں کا فدیہ لیکر آئے ہیں جو آپ کے قید میں
ہیں لوز الدین محمود نے باوجود اس کے کہ وہ اس فقرہ کو سمجھ گیا لیکن
یہر بھی نہایت خندہ پیشانی سے انکی اس درخواست کو منظور کر کے باخذ
فدیہ قیدیانِ نصاریٰ کو رہا کر دیا بارشاہ روم نے اس کے شکر میں
مختلف اقسام کے قیمتی کپڑے اور جواہرات اور دیبا کا ایک خیمہ اور چند
گہوڑے نذر کئے اور جہاد اول کی پہلی تاریخ کو سناڑ چھڑانے آئے تھے روضہ
گلے لگا کر واپس گئے۔ اور لوز الدین محمود شہرِ حراں کی طرف بڑھا سو جب سے کہ

اسکا بہائی نصرت الدین جب دمشق پر بغیر قبضہ حاصل کئے ہوئے اسکی مندرستی
کی خبر باکرہ واپس ہوا تھا تو اس نے حران کو بے یار و یاور باکرہ اسپر قبضہ کر لیا
نور الدین محمود جب اس کے پیچھے غضب سے حران کے چھوڑنے کو اس کے
قریب پہونچا تو نصرت الدین اپنے اہل و عیال کو قلعہ میں چھوڑ کر تنہا بہاگ
نور الدین محمود نے حران کو زین الدین کی جاگیر میں دیدیا اور نصرت الدین
کے اہل و عیال کو اس کے پاس پہونچانے کا حکم دیا رئیس الوبعلی کی تحریر سے
معلوم ہوتا ہے کہ نصرت الدین نے بلا حصار و جدال قلعہ کو نہیں چھوڑا بلکہ
چند روز نور الدین محمود کے محاصرہ میں رہ کر جب اپنے کامیابی سے ناامید
ہوا ہے اسوقت قلعہ کے چور دروازہ سے نکل کر بہاگ گیا ہے اس کے
بیسویں جہادی الثانی کو اہل قلعہ نے با من و آمان قلعہ کو نور الدین محمود کے
سپر دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

سنہ مذکور کے ختم کرنے والے ہی چند واقعات ہیں اسکے
بعد ۴۵۵ شروع ہوا تھا ہے سبقت ماضیہ کے لحاظ سے بہر
سنہ اسن و امان سے بہرہ نظر آتا ہے اس سنہ

۴۵۵
۴۵۶
واقعات

میں اور نہ اس کے بعد آنے والے ۴۵۶ میں عیسائیوں نے پیشقدمی کی
اور نہ مسلمانوں ہی کو انکے خلاف ہتھیار اوٹھانے کا موقع ملا۔ اگرچہ ۴۵۵
کے اخیر میں عیسائی بادشاہ بالڈون نے اس قدر ضرور پیہر چھاڑی کہ جسو
نور الدین محمود تبلیغ ارسلان سے مارا اس اور کریم کی سرتابی کی وجہ
فتح کر رہا تھا اسوقت بالڈون نے دمشق کو نور الدین محمود سے خالی باکرہ
اسپر چڑھائی کر دی لیکن نور الدین محمود اس عیسائی بادشاہ کے تنگ ظرفی پر
ذرا بہر بھی متوجہ نہ ہوا اس کے گورنر دمشق نجم الدین ایوب (صلاح الدین کے

باپ نے حکمت عملی سے بالڈون کو کوٹا دیا دوسری روایت یہ ہے کہ
اسد الدین شیرکوہ جو اس خطہ کو پہلے سے پیش نظر کر کے رہتہ روکے ہوئے
روکے ہوئے پڑا تھا اس نے بالڈون کو پکڑ کر واپس کر دیا۔

اس کے علاوہ یکم صفر ۵۵۵ھ کو قاضی زکی الدین ابوالحسن علی بن محمد بن
یحییٰ قرشی قاضی دمشق پیرانہ مسالی کی وجہ سے عہدہ قضا سے مستعفی ہوا اور
نور الدین محمود کے حکم سے قاضی کمال الدین شہر زوری کو یہ عہدہ عطا کیا گیا
اور بغداد میں بعد انتقال امیر المومنین المتقفی لاهر الدین المستظهر بامر اسد
الدین المظفر یوسف لقب پلستجہ باند کے ہاتھ پر اراکین دولت نے بیعت کی
ابن ہبیرہ بدتور عہدہ وزارت پر قائم رہا اور عبیدون کے دار الخلافہ مصر
میں خلیفہ الفایز بنصر الدین ابوالقاسم عیسیٰ کے انتقال ہو جانے سے وزیر صالح
بن زریک نے ابو محمد عبداللہ یوسف لقب بہ عاصد لدین اللہ کو سریر خلافت
بٹھایا اور اپنی لڑکی سے اس کا عقد کر دیا یہی خاتم خلفاء علویہ یا فاطمیہ یا
دولت عبیدیہ ہے اس کے آخر زمانہ میں نور الدین محمود کے حکم سے صلاح الدین
یوسف نے مصر میں خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھایا۔

ابن ابی طے کا بیان ہے کہ ۵۵۶ھ میں اسد الدین شیرکوہ افسر علی
عساکر نوریہ بہ کمال تجمل و احتشام شام سے اور علی کوچک معروف بن الدین
عراق سے اور ملہم برادر ضرغام مصر سے حج کو گیا۔ اس اثناء میں صلاح بن زریک
۵۵۶ھ خلیفہ المتقفی لاهر الدین کی عمر وقت انتقال چھاپڑ برس کی تھی چوبیس سال دو مہینہ
اس نے خلافت کی۔

۵۵۷ھ مورخین نے اس کے قتل کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ جب وقت اس نے خلیفہ
عاصد لدین اللہ کو سریر خلافت پر بٹھا کر اپنی لڑکی سے عقد کر دیا اور وقت (بانی صفویہ میں)

وزیر مصر مارا گیا اور اسکی وصیت کے موافق اسکا لڑکا زریک بن صالح ملقب بہ عادل وزیر مقرر کیا گیا عماد کا تب تحریر کرتا ہے کہ اس کے بعد سے مصر براہینکو سنیہ معکوسہ الایہ تنزلی گزارا آئے دن اندرونی و بیرونی پریشانیوں اور آفات میں گہرا اور مبتلا رہا تا آنکہ اسپر یوسف ثانی (صلح الدین) نے قبضہ حاصل کر کے اپنی خوبی انتظام سے اسکو اسلام اور سلامیوں کا مرکز بنا دیا۔

نور الدین کی عالی حوصلگی
 ۳۵۵ھ (مطابق نومبر ۹۶۵ء) میں عیسائی بادشاہ بالڈون کا انتقال ہو گیا اس کے مرنے سے عیسائیوں ہوش و حواس بجا نہ تھے لوگوں نے نور الدین محمود کو یہم شوروہ دیا کہ اسوقت عیسائیوں کے ضعف سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے فلسطین اور اس کے بلاد پر بحالت موجودہ بہت آسانی سے قبضہ ہو جائے گا لیکن نور الدین محمود نے اپنی ہمیشہ فیاضی سے اپنے دلی دشمن کے نسبت یہم رائے ظاہر کی کہ اسکی بچے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ میں ایسی سلطنت پر کیوں حملہ کرنے کا موقع حاصل کروں جس سے بفسلہ تعالیٰ مجھے کسی قسم کا کسی وقت میں کسی خوف کا اندیشہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۴) یہم معاملات خانہ داری اور ملکی پر مشتمل ہو گیا اسکا یہم نصرت عاصد کی پہوپی کو ناگوار گذرا اس نے چند افراد کو اس کے قتل کے لئے بہت سامان و اسباب دیا مگر صالح کو اسکی اطلاع ہو گئی اس نے کل مال و اسباب ان سے چھین لیا اور انکو اس سانش کے جرم میں قتل کر کے عاصد کی پہوپی کی بھی لگائی کرنے لگا بعد چندے موقع پا کر عاصد کی پہوپی نے سوڈانیوں کو اس کے قتل پر اوہاراجا پتہ انہوں نے ۱۹ رمضان ۳۵۵ھ کو جسوقت صالح اپنے مکان سے ٹھکر قصر خلافت میں جا رہا تھا مارڈ الاصلاح نے وقت انتقال اپنے لڑکے کو وزارت عاصد یہ کی وصیت کی۔ عمارہ یمنی نے کتاب الوزرار میں اسکی بہت تعریف لکھی ہے۔ ذی علم علم دوست۔ امامی المذہب تھا۔

نور الدین محمود (۱) کا قلمیہ

ہنہین تھے میں اپنے حریف سے ہر وقت (ٹسکتا ہوں) انہوں نے اپنا ایک چہا بادشاہ
 کہو دیاسے مجھ کو ان کے سچے رنج و غم میں نہ گت کرنی چاہیے اور انکی حالت نار پر
 بچے رحم کرنا چاہیے مناسب تو یہ ہے کہ میں ان کے بگڑے ہوئے کاموں میں
 انکی مدد کروں پہر حبیل نکو ایک گونہ اطمینان حاصل ہو جائے گا تو مجھ کو ان سے
 لڑنے کا ہر وقت موقع مل سکتا ہے "نور الدین محمود کی یہ فیاضی تھی کہ اسے عیسائیوں
 کے صنف وابتیری سے ان کے بادشاہ کے مرنے کے بعد ان کے ملک پر حملہ نہ کیا اور
 نہ اس سے اس نے فائدہ اٹھایا اور اس طرح کے فائدہ اٹھانے کو اس نے
 حقارت کی نظروں سے دیکھ کر انکار کر دیا لیکن یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے
 کہ اسی عیسائی بادشاہ کا جانشین اموری (جو پیٹل یا ذہ و عقلان کا حاکم تھا)
 نور الدین محمود کی وفات پر موقع کو منتقامت سے مجھک اس کے ملک پر چڑھ آیا
 جسکو عیسائی مورخ اربہر نفرت انگیز پیرایہ میں یوں تحریر کرتا ہے کہ "جب تمہیں ملتا
 (مطابق شصہ ہجری) میں نور الدین کا انتقال ہو گیا تو اموری بادشاہ یروکیم
 نے اپنے عظیم القدر اور فیاض حریف کے برعکس عمل ایک نئے بادشاہ ملک پر حملہ
 کرنے میں کوئی تامل اور غیرت نہیں ظاہر کی اور نہ اس نے اپنے ایک فیاض
 حریف کے احسانات کا جوا دس نے اکثر نادک وقتوں میں عیسائی دنیا کے
 ساتھ کئے تھے کچھ خیال کیا۔ اموری نے نہایت تنگ ظرفی سے مردانگی کے ساتھ
 بائیس لاکھ سپہ سالار حاضرہ کر لیا مگر نور الدین کی بیوہ نے نہایت عقلمندی سے
 اسکو روپیہ دیکر مالدیا اور وہ اس پست خیالی سے روپیہ لیکر طبریا کی طرف
 ہٹ آیا۔"

اس کے بعد پہر عیسائیوں اور مسلمانوں میں بدستور قدیم چہر چہاڑ
 شروع ہو کر انکی لڑائیوں کے دو میدان قرار دیے گئے ایک تو سرزمین شام

جہان خود نوز الدین محمود بنظاہر عیسائیوں سے دست بدست لڑ رہا تھا اور درحقیقت صلاح الدین یوسف کے لئے کامیابی کا راستہ صاف کرتا تھا اور دوسرا مصر جس کے پر فضا میدان میں اس کے فوج کا افسر اعلیٰ اسد الدین شیر کوہ کامیابی کی ہوا میں اپنی ناموری کا پہرہ اوڑھا رہا تھا۔

حارم پر پہلا حملہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ۳۵۵ھ میں نوز الدین محمود نے لشکر جمع کر کے حارم پر حملہ کیا قلعہ حارم حلب کے غربی جانب شاہ فرانس کے قبضہ میں تھا اوس کے طرف سے اس قلعہ میں نامی نامی جبرئیل اور کارآزمودہ سپاہیوں کی ایک تعداد کثیر رہتی تھی جب نوز الدین محمود نے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے نہایت سختی سے لڑائی شروع کی اوسوقت اطراف وجوانب کے عیسائی امداد حارم کے بھانے کو آئے لیکن خدا جلّ جلالہ نے وہ کیوں لڑائی سے اعراض کر کے نرمی و ملاحظت سے پیش آئے اور پچاس ہزار دینار سرخ مصارف فوج کشی دیکر نوز الدین کو حلب کی طرف لوٹا دیا۔ اس جنگ میں امیر مویلا الدولہ اسامہ بن مرشد بن مقتداس کے ہمراہ تھا۔

واقعہ قلعہ اکراد ۳۵۵ھ میں نوز الدین محمود نے اپنے لشکر کو مرتب و مسلح کر کے بقصد طرابلس خروج کیا اور مقام بقیعہ (قلعہ اکراد کے نیچے) پہونچ کر مقیم ہو گیا عین دوپہر کے وقت جبکہ سپاہی کوہن کہولے ہوئے اپنے خیمہ میں پڑے ہوئے تھے عیسائیوں نے قلعہ اکراد کے ایک پوشیدہ دروازہ سے بھلکر پہاڑی راستہ طے کرتے ہوئے بحالت غفلت مسلمانوں پر آپڑے مسلمانوں نے ان کے مقابلہ اور دفعیہ کی کوشش کی لیکن ان کے دست بقبضہ ہونے سے پہلے اونکی تلواریں نیام سے باہر آگئیں ہتھیں قتل و قید کا بازار انہوں نے گرم کر دیا تھا ناچار اس واقعہ میں مسلمانوں کو ہریمت ہوئی عیسائیوں نے

نہیں تھے میں اپنے حریف سے ہر وقت (لڑ سکتا ہوں انہوں نے اپنا ایک چاہا بادشاہ
 کہو دیکھو ان کے سچے رچ و خم میں نہ کت کرنی چاہئے اور انکی حالت نار پر
 بچے رحم کرنا چاہئے مناسب تو یہ ہے کہ میں ان کے بگڑے ہوئے کاموں میں
 اوٹکی مار دوں پہر حبیب النور ایک گونہ اطمینان حاصل ہو جائے گا تو جبکہ ان سے
 لڑنے کا ہر وقت موقع مل سکتا ہے "نور الدین محمود کی یہ فیاضی تھی کہ اسنے عیسائیوں
 کے صنف وابتیری سے ان کے بادشاہ کے مرنے کے بعد ان کے ملک پر حملہ نہ کیا اور
 نہ اس سے اس نے فائدہ اٹھایا اور اس طرح کے فائدہ اٹھانے کو اس نے
 حقارت کی نظروں سے دیکھ کر انکار کر دیا لیکن یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے
 کہ اسی عیسائی بادشاہ کا جانشین اموری (جو پہلے یافذ و عسقلان کا حاکم تھا)
 نور الدین محمود کی وفات پر موقع کو مقتضات سے سمجھ کر اس کے ملک پر چڑھ آیا
 جسکو عیسائی مورخ ابراہیم بن تغریبر کہتا ہے کہ "رجب ثانی ۶۵۸ھ
 (مطابق ۱۲۶۰ء ہجری) میں نور الدین کا انتقال ہو گیا تو اموری بادشاہ یروسلیم
 نے اپنے عظیم القدر اور فیاض حریف کے برعکس عمل ایک نئے بادشاہ ملک پر حملہ
 کرنے میں کوئی تامل اور غیرت نہیں ظاہر کی اور نہ اس نے اپنے ایک فیاض
 حریف کے احسانات کا جوا دس لئے اکثر نادک وقتوں میں عیسائی دنیا کے
 ساتھ کئے تھے کچھ خیال کیا۔ اموری نے نہایت تنگ ظرفی سے مرزا انگلی کے ساتھ
 بانیاس پہنچ کر محاصرہ کر لیا مگر نور الدین کی بیوہ نے نہایت عقلمندی سے
 اسکو روپیہ دیکر مال دیا اور وہ اس پست خیالی سے روپیہ لیکر طبریا کی طرف
 ہٹ آیا۔

اس کے بعد پہر عیسائیوں اور مسلمانوں میں بدستور قدیم چھڑ چھاڑ
 شروع ہو کر انکی لڑائیوں کے دو میدان قرار دیئے گئے ایک تو برزین شام

جہان خود نوز الدین محمود بظاہر عیسائیوں سے دست بدست لڑ رہا تھا اور درحقیقت صلاح الدین یوسف کے لئے کامیابی کا راستہ صاف کرتا تھا اور دوسرا مصر جس کے پر فضا میدان میں اس کے فوج کا افسر اعلیٰ اسد الدین شیر کوہ کامیابی کی ہوا میں اپنی ناموری کا پہرہ اوڑھ رہا تھا۔

حارم پر پہلا حملہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ۳۵۵ھ میں نوز الدین محمود نے لشکر جمع کر کے حارم پر حملہ کیا قلعہ حارم حلب کے غربی جانب شاہ فرانس کے قبضہ میں تھا اوس کے طرف سے اس قلعہ میں نامی نامی جبرئیل اور کارآزمودہ سپاہیوں کی ایک تعداد کثیر رہتی تھی جب نوز الدین محمود نے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے نہایت سختی سے لڑائی شروع کی اوسوقت اطراف وجوانب کے عیسائی اعداء حارم کے بچانے کو آئے لیکن خدا جلّ جلالہ نے وہ کیوں لڑائی سے اعراض کر کے نرمی و ملاحظت سے پیش آئے اور پچاس ہزار دینار سرخ مصارف فوج کشی دیکر نوز الدین کو حلب کی طرف لوٹا دیا۔ اس جنگ میں امیر مویالہ ولہ اسامہ بن رشد بن مقداس کے ہمراہ تھا۔

واقعہ قلعہ اکراد ۳۵۵ھ میں نوز الدین محمود نے اپنے لشکر کو مرتب و مسلح کر کے بقصد طرابلس خروج کیا اور مقام بقیعہ (قلعہ اکراد کے نیچے) پہونچ کر مقیم ہو گیا عین دوپہر کے وقت جبکہ سپاہی کمزور کہوئے ہوئے اپنے خیمہ میں پڑے ہوئے تھے عیسائیوں نے قلعہ اکراد کے ایک پوشیدہ دروازہ سے نکل کر پہاڑی راستہ طے کرتے ہوئے بحالت غفلت مسلمانوں پر آپڑے مسلمانوں نے ان کے مقابلہ اور دفعیہ کی کوشش کی لیکن ان کے دست بقبضہ ہونے سے پہلے اونکی تلواریں نیام سے باہر آگئیں بہتیں قتل و قید کا بازار آہنوں نے گرم کر دیا تھا ناچار اس واقعہ میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی عیسائیوں نے

آگے بڑھ کر نور الدین محمود کے خیمہ کا محاصرہ کر لیا مگر وہ دلیرانہ بغیر قبا پہنے ہوئے
دائیں بائیں وار کرتا ہوا نکلا اور گھوڑے پر جو حسب دستور دروازہ خیمہ پر بندھا
ہوا تھا سوار ہو کر ان کے درمیان سے اُنکو دیران چھو کر اس طرح نکل گیا جیسا کہ بجلی
اندھیری رات میں نظروں سے چمک کے غائب ہو جاتی ہے اور راہروں تھوڑی
دور تک اسکی روشنی میں راستہ چل کر پہنچ کر بچاتے ہیں۔

نور الدین محمود اس واقعہ سے نجات پا کر محض کے باہر ایک میل پر بخیرہ
کے کنارے ٹھہرا اور وہاں سے خیمہ منگو کر نصب کر آئے اس اثنا میں وہ
لوگ بھی آگئے جو اس معرکہ سے جانبر ہو کر نکل آئے تھے اُن لوگوں نے اتفاق
بہمہ راے ظاہر کی کچھ نیک مقام واقعہ یہاں سے صرف چھ کوس کے فاصلہ پر ہے
اور وہاں سے لشکر اسلام کمال بے سرو سامانی سے یہاں پہاگ کر آیا ہے شاید
عیسائی فوجیں تعاقب میں آئیں اور پہر اس مقام سے ہکو نہریت اوٹھانی پڑے
لہذا مناسب ہے کہ محض چل کر قیام کرنا چاہئے وہ ہکو اور ہم اوس کو
دشمنوں کے قوی سے قوی حملوں سے بچا سکتا ہے نور الدین محمود نے نہایت
مردانگی کا یہ جواب دیا کہ اگر میرے پاس ہزار سوار ہوں تو میں اُنکی قلت و
کثرت سے نہیں خوف کر سکتا ہوں بخدا اے لایزال جب تک میں عیسائیوں
سے اسلام کا بدلہ نہ لے لوں گا ہرگز کسی دیوار کے سایہ میں نہ بیٹھوں گا، یہ کہہ کر
نور الدین محمود نے حلب و دمشق سے گھوڑے۔ آلات حرب۔ خیمے۔ سباب
اور کل وہ چیزیں جوڑائی و لشکر کے لئے ضروری تھیں منگو کر اُن لوگوں میں
تقسیم کر دیا جو اس واقعہ سے بچ آئے اور جو اس معرکہ میں شہید ہو گئے بچے
اون کے اونکی اولاد کو اگر وہ ٹانگے قابل تھیں یا اُن کے اعزہ و اقارب طلب
کر کے مقرر کر دیا۔ اس خوبی انتظام سے لشکر اسلام جیسا کہ پہلے بتا دیا ہے

دیکھنے والے کو یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ اس لشکر کا کوئی شخص بھی غائب ہوا ہے
مورخین نے لکھا ہے کہ نوز الدین محمود نے سوائے آلات حرب و گھوڑے و اسباب
کے یک دن مین دو لاکھ دینار اپنے لشکریوں کو دیئے تھے۔

علامہ شہاب الدین ابو محمد عبد الرحمن بن اسماعیل مقدسی شافعی نے لکھا ہے
کہ جو وقت نوز الدین محمود اپنے لشکریوں کو مال و اسباب اور روپیہ اُنکے
حصہ دعویٰ دے رہا تھا اس وقت اس کے دیوان نے مہنظر خیر خواہی
لشکریوں سے جسکا وہ دعویٰ کرتے تھے اُسپر حلف لینے کا قصد کیا لیکن
نوز الدین محمود کی پیغمبرِ فیاضی نے اسکو گوارا نہ کیا اس نے اپنے دیوان کو
اسکی سخت مخالفت کی اس کے بعد اس کے بعض سرداروں کو شایونکا
خلاف واقعہ بیان کرنا معلوم ہو گیا اور انہوں نے نوز الدین محمود سے مہل
قصہ کو عرض کر کے لشکریوں سے حلف لینے کی اجازت چاہی نوز الدین محمود نے
اس سے انکار کیا اور یہ کہہ کر جو شخص جس چیز کا جس مقدار پر دعویٰ کرے
بلا خیال ہو کر دیتے جاؤ مین قلیل و کثیر بخیال اجر و ثواب دیتا ہوں کئی ہفتین
یہ سنکر یہ گدازش کیا کہ اگر آپکو ثواب کا خیال ہے تو آپ کے شہر مین زُہاد
و فقراء و صوفیاء و فقہاء کی ایک جماعت کثیر ہے انکو دیجئے اور ان سے امداد
طلب کیجئے نوز الدین محمود نے خشنماک لہجہ مین جواب دیا کہ بخدا مین اللہ تعالیٰ
سے امداد طلب کرتا ہوں ان لوگوں سے کیا مدد ملیگی اور مین کیسے اولکھا حق
چینکر انکو دون جو لوگ کافروں سے لڑتے ہین اور کلمۃ اللہ کو پھیلانے مین
نرم خواہگا ہوں کو چھوڑ کر نوکدار نیردون اور تیز تلواروں پر سونے مین اُنہن
لوگوں کا بیت المال مین حصہ ہے اوہی اوس کے سختی مین یہ کیسے ہو سکتا ہے
کہ مین اونہرا سکو صرف نکرون اور انکے سوا غیر دن کو جنہوں نے تیر کی ہار شرم

نوز الدین
جو وہاں کا زمیندار

تلوار کی چمک نیزوں کی توکین ہنہیں مکہین اس مال کو دیدون“ نور الدین محمود کے اس کلام نے سب کو خاموش کر دیا اور اس نے نہایت دریا دلی سے لشکروں کو نغمہ البدل دیکر اس نہر بہت و شکست کا خیال ان کے دل سے بہکا دیا۔

عیسائی امراء اس نہر بہت کے بعد حمص کے قریب ہونے سے بحیال قبضہ اس کے طرف بڑھے لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ نور الدین محمود اس کے قریب نیمہ زن، تو حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور باہم شور مچا کر کہ یہ رائے قائم کی کہ نور الدین محمود سے اب عہدہ برآ ہونا مشکل ہے حالت غفلت میں ایک مرتبہ فتح نصیب ہونا تھا ہو گئے عجب ہنہیں کہ وہ خود ہمہ پر حملہ کرے۔ رفتہ رفتہ ان کا یہ خیال اس قدر محکم اور اس درجہ مضبوط ہو گیا کہ انہوں نے صلح کی درخواست کی نور الدین محمود نے جب ان کو کہہ جواب نہ دیا تو بخوف جنگ قلعہ میں معمولی افسر و فوجین چھوڑ کر اپنے اپنے ملک کوچے گئے۔

شاہ اور روضہ غامہ یون تو کچھ مدت پہلے سے مصر کے دار الخلافت میں خلفاء علویہ یا فاطمیہ یا عبیدیہ کا آفتاب اقبال لب بام آرم تھا کسی حریف کے مقابلہ پر جانا اور اس سے لڑنا تو بہت دور تھا وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکتے تھے آرام طلبی حد سے بڑھ گئی تھی ظلم و تعدی کی کوئی انتہا نہ تھی حکومت کی ساری طاقت وزیروں کے قبضہ میں جا چکی تھی مدعیان وزارت کے آئے دن لڑائی جھگڑوں سے یونانیوں خلافت کی قوت سلب ہوتی جاتی تھی خلیفہ برائے نام سرحد خلافت پر بیٹھا ہوا بادشاہ شطرنج کی طرح اپنی بساط سے قدم باہر نہ کر سکتا تھا ان پرانے خلفاء کے سب سے آخری خلیفہ ناصر الدین اللہ کا زمانہ حکومت تھا کہ ۵۵۱ھ ہجری (مطابق ۱۱۵۶ء) میں بعد قتل الملک الصالح طالع بن زریک وزیر مصر کے اسکا بیٹا زریک بن طالع وزارت کرنے لگا دو برس بعد ماہ صفر ۵۵۸ھ (مطابق ۱۱۶۳ء)

مین شاور نے اس سے وزارت چھین لی پہر کو اسی سال ماہ رمضان میں دو بہائیوں ناصر الدین ملہم اور ضرغام مدعیان و نارت سے مقابلہ کرنا پڑا بد نصیبانہ اس لڑائی میں پسپا ہو کر شام کی طرف بہاگا ضرغام نے اُس کے محل کو لوٹ لیا اُس کے دونوں لڑکے طیا اور سیماں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور خود ایوان وزارت میں بیٹھ کر حکم و احکام جاری کرنے لگا خلیفہ عاصد ان سب افعات کو خاموشی کی نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا اور دھڑکی رعایا فریق غالب کا ساتھ دے رہی تھی۔

شیر کوہ ربيع الاول ۱۲۵۹ھ (مطابق ۱۸۴۶ء) میں شاور مدنی پہونچا اور نور الدین محمود کے سایہ عاطفت میں پناہ گزین ہو کر اس سے مدد کا خواہستگار ہوا لیکن جب نور الدین محمود کو اس خیال سے کہ عیسائیوں کا مصر میں کیسے دخل ہے اور خلافت علویہ کمزور ہو رہی ہے اسکی مدد دینے میں کچھ تامل ہوا تو شاور نے یہ اقرار کیا کہ شیر کوہ کی فوج مصر میں رہیگی اور اس کے خرچ کے لئے ثالث آمدنی دی جائے گی جس سے نور الدین محمود نے شاور کے ہمراہ اللہ شیر کوہ کے زیر حکم ایک فوج اسکی مدد کو ماہ جمادی الاول ۱۲۵۹ھ میں نکال دیا اور اس ہم کے باسانی مصر تک پہونچ جانے کی یہ تدبیر نکالی کہ خود ایک فوج لیسکر عیسائیوں کے سردار شہرون پر جا پڑا تاکہ وہ اس کے خیال خوف سے

لے قاضی ابن شداد نے لکھا ہے کہ اسد الدین مصر کی جانب ۱۲۵۹ھ میں روانہ ہوا ہے اور عماد القتب اور ابن اثیر کا یہ بیان ہے کہ ماہ جمادی الاول ۱۲۵۹ھ میں شیر کوہ مصر کو روانہ ہوا ہے کیونکہ شاور کو ضرغام نے ۱۲۵۸ھ میں ہزیمت دی ہے اور شاور آخر سنہ مذکور یا اوّل ۱۲۵۹ھ میں دمشق پہونچا ہے اور جمادی الاول ۱۲۵۹ھ میں نور الدین نے اسد الدین کو روانہ کیا ہے اور یہی اقرب الی الحق ہے واللہ اعلم۔

اسد الدین شیرکوہ سے متعرض نہوں شیرکوہ نے روانگی کے وقت ہاتھ صواب
 نور الدین محمود اپنے پیچھے صلاح الدین یوسف کو اپنے ہمراہ لیلیا تھا اور اس کو اپنے لشکر کا
 ہر اول و علم بردار بنالیا تھا۔ جب ضرغام کو یہ خبر میں معلوم ہوئیں تو اس نے
 عیسائی بادشاہ یروشلیم (اموری) سے مدد مانگی وہ اس کے مدد دینے پر
 آمادہ ہو گیا لیکن مصر میں عیسائی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے شیرکوہ شاور
 کے ہمراہ مصر میں داخل ہو گیا تھا اور ناصر الدین ملہم و ضرغام کی مصری فوج
 اس کے لشکر ظفر پیکر سے شکست پانچلی ہی اور ضرغام ایک سپاہی کے ہاتھ سے
 مشہد سید الفیسیہ کے قریب قتل ہو چکا تھا۔ شاور ایوان وزارت میں بیٹھتے
 ہی اپنے وعدہ و اقرار کو بھول گیا اور شیرکوہ اس سے اس وعدہ و اقرار
 کے پورا کرنے کا تقاضا کرنے لگا جو وہ نور الدین محمود سے کرایا تھا کسی قدر بحث و
 تکرار کے بعد اس نے صرف تیس ہزار دینار دیکر شیرکوہ کو ٹالنا چاہا شیرکوہ
 اس امر پر راضی نہوا اور بحیر و بزور تیغ ایفاء وعدہ پر آمادہ ہو گیا اس موقع پر
 احسان فراموش شاور نے وہی چال اختیار کی جس کا خطرہ پہلے ہی نور الدین محمود کو
 ہوا تھا اور اسی خیال سے وہ اسکی امداد میں پس و پیش کر رہا تھا یعنی اس نے
 اس کے ہاتھوں سے نجات پانے کی غرض سے عیسائی بادشاہ یروشلیم (اموری)
 امداد کے لئے بلایا اور کافی طور سے رسد اور فنی پڑاؤ ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا
 اموری فوراً اپنی فوج لئے ہوئے مصر میں آ پہنچا شیرکوہ کے پاس فوج کم تھی
 اور اس کو مصری اور عیسائی فوجوں سے مقابلہ کرنا تھا اس نے مصر کو چھوڑ کر
 بلقیس میں اور تکرادو کی قلعہ بندی کر لی اور عیسائی اور مصری فوجوں نے
 پہونچکر اس کا محاصرہ کر لیا تین مہینہ تک یہہ وہاں محصور رہا۔

فتح حارم نور الدین محمود کو جب اسکی اطلاع ہوئی کہ شاور نے شیرکوہ سے

عہد شکنی کی اور عیسائیوں کو اپنے امداد کے لئے ہلکا کر اسکو محصور کر لیا ہے تب اس نے
 مصر سے عیسائیوں کو واپس بلائے اور شیر کوہ کو محاصرہ سے چھڑانکے یہ تہ تیغ
 نکالی کہ اس نے عیسائی مقبوضات پر حملہ کر دیا اور سب پہلے حارم کا محاصرہ کر لیا۔
 نوز الدین محمود کے ہمراہ اس موقع پر مرتب لشکر کا حصہ نہایت کم تھا کیونکہ حصہ کثیر
 اس کے فوج کا شیر کوہ کے ساتھ بلیس میں محصور تھا لیکن جس قدر لشکر اس کے
 ہمراہ حارم پر سلامی جہنڈا گاڑنے کو آیا تھا وہ حسبِ بل تھا مقدمۃ الجیش میں
 پانچ سو مصل کی فوجیں تھیں اور انکا افسر اسکا بھائی قطب الدین اتابک تھا اور
 زین الدین بن قطب الدین اتابک اسکی نیابت میں تھا۔

میمنہ میں ایک ہزار حلبی لشکر فخر الدین قزاق ارسلان کی ماتحتی میں تھا۔
 عیسرہ میں بھی ایک ہزار مار دین کی فوجیں تھیں جو نجم الدین کے زیرِ حکم لڑنے کو
 آئی تھیں۔

قلب میں ایک ہزار سپاہی دشتی۔ گردی تھے سلطان نوز الدین اسلامی پہرہ
 کے نیچے افکا اور کل لشکر اسلامیہ کا افسر اعلیٰ تھا اسی کے حکم سے کل لشکر نقل و حرکت
 کرتا اور لڑتا تھا۔

ساقہ میں پانچ سو سوار تھے جس میں ممالک نوریہ کا ایک گروہ اور جان نثار ونگی
 فوج کا ایک دستہ تھا۔

نوز الدین اور اس کی کل کائنات یہ تھی۔ اس کے مقابلہ پر بوہنڈ ثانی
 انطاکیہ کا نیا امیر دس ہزار کی جمعیت سے اور قنص (ریمنڈ) والی طرابلس
 لشکر لیکر اور ابن جوسلین بارہ ہزار فوج لیکر آیا تھا۔ پہلے عیسائی سواروں نے
 اسلامی میمنہ پر دبا دیا کیا فخر الدین قزاق ارسلان نے اپنی جمعیت کو منتشر کر کے
 پیچھے ہٹنا شروع کیا اور عیسائی فوجیں کامیابی کے غرور میں آگے بڑھنے لگیں

نوز الدین کا لشکر

رفتہ رفتہ جب فخر الدین دو کوس کے قریب پہنچے ہٹ گیا اور سوقت مار دین کی اسلامی فوج نے یہی بار لاسلام کہہ کر حملہ کر دیا عیسائی فوج کے سوار و پیادہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ان کی مجموعی حالت جو اس سے پیشتر تھی متفرق ہو گئی جس سے وہ ایک دوسرے کو نہ پچاسکے نور الدین محمود نے لڑائی کا یہ عنوان دیکھ کر دمال کے اشارہ سے قطب الدین اتابک کو قلعہ رحلو کرنا حکم دیا اور خود عیسائی میسرہ پر پہنچ کر کشت و خون کا بازار گرم کر دیا جو اس بار عیسائی فوجیں اپنی مالوسانہ کوششوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھا سکیں ایک شہر کے قریب تیغ اجل کے نذر ہو گئیں کچھ لوگ بہاگ گئے کئی ہزار عیسائی مع بوہند امیر الظاکیمہ و رمینڈ والی طرابلس و ابن جو سلین و دیگر روم کے گرفتار کر لئے گئے دو شبانہ روز جنگ کے بعد اکیسویں رمضان ۵۵۰ھ کو نور الدین حارم میں داخل ہوا۔ حافظ ابوالقاسم مورخ دمشق نے تحریر کیا کہ نور الدین محمود نے اس واقعہ میں چار ہزار فوج سے روم۔ ارمن۔ فرانس کی ستریس ہزار فوج کا مقابلہ کر کے ان کو بچا دیا۔ یہاں سے اسی واقعہ میں بوہند والی مطلقہ نہیں قید ہوا یا تھا جسکو اس نے مال کثیر لیکر آزاد کیا اور اس مال کو بتدریج جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کیا۔

فتح قلعہ بانیاں طبریہ کامیابی کے بعد امراء لشکر کی تنبیہ سے قرار پائی کہ قلعہ بانیاں طبریہ پر بھی حملہ کر کے اسکو بھی زیر سایہ حمایت دولت توریہ لیلیا جائے کیونکہ واقعہ حارم نے اس کے محافظین سے کمو خالی کر دیا ہے لیکن سلطان نور الدین محمود نے اس رائے سے اختلاف کیا بائیں خیال کہ الظاکیمہ کا

لے صاحب خریدہ نے لکھا ہے کہ اس محرم میں بیس ہزار عیسائی مارے گئے اور پانچ ہزار گرفتار کر لیے گئے باقی جو بچے وہ بہاگ گئے۔

شہر اگرچہ باسانی فتح ہو جائیگا لیکن اس کے قلعہ پر سوائے طول حصار کم مدت
 میں قبضہ نہیں حاصل ہو سکتا قطع نظر اس سے اگر اہل قلعہ نے والی قسطنطنیہ
 سے سازش کر کے قلعہ اوس کے سپرد کر دیا تو دشواری کی کوئی انتہا نہ بجائے گی
 اور والی الناکہ کا جوار بادشاہ قسطنطنیہ سے مناسب زیادہ ہے۔

امراء لشکر نور الدین محمود کی بیہوشی سے مناسبت منکر فاموش ہو رہے اور
 اور اُس نے مصلحتاً حارم کے قلعہ میں قیام کر دیا اثناء قیام میں نور تو کس ہم
 میں نہیں شریک ہوا لیکن وقتاً فوقتاً مالک مقبوضہ روم پر سربراہی بہتارہا
 جہنوں نے مفتوحات توریہ کے سرحد کو لادقیہ اور سویدا تک بڑھا لیا۔ ماہوی
 سند مذکور میں موصول اور دیار بکر کی فوجوں کو واپس جانے اور ہم طبریہ
 کی طہاری کا اعلان کر دیا عیسائی امراء یہ سن کر طبریہ کے بچانے کی فکر میں
 کرنے لگے اور نور الدین محمود نے موقع پا کر محرم ۵۶۲ھ میں قلعہ بانیاںس پر
 پہونچ کر اسکا محاصرہ کر لیا عیسائیوں نے اس مدبرانہ حملہ سے گہر کر طبریہ سے
 بانیاںس کے طرف رخ کیا لیکن ان کے پہونچنے سے پہلے نور الدین محمود بانیاںس
 فتح کر چکا تھا اور جب عیسائی فوجیں بانیاںس کے قریب پہونچیں تو اوس نے
 اپنی فوج کے ایک حصہ کو ان کے مقابلہ پر چوڑ کر طبریہ کو بھی بے حسدیت تمام
 اس بیہ قلعہ کے عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا جس وقت نور الدین محمود
 مظفر منصور اس قلعہ میں داخل ہوا اتفاق سے اس وقت معین الدین انزکا ارکا اس کے
 پاس کھڑا تھا نور الدین محمود نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ آج لوگوں کو ایک خوشی حاصل
 ہوئی ہے اور شکوہ دور۔ معین الدین کے لڑکے نے جو عرض کیا یہ کہوں؟ نور الدین نے فرمایا
 اسوجہ کہ اللہ تعالیٰ نے آج میرے باپ کی قبر دو رخ سے نکالا ہے یا کیونکہ اسی نے تو اس قلعہ کو
 عیسائیوں کے سپرد کر دیا تھا۔

اپنے قبضہ میں لے لیا۔

شیر کوہ کی واپسی

نور الدین محمود کی اس عاملانہ کارروائیوں اور حکمت عملیوں اور اس کی ان فتوحات نے اُدھر عیسائیوں کو مصر میں اس درجہ متوحش اور متردد کر دیا کہ انہوں نے بمجبوری شیر کوہ سے صلح کر کے مصر سے دست کش ہو کر واپسی کو غنیمت سمجھا اور اُدھر خود شیر کوہ چاروں طرف سے گہر جانے اور بلاد اسکا سے بے تعلق ہو جانے کے سبب شاور سے ساٹھ ہزار دینار لیکر مصر سے مجبوت کر لے پر آمادہ ہو گیا اور عیسائیوں کی واپسی کے بعد براہ خشکی شام کو واپس آیا۔

فتح منیطرہ

۵۶۱ھ میں نور الدین نے قلعہ منیطرہ کو عیسائیوں سے جہن لیا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ لکھنوز نور الدین بلا علم و اطلاع احرار و دولت چند دستہ فوج لے ہوئے دمشق سے ٹھلک سیر کرتے ہوئے بحالت غفلت منیطرہ پر جا پہونچا اور نہایت مضبوطی سے اُسکا حصار کر کے لڑائی شروع کر دی اطراف و جوانب کے عیسائیوں نے یہ خیال کر کے کہ نور الدین کے ہمراہ فوج کثیر ہوگی آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی و عیسائی فوج کے آنے کے انتظار میں ٹھہری رہی تا آنکہ نور الدین محمود نے بزور تیغ اسکو فتح کر کے عیسائی قیدیوں کو دمشق بھیج دیا اس کے بعد عیسائیوں نے یورش کی ٹیکنیک سے کچھ فائدہ نہ تھا قلعہ فتح ہو چکا تھا اور اسمین جب قدر عیسائی تھے وہ گرفتار کر کے دمشق بھیج دیئے گئے تھے مسلمانوں کا قبضہ دخل ہو گیا تھا اور انہیں کا پتروں قلعہ کے چاروں طرف پہر رہا تھا۔ قاضی ابن شداد نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۵۶۲ھ کا ہے اور اسی قول کی تائید صاحب کتاب الروضتین نے بھی کی والد اعلم۔

شیر کوہ اور**عیسائی و مصری**

یوں تو اکثر خلوت و جلوت میں نور الدین محمود سے شیر کوہ کے متول اد وضعف کا حال بیان کرتا اور اسکو مصر کے لینے پر آمادہ کیا کرتا تھا لیکن ۵۶۲ھ ہجری (۱۱۶۶ء) میں اسکا اصرار قبضہ مصر کے

بابت حد سے بڑھ گیا اور اُس نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ اگر آپ کو بیت المقدس فتح کرنے کی دلی خواہش اور توسیع بلاد اسلامیہ کا خیال ہے تو مصر کو عیسائیوں سے بچائیے ورنہ فتح بیت المقدس تو ایک مشکل امر ہے خود اپنی قوت سنبھالنے اور اپنے کو بچانے کی ضرورت پڑ جائے گی اور اپنی قوت سنبھالنے اور اپنے کو ان کے شر و فساد سے بچانے کی تدبیر یہی ہے کہ ہم خود مصر کو فتح کر لیں حالت موجودہ میں قبضہ مصر ایک نہایت آسان امر ہے اسکی فوجیں نہایت بے ترتیب اور بازار سی آدمیوں سے بھری ہوئی ہیں اس کے افسر بچدنا تجربہ کار ہیں اور عیسائی اسکی یہ حالت دیکھ کر ہر وقت قبضہ مصر پر آمادہ و طیار ہیں ان چھوٹے چھوٹے صوبہ اور شہروں کو عیسائیوں کے قبضہ سے آپ نے نکال لیا تو کیا اور اگر انہیں کے قبضہ میں رہے تو کیا۔ البتہ مصر اور لاگسی کے قبضہ میں ہو لیکن اسلامی ملک ہے اسکو عیسائیوں کے قبضہ سے بچانا فرض ہے ثانیاً بغرض تقدیر اگر اوپر عیسائی قابض ہو گئے تو پہر آپ بیت المقدس کی طرف رخ نہ کر سکیں گے۔ شیر کوہ کی اس تحریک و تجویز نے لورالدین محمود کو قبضہ مصر پر آمادہ کر دیا اور اس غرض کے پورا کرنے کو اس نے دو ہزار واری جمعیّت سے شیر کوہ کو مہمہ اس کے پیچھے صلاح الدین یوسف کے ۱۲ رییج والے ۴۶۲۰۰۰ میں دوبارہ مصر کے طرف روانہ کر دیا۔

شیر کوہ خشکی کے رستہ فرامیسی مقبوضات کو دائیں جانب چھوڑتے ہوئے بلاد مصر میں جا پہنچا اور اطقیح کے قریب دریائے نیل عبور کر کے مصر کے غری جانب بلاد حیرہ میں جا اتر لیکن عیسائی اُس کے خیال کے موافق اُس کے پہنچنے سے پہلے مصر میں باشارہ شاور مصر میں داخل ہو چکے تھے اور اس سے اطاعت اور اضافہ خراج کے عہد کی تجدید کر کے نو خطیفہ مصر

لورالدین جنو (۲) کا فرزند شیر (۱۵)

عہد نامہ لکھوا لیا تھا۔ شیر کوہ مصر کا یہ رنگ دیکھ کر چون روز تک بلا دوسرے
 مصر میں ٹہرا ہوا تھا اور کی حرکات دیکھتا رہا بعد ازاں جب عیسائی فوجیں نہجا
 غزنی سے عبور کر کے مصر آگے بڑھیں اور وقت شیر کوہ صغیر کی طرف روانہ ہوا
 اور مقام یابین میں پہنچ کر ٹہر گیا۔ ۲۵۔ جمادی الاول کو عیسائی اور مصری فوجیں
 یہی اس کے مدافعت و مقابلہ کو یابین کے قریب آپہنچیں۔ شیر کوہ کو جاسوسوں
 معلوم ہوا کہ مخالف کے پاس بیشمار فوج و سامان جنگ ہے اور خود اس کے
 پاس ان کے مقابلے کے لیے بہت تھوڑی فوج ہے۔ شیر کوہ کا قصد باوجود ان کے
 کثرت کے لڑنے کا تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ فریقین میں تلوار کے ذریعہ سے
 ایک قطعی فیصلہ ہو جائے لیکن اس نے اپنے ہمراہیوں اور کئی فوج کے خیال سے
 لوگوں کو جمع کر کے مشورہ طلب کیا۔ کل آدمیوں نے بالاتفاق یہی ظاہر
 کر دی کہ دریائے نیل شرقی جانب سے عبور کر کے شام کو کوٹ چلنا چاہیے فوج
 کی کمی۔ ملک کی اجنبیت کسی طرح لڑائی کی اجازت نہیں دیتی اگر خدا نخواستہ سب کو
 ہزیمت ہوئی اور ظن غالب یہی ہے تو ہمارے لئے کوئی مادی و ملبا نہیں ہے
 ہر شخص ہمارا خاص ہو یا عام دشمن اور ہمارے خون کا پیاسا ہے وہ ہزاروں
 سے بیس ہزار کا مقابلہ کرنا اپنے کو معرض خطر میں ڈالنا ہے۔ لیکن شرف الدین
 برغش والی سقیفہ اوٹھ کر ہوا اور اس نے لکھار کے کہا کہ یہ نیکو امر ہے جو
 شخص قتل و قید و زخم سے ڈرتا ہو اس کو چاہیے کہ سلاطین کی ملازمت نہ کرے
 بلکہ وہ محنت ہو جائے یا عورتوں کے ساتھ گہرین بیٹھ رہے۔ خدا کی قسم اگر
 تلوگ بغیر غلبہ و جنگ بلا کسی عذر کے الملک العادل کے پاس واپس ہو کر گئے
 تو یہ یاد رکھنا کہ وہ ساری جاگیریں چھین لیگا تھے کل وہ چیزیں واپس لے لیا
 جسکو تلوگ آج تک نہ کر چکے ہو بایں ہمہ تمہاری اس نیکو امر کی تلوگ سخت اندیشہ

بڑے افسوس کی بات ہے کہ تلوگن علمائوں کا مال کہاں ہو اور دشمنوں کو زیادہ
 دیکھ کر لڑائی سے پہلے گئے ہو۔ اور مصر ایسے ملک کو کفار کے قبضہ میں چھوڑے جاتے ہو
 خدا سے ڈرو کل قیامت میں کیا منہ دکھاؤ گے، شیر کو تو پہلے سے لڑائی پر تیار
 ہوا تھا اس نے پہرہ نہ کر کہہ دیا میری بھی رائے ہے میں اس پر عمل کر دنگا صلاح ال
 یوسف نے اس رائے کی تائید کی پہر کیا تھا چھوڑی دیر میں سب کے سب جنگ
 کرنے پر متفق ہو گئے۔ اس کے بعد شیر کو ہ نے اسلامی لشکر کو اس طرح مرتب کیا
 کہ صلاح الدین کو قلب میں بجائے اپنے چھوڑا اور خود تھوڑے سے سواروں کو
 میمنہ پر رہا اور میسرہ میں شرف الدین برغش کو رکھا اور صلاح الدین کو بھی
 سجھا دیا کہ عیسائی و مصری فوجیں مجھ کو قلب میں سمجھ کر پورا حملہ کر لی تم پر نام
 ان کے حملہ کا جواب دیتے ہوئے پیچھے ہٹتے جا نا جب وہ جوش مردانگی میں تھے
 تعاقب میں بڑھیں گی اور سوقت میں اوپر حملہ کر دوں گا تم بھی فوراً پلٹ کر رہیں
 بازو سے حملہ کر دینا اور شرف الدین برغش میسرہ سے سابقہ میں محافظت کے
 غرض سے آجائے گا۔ شیر کو ہ کا یہ خیال صحیح نکلا اور اس کی یہ تدبیر کارگر ہو گئی۔
 عیسائیوں نے مقابلہ ہوتے ہی قلب پر حملہ کر دیا صلاح الدین شیر کو ہ کے چھانچے
 مطابق ان کے حملوں کا جواب دیتا ہوا پیچھے کو ہٹا عیسائی اور مصری فوجیں
 جوش مردانگی میں اپنا مورچہ چھوڑ کر آگے بڑھیں شیر کو ہ جو اس وقت و حالت
 منتظر تھا اپنے ہمراہی سواروں کو لیکر اوپر جا پڑا اور صلاح الدین نے اپنے
 پیچھے ہٹنے والے قدموں کو آگے بڑھا کر ایک مجموعی قوت سے حملہ کر دیا۔ عیسائی
 اور مصری لشکر میدان جنگ سے بہاگ نکلا۔ شیر کو ہ کی مردانگی اور تدبیر کی یہ
 عظیم النظیر مثال ہے کہ دو ہزار سواروں سے اس نے تیس ہزار مصری اور
 عیسائی فوج کو میدان جنگ سے بہکا دیا۔ اس خدا داد کامیابی کے بعد شیر کو ہ

اسکندریہ کے طرف بڑھا اور اوسپر باسانی قبضہ حاصل کر کے اپنے پیچھے صلاح الدین کو واپس چھوڑ کر صعیقہ کی جانب چلا گیا اور وہیں تا انقضائے ماہ رمضان ٹھہرا رہا۔ عیسائی اور مصری امرا نے قاہرہ پہونچ کر پہر اپنی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا اور دوبارہ دونوں فوجوں کو مرتب کر کے اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ صلاح الدین نہایت شجاعت و مردانگی سے انکے مسلسل تین مہینوں کے محاصرہ کا جواب بتا رہا ایک عیسائی یا مصری سپاہی کو اسکندریہ کے فصیل کے قریب نہ آنے دیا لیکن چونکہ مہینہ طویل حصار و قلت رسد و کمی سامان جنگ سے پریشان ہونے لگا اور شیر کوہ کو قاہرہ کے فح میں جب کامیابی ہوئی نظر نہ آئی تو وہ اسکندریہ کے طرف ٹوٹا اٹھا اور راہ میں عیسائیوں اور مصریوں کے قاصد سے علاوہ مال غنیمت جو وہ حاصل کر چکا تھا پچاس ہزار دینار لیکر واپس چلے جانے پر اس شرط سے صلح کر لیا کہ عیسائی بھی مصر میں نہ ٹھہریں اور اسکندریہ مصریوں کو دیدیا جائے۔ اس صحت کے بعد عیسائی بادشاہ اموری بھی شاہ رے سے یہ عہد لیکر کہ قاہرہ میں اسکا ایک شہنہ (نایب) اور شہر پناہ کے دروازہ پر ایک گارور ہے گی اور لاکھ دینار سالانہ خراج مقرر کر کے مصر سے واپس چلا آیا۔ یہ عہد و اقرار عیسائی بادشاہ اور شاہ رے میں ہوا تھا خلیفہ عاصد کو اسکی مطلق اطلاع نہ تھی۔

فتح قلعہ ہونین نور الدین محمود نے اوس زمانہ میں جبکہ اسکا نامی سپہ سالار شیر کوہ اور اسکا بہنچا صلاح الدین یوسف اسکندریہ و اطراف صعیقہ میں عیسائی اور مصری فوجوں سے مقابلہ کر رہا تھا اپنے بہائی قطب الدین کو موصل سے معہ اسکی فوج کے حمص میں بلا بھیجا تھا اور اس کے آنے کے بعد شامی عیسائیوں کے ممالک مقبوضہ پر انکی مجموعی قوت گہٹانے کے غرض سے حملہ کر رہا تھا۔ قلعہ اکرادہ رقدہ۔ عریہ۔ صافٹیا اور ان کے بلاد متعلقہ کو کامیابی کے ساتھ فتح کر کے

محسّس واپس آجاتا اور بعد الفضا، ماہ مبارک رمضان محسّس سے روانہ ہو کر
 بانیاں ہونے ہوئے قلعہ ہونین پر پہنچا اور سکّا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ
 اس وقت تک شاہ فرانس کے قبضہ میں تھا اس میں اسکی پندرہ ہزار مسلح ترب
 فوج رہتی تھی جس کے مقابلہ میں نور الدین محمود صرف تین ہزار فوج لیکر آیا تھا
 تین ہفتہ تک برابر طرفین سے آتشباری و سنگباری رہی ہوتی رہی چوتھے ہفتہ
 میں مالک نور یہ سرنگ کے ذریعہ سے قلعہ کا شمالی بڑے ٹور کر شب کی وقت
 قلعہ میں بہتہ دل لباس گھس گئے اور سفیدہ ضیح کے نمودار ہوئے اسلامی
 پہرہ ہونین کے شاندار بیچ برادر ادا عیسائی فوج میں یہ عجیب جوادیکہ
 گہرا کردار وادہ کہو لکر میدان کی طرف بہا گئے سلاخوں نے انکو تلواریں پر کھینچ
 پانچ ہزار عیسائی مارے گئے چار ہزار کے قریب گرفتار کر لئے گئے باقی جو رہے
 وہ سب بہاگ گئے۔ اس کامیابی کے بعد نور الدین محمود قلعہ اکاف کو
 سمار کے آگے بڑھنے کا قصد کر رہا تھا کہ شیر کوہ کی واپسی کو سکر محسّس چلا آیا۔
 اسی سنہ میں اس نے قطب الدین کی جاگیر میں رتہ کا اضافہ کیا اور امیر
 غازی حسان منجی سے بوجہ سرکشی منجی چہین کر اس کے بہائی قطب الدین
 منال کو دیدیا۔

عماد کاتب لکھتا ہے کہ نور الدین محمود قلعہ منج سے روانہ ہو کر دریائے
 فرات عبور کر کے الرما پہنچا اور وہاں چندے قیام کر کے ماہ رجب میں حلب
 واپس آیا شہر کے باہر اس میدان الاخصر میں خیمہ میں ٹھہرا ہوا جب تک
 یہاں مقیم رہا صلاح الدین یوسف کے ساتھ جو کان (پولو) کہلاتا رہا ایک روز
 جو کان کہیلنے میں صلاح الدین کا گھوڑا پھسل کر گر پڑا۔ عماد کاتب نے چند
 اشعار پر لطف لکھ کر صلاح الدین کے پاس بھیج دیے جسکو ہم نے نظر دیکھی درج

نور الدین محمود قلعہ اکاف سے (۱۲۱)

کرتے ہیں۔ وہ ہذا۔

لا تُشْكِرُنَّ لِسَاجِ عَثْرَتِ بِهِ تَمَّ كَسِي عَمْدَهُ كَهْوَرُ كَيْ لَغْرَشٍ سَهْلُجِبْ كَوْدِ
 قَدَمٍ وَقَدْ جَلَّ الْحَضَمُ الرَّحْمَاءُ - جسوقتیکہ وہ بخوشش کو اٹھائے ہو ہو۔
 الْقِي عَلَى السَّلَاطَانِ بِطَرَفِكَ طَرَفَهُ - تمہارے گہوڑے نے اپنی نظر بٹا دے بڑا لی
 فَمَهْوَى هَذَاكَ لِلْسَّلَامِ مَبَادِلًا - تو سلام کرنے کیلئے نیچے کو تھکا۔

سَبَقَ الرِّيحَ بِجَرِيهِ وَكَفَفْتَهُ - اصل میں تو وہ ہو سکتا ہی آگے چل نکلتا تھا۔
 عَنْهَا فَلَيْسَ عَلَى خِلَافِكَ لَيْكِن تَمَّ لَے جَوْرُوكَ لِيَا تُوْتَهَارِي تَفْتِ
 قَادِرًا ۲۔ کیون کرتا۔

ضَعُفَتْ قُوَاهُ اخَذَ تَذَكُّرًا نَعْلًا - اسکی قوتیں اس خیال سے ضعیف ہو گئیں کہ
 فِي السَّرْحِ مِنْكَ يَقْلُ لِيَتَلَخَّذَ ۲۔ اسکی زین پر تمہارا جیسا شخص جو جنگ شہر کی
 یہی حقیقت نہ سمجھے سوار ہے۔

وَمَتَّى تَطْبِقُ السَّيْحَ طَوْدًا شَاخًا - نہیں تو بہتہ سمجھ لو کہ ہوا کتنا ہی تیز چلے
 کسی پہاڑ کو اوڑا لیا جاسکتی ہے ؟
 ۲ اولیٰ تطبیع البرق جونا ماطلا - یا بجلی کی چمک کسی ابر باران سے بھی
 مقابلہ کرتی ہے ؟

فَاعْذِرْ سَفُوطَ الْبَرْقِ عِنْدَ مَسِيرِهِ - بجلی کی چمک رُک جائیگو معذور رہی۔
 فَالْبَرْقُ يَسْقُطُ حَيْثُ يَخْطُفُ - کیونکہ بجلی جب آکھیں وہ چمک لیتی ہے تو
 سائرا
 گر جاتی ہے۔

وَاقْلُ جَوْدَكَ حَوْمًا نَدْرَتْلَهُ - اور تمہاری بخشش کا ایک بہت
 چھوٹا حصہ ہے کہ جو حرکت اس گہوڑے سے
 سرزد ہو اسکو معاف کرو۔

ان الجواد من یقبل العاثرۃ۔ کیونکہ بربخش کرنا والا نعرش کرنا ہے
گزر کیا کرتا۔

و توق من عین الحسود و شرھا۔ اور بچو تم آنکھ سے حاسدون کے اور
اسکی بُرائی سے۔

لا مکان ناظرہا بسوء ناظرۃ۲۔ مگر کسی کی نظر بد نہ اثر کرے۔
و اسلم لنور الدین سلطان اوسرے اور تم نور الدین کے لئے جو تمام عالم کا
بادشاہ ہے سلامت رہو۔

فی الحادثات معاضد او مؤازرۃ۔ اور اس کے حادثات میں اسکے مددگار
و معاون رہو۔

فاذا صالح الدین ام لاھلہ۔ کیونکہ جب تک صلاح الدین اپنے لوگوں
کے لئے زندہ ہے۔

لم یحذر و اللدھر ضر فاضاثرۃ۔ اسوقت تک اُنکو زمانہ کی گردش نہیں
ضرر پہنچا سکتی۔

عماد کاتب لکھتا ہے کہ نور الدین محمود نے اس سال میں حلب و کفرطاب میں
صلاح الدین کو جاگیر بن دین اور اس سال دین کو حمص دیدیا۔

۵۶۲ھ کے اوائل میں نور الدین محمود نے قلعہ جبر
قلعہ جبر پر قبضہ

قبضہ کر لیا یہ قلعہ اسوقت تک شہاب الدین بلک بن علی بن بلک عقیلی

را آل عقیل بنی مسیب کے قبضہ میں زمانہ حکومت سلطان ملکشاہ سے چلا آیا

اسکی مضبوطی و استحکام اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ملوک دقت اس کے

حصار سے عاجز آ گئے تھے اسی قلعہ کے زمانہ محاصرہ میں نور الدین محمود کا باب

عماد الدین زنگی شہید ہوا ہے جیسا کہ اس سے پیشتر ہم بیان کر چکے ہیں۔ ۵۶۲ھ

واقعہ ہے کہ ایک روز قلعہ جعبر کا حاکم شہاب الدین شکار کھیلنے کو نکلا اتفاق سے اپنے ہمراہیوں سے جدا ہو کر ایک میدان میں پڑ گیا۔ بنی کلبین سے کسی نے اسکو گرفتار کر کے نور الدین محمود کے پاس پہونچا دیا نور الدین محمود نے اسکو نہایت عزت و احترام رکھا اور بعض قلعہ جعبر کے اسکو بہت سامان و اسباب اور جاگیریں دینے کو کہا لیکن جب شہاب الدین نے اس سے انکار کیا اسوقت اس نے تہدید محکم سے بیکار ہوئی۔ شروع کی جب اس سے ہی کچھ کام نہ چلا تب نور الدین محمود نے اسکو رہا کر کے ایک لشکر بہ ستر ہزاری امیر فخر الدین محمود بن ابی علی زعفرانی قلعہ جعبر کے فتح کرنے کو روانہ کیا ایک مدت تک امیر فخر الدین اسکا محاصرہ کئے رہا مگر صورت کامیابی نہ دکھائی دی مجبور ہو کر نور الدین محمود نے ایک دوسرا لشکر اسکی مدد کو روانہ کیا اسپر اور اس لشکر پر جو پہلے سے قلعہ کا محاصرہ کئے تھا امیر محمد الدین ابو بکر معروف بایں الدایہ کو افسر مقرر کیا جس نے پہونچتے ہی دو ایک لڑائیوں کے بعد اس کے حاکم شہاب الدین سے سروج اور اس کے اعمال اور کچھ مضامین حلب اور بیس ہزار دینار دیکر پندرہویں محرم کو قلعہ جعبر اس سے لیلیا بیسویں محرم کو حلب میں نور الدین کے پاس امیر محمد الدین کا خط پہونچا اس نے فرط خوشی سے اس قلعہ کو امیر محمد الدین کے سپرد کر دیا اور یہہ اپنے طرف سے اپنے بہائی شمس الدین علی کو اسکا حاکم مقرر کر کے حلب کو واپس چلا آیا۔ ابن اثیر نے لکھا کہ کسی نے اس تبادلہ کے بعد شہاب الدین سے دریافت کیا تھا کہ تمہارے نزدیک سروج و شام باعتبار قیام کے اچھا ہے یا کہ قلعہ ہ شہاب الدین نے جوابدہا کہ یہاں مال زیادہ ہے اور قلعہ میں عزت ہی جب کو چھوڑ آئے۔

مصر عیسائیوں کی مصر کی واپسی کے بعد عیسائیوں کی آنکھوں میں آنکھوں کی نورش اور سہ سہری کا ٹٹا سا کھٹک رہی تھی مگر خود ان کی

مفسرین و سہ قصبہ کرنے سے انکی سدر راہ ہو رہی تھی گو اس وقت میں ایک لاکھ
 دینار کا مصر کے علما ان کے رائے اظہار کی اور متول کا باعث تھا لیکن بائینہ
 ان میں ایسی قوت موجود نہ تھی کہ بلا مشارکت و امداد وہ مصر سے ضعیف
 و کمزور ملک پر قبضہ کر لیتے لیکن بعد مراجعت مصر حبیبی یونانی بادشاہینوں
 والی قسطنطنیہ کی پہنچی سے شادی کی تو اس نے مصر کی روی حالت کے
 طرف اسکو توجہ دلا کر اس پر حملہ کرنے اور بزور قبضہ کر لینے پر آمادہ کیا اور
 یہ خیال دلا یا کہ نورالدین محمود بلاد شام کیہ فرات میں ہے اور اسکا لشکر شام
 میں متفرق ہے وہ مصر کے بجائے کو جلد نہیں آسکتا اور اہل مصر میں ایسی
 قوت نہیں ہے کہ وہ زیادہ دنوں تک اپنے شہر کو غیر کے حملوں سے بچا سکیں اور
 بادشاہی کے سامنے چرچ میں جا کر انھیں ادھاکر یہ اقرار کیا کہ حسب حاجت و توفیق
 فوج اور جہازوں سے مدد دیکھائے گی چنانچہ اموری ۶۲۳ھ مذکور مطابق
 ۶۲۵ھ میں فوج لیکر اپنے معاہدہ کو توڑ کر مصر پر چڑھ گیا اور سرزمین مصر میں قدم
 رکھتے ہی پہلی صفر کو بلیس کا محاصرہ کر لیا پانچ روز کے حصار و جنگ کے بعد اسکو
 فتح کر کے اہل شہر سے نہایت بیرحمی و ظلم کا برتاؤ کیا ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا
 عورتوں بچوں - بوڑھوں کو بلا امتیاز الحقد ہوسکا قتل کر کے قاہرہ کی طرف
 بڑھے رشا وراہل قاہرہ عیسائیوں کے ظالمانہ برتاؤ اہل بلیس کے ساتھ
 دیکھ کر اٹنے پر مستعد ہو گئے۔ دسویں صفر کو عیسائیوں نے قاہرہ کا محاصرہ کیا۔
 انکے محاصرہ کرنے سے پہلے شاہ نے نوین صفر کو اس خیال سے کہ عیسائی مصر
 قابض نہ ہو جائیں آگ لگا دی جو پانچویں مارچ، الثانی تک جلتا رہا۔

شاہ قاہرہ میں محصور ہونے کے بعد جب کہ یہ معلوم ہو گیا کہ سہمیں
 قاہرہ کے بجائے کی قوت نہیں ہے تب عیسائیوں سے وہ بکرو فریض آئے لگا

نورالدین محمود (۱۲۵) ہوا فرم ستر (۱۲۵)

کبھی عیسائیوں سے یہ کہلا بھیجتا تھا کہ میرے تمہارے مراسم قدیم ہیں میں تمہارا
 دلی خیر خواہ ہوں چونکہ قاہرہ کا دیدینا مسلمانوں کے خلاف مرضی ہو گا اسوجہ سے
 بمصاحمت مال و اسباب لیکر لوٹنا مناسب ہے اور کبھی نکو بیہ دہمکی دیتا تھا
 کہ اگر تم میرے کہے پر عمل نہ کرو گے تو میں نوزالدین محمود کو بلا بھیجتا ہوں اور قاہرہ اس کے
 سپرد کئے دیتا ہوں وہ محمود ہمہ زمین نکال باہر کر دے گا غرض اسی دم پٹی
 سے رادہر عیسائیوں کو شاور نے ایک لاکھ دینار مصری لیکر واپس چلنے پر راضی
 کر لیا اور انکو فراہمی دینار کے بہانہ سے قاہرہ سے علیحدہ کر دیا اور اودہر خلیفہ
 عاصد لدین اللہ نے مصر کے چلنے کے بعد ایک در وناک عوذر داشت نوزالدین محمود
 کے پاس سیاہ ماتھی کپڑے میں لپیٹ کر بھیجی اور اس میں اپنے حرموں کے بال
 اور خون آلودہ کپڑے رکھ دیے جس سے اسکا بیہ مقصود تھا کہ ہم اور ہمارے
 حرم عیسائیوں سے تنگ آگئے ہیں براے خدا ہمو ان کے بچے ظلم سے بچائے یہ میرے
 حرموں کے بال ہیں جو عیسائیوں کے ظلم سے تنگ ہو کر آپ سے فریاد کر رہی ہیں
 آپ انکو جس طرح ہو سکے بچائیں۔ یہ قول علامہ ابن اثیر کہتے ہیں۔ اور عماد کا تب
 لکھتا ہے کہ عیسائیوں کو چھوٹے وعدوں بڑا لدینے کے بعد خود شاور نے نوزالدین
 سے مدد منگو بھیجی تھی اور یہ لکھ بھیجتا تھا کہ اگر آپ نے روانگی میں کچھ ہی تاخیر کی تو
 یہ ملک عیسائیوں کے قبضہ میں چلا جائیگا اور اپنے اس بیان کی نائید میں
 خلیفہ عاصد سے ہی عوذر داشت پر دستخط کر لئے تھے اگرچہ اس سے پیشتر کے
 معاہدوں اور معاملات ملکی میں خلیفہ عاصد کا نام تک کہیں نہیں آتا تھا
 جو کچھ کرتا تھا وہ شاور کرتا تھا۔

ان مراسلات کے سوا براہ راست اسہی مضمون کی تحریریں شیرکوہ
 کے پاس ہی تھیں عاصد یا شاور نے بھیجیں تھیں اور وہ مختص

شیرکوہ
 مصر میں

نور الدین محمود کے طرف آ رہا تھا اشارہ میں نور الدین محمود کا قاصد ملا جو اس کو
 بلانے جاتا تھا شیر کوہ ایک شب میں حمص سے حلب آ پہنچا اور نور الدین محمود
 سے صلاح و شورے کر کے روانگی مصر پر آمادہ ہو گیا نور الدین محمود نے اس مرتبہ
 پہلے سے زیادہ لشکر روپیہ سامان حرب کا انتظام کیا۔ علاوہ آلات حرب اسلحہ
 خیمہ جات۔ گھوڑوں کے دولاکھ دینار شیر کوہ کو اور بیس بیس دینار لفظ الغام
 کے ان لوگوں کو جو اس مہم میں اس کے ہمراہ جارہے تھے مرحمت فرمائے اور
 خود اس الماء تک پہنچانے کو آیا شیر کوہ نے اس مہم کے لئے دو ہزار سوار لشکر
 توریہ سے منتخب کئے تھے اور چھ ہزار مجاہدین ترکمانوں سے۔ روانگی کی وقت
 نور الدین محمود نے اپنے نامی امراء و مالیک سے عز الدین بردیک غزنوی
 و مشرف الدین برغش و ناصر الدین خمار تلکین و عین الدولہ ابن البارقی
 و قطب الدین تمیال بن حسان منجی وغیرہم کو بھی ہمراہ کر دیا۔ قاضی ابوالحسن کا
 بیان ہے کہ مجبہ سے صلاح الدین نے خود کہا ہے کہ میں اس مرتبہ اپنے چچا کے
 ہمراہ مصر جانے پر راضی نہ تھا مجھ کو سکندریہ میں محصور ہونے کے مصائب پہلے
 نہ تھے لیکن جب سلطان نور الدین محمود نے میرے چچا شیر کوہ کو روانگی کا حکم دیا
 اور میں اتفاق سے اس وقت وہاں موجود تھا اس نے میرے طرف دیکھ کر کہا
 اے یوسف تو تیار ہے ؟ (صلاح الدین کا بیان ہے) کہ اس فقرہ نے میرے دل میں
 سورخ کر دیا میں نے ذرا تیجے ہٹ کر کہا چچا جان اگر مجھ کو یہی
 معلوم ہو جائے کہ ملک مصر مجھے مل جائیگا تب ہی مصر کی طرف رخ کروں گا
 آپ شریف لیجائیے مجھے یہیں سلطان کی خدمت میں رہنے دیجئے اس پر شیر کوہ نے
 نور الدین محمود سے کہا کہ صلاح الدین کا جانا ضروری ہے اور یہ عذر کر لے یہ
 سنکر نور الدین محمود نے مجھے ہی تیاری و روانگی کا حکم دیا میں نے سواری ہونے

اور کسی اسباب و زاد راہ کا حیلہ کیا تو رالدین نے فوراً اکل اسباب میرے لئے ہتیا
 کر دیا پھر مجھے جانا پڑا اگرچہ نور الدین نہایت حلیم اور نرم دل آدمی تھا مگر اسکی
 ہیبت اس درجہ تھی کہ میں اس کے سامنے مہر جانے سے انکار نہ کر سکا۔ روانگی مصر
 کی وقت مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا مجھے موت اپنے طرف پہنچے لئے جاتی ہے صلاح الدین
 یوسف، ملک مصر دستوری ہونے کے بعد جب کہیں یہہ باقین خیال کرتا اور اس سفر
 کے نتیجے پر غور کرتا تھا تو بیساختہ اس کے منہ سے آیہ کریمہ **عسے ان تکرھوا**
شیا وھو خیر لکم (ممکن ہے کہ تم بہت سے چیزوں کو مکر وہ جانو حالانکہ
 وہ تمہارے لئے بہتر ہوں) نکل جاتی تھی۔

الغرض پندرہویں ربیع الاول ۵۶۲ھ کو شیر کوہ سے اپنے بیٹے صلاح
 الدین و عساکر لوزیہ کے حلقہ سے روانہ ہو کر جنگل و ریگستان کے رہستے طے کرتا ہوا اساتو
 ربیع الثانی سنہ مذکور میں قاہرہ پہنچا۔ اس کے پہنچنے سے پہلے عیسائی بادشاہ
 شاور کے فقرہ میں اگر کچھ لیکر راضی ہو گیا تھا اور بقول عیسائی مورخ شیر کوہ کے
 روک ٹوک کے لئے واپس آیا بہر کیف اس دفعہ عیسائی بادشاہ کو قاہرہ سے
 کچھ حاصل نہوا اور وہ ناکامی کے ساتھ شام کو لوٹ آیا۔ شاور نے شیر کوہ کو
 عیسائیوں کے برخلاف ادبہار کر اسکو ان سے لڑا دینے کی فکر کی تھی جس سے
 اسکا بیہ مطلب حاصل ہو جاتا کہ دونوں فریق لڑنے جھگڑنے کو دمان موجود رہتے
 ان میں سے جسکو چاہتا اسکو اپنا معاون بنا کر کام نکال لیتا لیکن شیر کوہ شاور
 کے اس دم پٹے میں نہ آیا خلیفہ عاخذ نے شیر کوہ کی بیحد تعظیم و تکریم کی کمال عزت
 سے پیش آیا اسکو اور اس کے لشکر یوں کو قیمتی قیمتی غلعتیں دیں اور شب کو خود
 جا کر شیر کوہ سے ملا بہت دیر تک آپس میں باتیں ہوتی رہیں اور شاور ظاہری
 کے غرض سے اکثر شیر کوہ کے ساتھ سوار ہو کر سیر و تماشا کے لئے جاتا تھا مگر خلیفہ عاخذ

شیر کوہ کا یہہ ربط و ضبط دیکھ کر دل ہی دل میں جلا جاتا تھا ایک روز اس نے یہہ ارادہ کیا کہ دعوت کے یہاں سے بلا کر شیر کوہ کو معہ اوس کے افسران لشکر کے گرفتار کر لینا چاہئے۔ کامل و شاور میں اس بابت مباحثہ ہونے لگا۔

کامل ابن شاور۔ میرے بزرگ باپ آپ اس خیال کو دور کیجئے مسلمانوں کے ساتھ یہہ برتاؤ نہ کرنا چاہئے۔

شاور۔ نہیں! میری رائے بہت مناسب ہے میں کب تک مخن جگر پیتا رہوں جب تک شیر کوہ قاہرہ میں رہے گا میری نہ چلے گی میں ضرور اس کام کو کروں گا۔

کامل۔ خردار اگر تو نے اس قصد کا خیال ہی کیا تو میں فوراً شیر کوہ کو اس سے مطلع کر دوں گا۔

شاور۔ تو میرے سامنے کاڑ کا میری گود کا کہلا یا ہوا ہے ملکی محتال کی پیچیدگیان تو نہیں سمجھتا اگر میں یہہ کام نہ کروں گا تو یہہ یاد رکھنا کہ میرے خاندان کا کوئی بچہ ہی زندہ نہ بچے گا۔

کامل۔ یہہ سچ ہے بغرض محال اگر ہلوگ قتل کئے گئے اور یہہ ملک مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا تو بہتر ہے اس سے کہ ہم قتل ہی ہوں اور اس کے مالک عیسائی ہوں۔

شاور۔ یہہ کیسے ہو سکتا ہے؟ عیسائی بادشاہ میرا دم بہتر ہے۔ کامل۔ پدر بزرگوار۔ اُن کی دوستی پر آپ بہر وسہ نہ کیجئے یہہ اپنے مطلب کے وقت قدیمی دوستی کو بھولا دیتے ہیں اور طوطے کی طرح آنکھیں بدل لیتے ہیں۔

شاور یہہ سب کچھ یہی بالفعل تو شیر کوہ سے شکوہات ملجائیں گی۔ علاوہ برین عیسائی بادشاہ اب کیا تو نے گادہ کب کا واپس ہو گیا جب تک میں

وہ اس طرف کا رخ کرے گا اُس کے مقابلہ کا انتظام کر لیا جائیگا۔

کامل۔ آپ کچھ بھی نہ کر سکے گا عیسائیوں نے جہاں یہ سنا کہ شیر کوہ قید کر لیا گیا ہے باز کی طرح کبوتر کے لشکار پر ٹوٹ پڑیں گے اور ایک لمحہ میں ملک قبضہ کر لینگے۔ جان بھی جائیگی ملک بھی غیر کے ہاتھ میں چلا جائیگا۔

قتل شاورو شاورو کامل اس قدر باتیں کرنے کے بعد ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ کامل کو شاور کی نگرانی کی فکر ہو گئی اور شاورو

کامل کی مخالفت و افشائے راز سے ڈر کر اس بزدلانہ حملہ سے باز آیا تا آنکہ ایک روز شیر کوہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کو گیا ہوا تھا اور شاور اس سے ملنے کو آیا اور یہ معلوم کر کے کہ شیر کوہ امام شافعی کی قبر کی زیارت کو گیا ہے ادھر خود بھی روانہ ہوا اصلاح الدین یوسف و عز الدین جردیک اُس کے ساتھ ہوئے

اثنار راہ میں موقع پا کر صلاح الدین نے گھوڑے پر سے گرا دیا اور دونوں نے شکنیں باندھ کر ایک خیمہ میں لا کر قید کر دیا اس کے ہمراہی یہ واقعہ دیکھ کر مہاگ گئے۔ اور شیر کوہ یہ سُنکر اپنے لشکر گاہ میں فوراً واپس آیا بات چیت کرنے کی نیت نہ آئی ہتی کو خلیفہ عاصد نے شاور کے گرفتار ہونے کی اطلاع پا کر اسکا سرانگ بھیجی شیر کوہ

ہاں یا نہیں کا جواب نہ دینے پایا تھا کہ پے در پے دو تین قاصد آہو پئے شیر کوہ ہنوز اپنے خیمہ میں تھا کہ عز الدین جردیک نے شاور کا سر اوتار کر خلیفہ عاصد کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ شیر ہوین ربیع الثانی کا ہے۔ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیر کوہ بھی اس کے قتل میں شریک تھا لیکن اسکا ثبوت نہایت دشوار ہے۔

شاور کے قتل کے بعد شعرا نے اسکی بھومین لکھین اور خلیفہ عاصد نے شیر کوہ کو خلعت وزارت سے سرفراز کر کے الملک المنصور امیر الجیوش کا لقب دیا

اور ایک طولانی فرمان لکھ کر عنایت کیا جس کے شروع میں یہ عبارت تھی ”من
عبد اللہ و ولیہ الامیر محمد العاضد لدین اللہ امیر المؤمنین الامیر السید
الاجل الملک المنصور سلطان الجیوش ولی الایمان عجل اللہ فرجه
اسد الدین صاحب فضل قضاء المسلمین و ہادی دعاة المؤمنین
ابی الحارث شیرکوی العاضد ی عضد اللہ بہ الدین و امتہ
بطول بقائہ امیر المؤمنین و ادام قدرتہ و اعلیٰ کلمۃ سلامہ
علیک فانہ یحمد الیک اللہ الذی لا الہ الا هو و یسالہ ان
یصلیٰ علی محمد خاتم النبیین و سید المسلمین و علی آلہ الطاہرین
و الایمہ المہدیین وسلم و تسلیماً“ اس کے بعد عاضد کا فرمان ایک
طول لا طایل عبارت میں تھا۔

وزارت صلاح الدین بیسویں ربیع الثانی کو شیرکوہ ایوان وزارت

میں داخل ہوا اور قاضی فاضل عبدالرحیم بن البیسانی کو قصر خلافت سے
طلب کر کے سد دفتر انشا مقرر کر لیا۔ اپنے امراء لشکر اور لشکریوں کو معقول
جاگیریں اور انعام و اکرام دیا اور صلاح الدین یوسف اپنے پیچھے کے ہاتھ میں
زمام انتظام رکھا اور اسی کے حق میں سے کل کام کرتا رہتا تھا کہ شیرکوہ دو
اور چند یوم وزارت کر کے دفعۃً یوم شنبہ بائیسویں جمادی الثانی ۷۶۲ھ
(مطابق ۲۳ مارچ ۱۶۶۹ء) کو بعارضہ خناق اپنا ایک ہونہار بیہتیا چھوڑ کر
انتقال کر گیا بعضوں کا یہ خیال ہے کہ شیرکوہ نے وقت انتقال صلاح الدین
کے حق میں وزارت کی وصیت کیا لیکن محققین مورخین اسکی مخالفت کرتے
ہیں ہاں یہ واقعہ صحیح ضرور ہے کہ شیرکوہ کے انتقال کے بعد شامی لشکر کے
مقتدر امراء مدعی وزارت ہو گئے تھے از انجملہ ایک امیر عین الدولہ باروقی

دوسرا قطب الدین خسرو برادرزادہ والی اربل تیسرا سیف الدین علی بن احمد
 ہنگامی چوتھا شہاب الدین محمود حامی (خود صلاح الدین کا مامون) تھا
 اور خلیفہ عاصد صلاح الدین کو وزارت دیا چاہتا تھا صاحب کتاب (مستثنیٰ)
 لکھتا ہے کہ جس وقت امراء لشکر شامی میں وزارت کے بارے میں اختلاف واقع
 ہوا اور ان میں سے ہر شخص مدعی وزارت ہوا اس وقت خلیفہ عاصد کے
 دماغ میں یہ خیال گزرا کہ ”صلاح الدین کے پاس نہ ذاتی لشکر ہے اور نہ سردار
 ہیں وزارت اسکو دینا چاہیے کیونکہ جب میں چاہوں گا اسکو نکال دوں گا
 علاوہ اس کے امراء لشکر شامی سے جو سردار اس کے مخالف ہیں اسکو خود
 وہ نکال دیگا باقی جو دو چار کمزور رہائیں گے وہ میرے قابو میں رہیں گے
 ضعف کیوجہ سے خود صلاح الدین میری مخالفت نہ کر سکے گا میں جس طرح
 چاہوں گا ملک کا خود انتظام کروں گا اور اسکو اپنے قبضہ میں رکھوں گا“ رفتہ
 رفتہ عاصد کے اس خیال نے اسقدر ترقی کیا کہ اُس نے صلاح الدین کو
 قصر خلافت میں طلب کر کے خلعت وزارت سے سرفراز کر کے الملک الناصر کا

۵۶۳ھ صلاح الدین کو خلعت وزارت یوم دوشنبہ پچیسویں جمادی الثانی ۵۶۳ھ
 میں مرحمت ہوئی انھیں ایک عامہ سفید مذہب و مطلقا جس کے کناروں پر موتیوں کا
 جہاز تھا اور دیباہ روحی مذہب و مطلقا اور جیبہ مذہب اور جواہرات کا ایک مار
 جسکی قیمت دس ہزار دینار تھی اور ایک تلوار جو ہر قیمتی پانچ ہزار اور خالصہ کے
 گہوڑوں میں سے ایک زرد رنگ کا گہوڑا موزین و ساسو و سامان آرائش کے تھا
 جسکی قیمت آٹھ ہزار دینار تھی اور اُس سے ملک مصر میں کوئی تیز رو گہوڑا
 نہ تھا اور اُس کے مال میں موتیان پروئی تھیں سر پر ایک بڑا پروئی جو ہر
 لگا ہوا تھا مسہ چند بقیہ خلعت اور متعدد گہوڑوں کے تھا (باقی صفحہ ۱۳۳ میں)

خطاب دیا اور قیمتی قیمتی تحائف و بیش بہا خلعتیں مرحمت کیا صلاح الدین نے غلام
 سے کوٹ کر ایوان وزارت میں آیا اور ان لوگوں سے جو اپنے لئے وزارت کی کوشش
 کر رہے تھے مطلقاً القرض و التغات نہ کیا فقیہہ ضیاء الدین عیسیٰ ہکاری نے اس
 موقع پر یہ بہت بڑا کام کیا کہ اُس نے باستثنا عین الدولہ باروتی کے سب کو
 سمجھا بوجہ اکر صلاح الدین سے ملا دیا۔ صلاح الدین نے وزارت کے بعد لشکر اور
 اکابران دولت کو داد و ہش۔ انعام و اکرام سے اپنا بھی خواہ بنا لیا اور سقد
 صلاحیت و سنجیدگی اور علماء و فضلاء کی روش اختیار کر لیا کہ گویا وہ ابتدائی
 سے اسی لئے مخلوق ہوا تھا۔ خود مختار و وزیر ہونے پر اُس کی جس عادت کی
 تبدیلی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ شراب کا چھوڑ دینا ہے لیکن
 میرے سمجھ میں نہیں آتا کہ صلاح الدین ساہو نہا شخص جس نے اسد الدین شہر کوہ
 کے گود میں پرورش پایا ہو اور نور الدین محمود جیسے مذہبی سلطان کے سایہ
 عاطفت میں نشو و نما پا کر پہلا پہلا ہو شراب پینے کا عادی کیسے ہوا اسکی محبت
 بازاری۔ عوام الناس۔ آبر و باختم لوگوں کی نہ تھی وہ نور الدین محمود اور
 اوس کے وزیر جنگ اسد الدین شہر کوہ کے ساتھ ساتھ طفلی سے رہتا تھا
 جسکی محبت میں علماء و فضلاء کے سوا کسی اور کی صورت نہ دکھائی دیتی تھی۔
 سلطان نور الدین محمود ہمیشہ اسکو وزارت کے بعد امیر سپہ سالار کے خوشنما
 عجب سے یاد کرتا تھا کہی کسی خط میں اسکا خالی نام نہیں لکھتا تھا درحقیقت
 اسکی طرف سے مصر کا ایک گورنر تھا اور اس کے مقبوضہ و مفتوحہ ممالک کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۲) اور منشور وزارت سفیاء طلسم بن لپیٹا ہوا تہذیب فرمائی اور وزارت
 میں سلطان کے سامنے بڑا گیا جسوقت کہ اراکین دولت مصریہ و شامیہ سب موجود تھے
 سلطان نے یہی دونوں دلقون کے بھی خواہو کو خلعتیں انعام و اکرام دیکر اپنا بنا لیا۔

اس کے محروسہ ممالک کا ایک جزو سمجھنا چاہئے اسی کے تاکید و اصرار ۵۶۶ھ میں خلیفہ المستنجد باللہ عباسی کے نام کا خطبہ جامع مسجد میں پڑھا گیا اور اس کے نام کے بعد سلطان نور الدین کا نام داخل کیا گیا اور شریعہ قاضیوں کو معزول کر کے صدر الدین عبدالملک شافعی کو مصر و قاہرہ اور اس کے گرد و نواح کا قاضی مقرر کیا اور اذان میں حی علی خیر العمل فیہ کا کہنا موقوف کر دیا غرض کہ جب تک نور الدین محمود زندہ رہا صلاح الدین اسی کی رائے کل کام کرتا تھا۔ ابن ابی طحلی نے لکھا ہے کہ نور الدین محمود نے اسد الدین شیرکوہ کے انتقال اور صلاح الدین کی وزارت اور اس کی تالیف قلوب اور داد و بخشش کا حال شکر نہایت افسوس کیا اور صلاح الدین سے اس امر پر ناراض ہو گیا کہ اس نے بغیر اجازت اس کے کیوں وزارت قبول کر لیا چنانچہ اس بابر میں نور الدین نے مکرر سے صلاح الدین کو عتاب اُمود خط لکھا لیکن اُس نے کچھ التفات نہ کیا بایںہ صلاح الدین اسکا مطیع رہا آخر الامر نور الدین نے صلاح الدین کے اعزہ و اقارب کو جو شام میں تھے مصر کی طرف ہی مسجد یا اور اُس سے مصر اور اس کے مملوکہ بلاد کا حساب طلب کیا تھا جب اُس نے اس پر بھی کچھ خیال نہ کیا تو نور الدین نے صلاح الدین سے مصر چھین لینے کا قصد کر لیا مگر اتفاق وقت سے اسکی نوبت نہ آئی اور نور الدین کا انتقال ہو گیا۔ علامہ شہاب الدین ابو محمد عبد الرحمن مقدسی شافعی لکھتا ہے کہ نور الدین محمود کی یہ باتیں اس جنس سے ہیں جس کی طبایع بشریہ فطرۃ مفتضی ہوتی ہیں جو شخص نظر انصاف سے ان واقعات کو ملاحظہ کرے گا وہ نور الدین محمود کو اس بابر میں معذور سمجھے گا اور درحقیقت نور الدین کو جو کشیدگی صلاح الدین کے طرف سے پیدا ہوئی تھی وہ وزارت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس وجہ سے تھی کہ صلاح الدین

بیزرستصواب ثال واسباب کے تقسیم اور الغام واکرام کے دینے میں افراط سے کام لیا تھا
 علاوہ اس کے ابن ابی طے اس امر میں متہم ہے کہ وہ نور الدین کے طرف اکثر ایسی
 باتیں منسوب کر دیتا ہے جو اُس کے خلاف شان ہین اور اسکی طرف منسوب کرنا لایق
 نہیں ہے میرے نزدیک اسکی وجہ بظاہر یہ ہے کہ نور الدین محمود نے حلب سے
 شیعوں کو نکلوا دیا تھا اور اُن کے مشاعر کو باطل کر دیا تھا اور ابن ابی طے کا
 باپ رؤسا و شیعیہ سے ہوتا جسکو اُس نے حلب سے شہر بدر کر دیا تھا جہاں تک
 قبائس کیا جاتا ہے یہ وہی بخاری ہے جسکو ابن ابی طے اپنے کتاب میں مختلف مقامات
 میں نکال رہا ہے پھر اُس نے دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ جسوقت نور الدین
 محمود کے روبرو صلاح الدین یا اُس کے متعلقین دولت کا ذکر آجاتا تھا تو نور الدین
 محمود چین بچدین ہو جاتا اور اسکو یہ تذکرہ تکلیف دیتا تھا اور اس کے ذکر خیر
 کرنے والے سے پہر کبھی حسن خلق سے نہ ملتا تھا۔ علامہ شہاب الدین مذکور کہتا ہے
 کہ میں نے خود نور الدین محمود کا ایک خط لکھا ہوا دیکھا ہے جس میں اس نے
 صلاح الدین کا برخلاف قول ابن ابی طے کے بہت شکریہ ادا کیا ہے یہ خط شیخ
 امام شرف الدین بن ابی عسرون کو حلب قضا مصر کے لئے لکھا تھا جس کی
 عبارت یہ ہے۔

حسب الله وكفى وفوق الله الشیخ الاسلام شرف الدین بطاعتہ
 وختم له بخیر غیر صاف علی الشیخ ما انا علیہ وفیہ وكل
 غرضی ومقصودی فی مصالح المسلمین وما یقریبی الى الله
 والله ولی التوفیق والمطلع علی نیبتی وانت تعلم نیبتی
 كما قال عز من قال (ومن عندنا علم الكتاب) انت
 تعلم ان مصر الیوم قل ازمننا النظر فیها فزمننا الفتوحا

الکبار اللہ تعالیٰ جعلہا ۲ سلام بعد ما كانت
 دار کفر و نفاق فلله المنة والحمد الا ان المقدم على
 كل شيء امور الدين التي هي الاصل وبها النجاة
 وانت تعلم ان مصر اقليمها ما هي قليلة وهي خالية
 من امور الشرع وما تدخر الدروع الا للشدائد انا
 ما كنت استحي ولا استخف مفارقتك والان فقد تعين
 عليك وعلى ايضا ان ننظر الى مصالحها وما لنا لحد
 اليوم لها الا انت ولا اقدر اولى امورها ولا اقدر
 الا لك حتى تبرأ ذمتي عند الله فيجب عليك وفقتك
 الله ان تشمر من سباق الاجتهاد وتتولى قضاءها و
 تعمل ما تعلم انه يقر بك الى الله وقد برئت ذمتي وانت
 تجاوب الله فاذا كنت انت هناك وولدك ابو المعالي
 وقعة في طيب قلبى وتبرأ ذمتي وقد كتبت هذا
 بخط حتى لا يتفق على حجة فصل انت وولدك عندي
 حتى اسيركم والسلام بمواقفة صاحبى واتفاق من
 صلاح الدين وفقه الله فانا معا شاكر كثير كثير
 جزاه الله خيرا وابقاه فى بقاء الصالحين والاخيار
 صلاح عظيم ومنفعة لاهل الاسلام الله تعالى
 بكثر من الاخيار واعوان الخير وحسبنا الله ونعم
 الوكيل وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليما
 ترجمہ کفایت کرتا ہے الدیر کے لئے اور کافی ہے۔ توفیق سے اللہ

شیخ امام شرف الدین کو اپنی طاعت کی اور اسکا خاتمہ بخیر کرے غیر خالی
ہوں شیخ سے جسکامین نے قصد کر لیا ہے اور جس خیال میں ہوں او
میری کل غرض اور مقصد مسلمانوں کے اصلاح سے متعلق ہے اور اس چیز سے
جو مجھے اللہ تعالیٰ سے قریب کرے اور اللہ صاحب توفیق ہے اور میری
نیت کو جانتا ہے اور تو جانتا ہے میری نیت کو جیسا کہ کہا ہے عزیز تر
کہنے والے نے اور اس کے پاس ہے علم کتاب۔ تو جانتا ہے کہ مصر کی
طرف ہم نے اپنی توجہ معطوف کیا ہے۔ پس وہ بڑے فتوحات سے ہے
جنگو اللہ تعالیٰ نے دارالاسلام بنایا ہے بعد اس کے کہ وہ دار کفر و
نفاق تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکر اور اسکی تعریف ہے۔ آگاہ ہو جاؤ
ہر چیز پر مقدم امور دین میں جو اصل اور مدار نجات ہیں اور تو جانتا ہے
کہ مصر اور اس کے بلاد کم ہنیں ہیں اور وہ خالی ہیں امور شرع سے
اور ہنیں جمع کئے جلتے آئندہ مگر شراید کے لئے اور میں تیری جدائی کو
ہنیں جانتا اور نہ اسکو عزیز کہتا ہوں اور اب تجھ پر اور تجھ پر یہ فرض
ہو گیا ہے کہ مصر کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور فی الحال ہمارے
پاس کوئی سوائے تیرے ہنیں ہے اور میں کسی کو اس کے امور کا متولی
کرنے پر سوائے تیرے قادر ہنیں ہوں اور نہ میں اسکو کسی دوسرے کو
سوائے تیرے سپرد کرتا ہوں تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہی الذمہ
ہو جاؤں پس تجھ پر واجب ہے اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے یہ کہ اساق
اجتہاد سے امنوں کو سمیٹ لے اور مصر کے عہدہ قضاء کا ستولی ہو جا۔
اور اپنے علم کے موافق عمل کر بیشک یہ تجھکو اللہ تعالیٰ سے قریب کرے گا
اب میں بری الذمہ ہو گیا اللہ تعالیٰ کا تو جاہد ہے پس جبکہ تو اور

نور الدین جندہ کا قلم

تیرا رکابو المعالی اللہ کو توفیق دے وہاں موجود رہے گا تو میرا دل
خوش ہوگا اور میں بری الذمہ رہوں گا اور بے شک میں نے یہ اپنے
قلم خاص سے لکھا ہے تاکہ کوئی حجت مجھ پر باقی نہ رہ جائے۔ تم میرے اپنے
لڑکے کے میرے پاس چلے آؤ تاکہ میں تم کو مصر کی طرف بھیج دوں و السلام
یہہ میں نے بموافقت و اتفاق اپنے دوست صلاح الدین اللہ تعالیٰ
اُس کو توفیق خیر دے لکھا ہے میں نے شک اسکا بہت بہت شک گزار
ہوں اللہ تعالیٰ اُس کو جزائے خیر دے اور اُس کو باقی رکھے کیونکہ صائین
اور اختیار کے بقا میں اہل اسلام کے لئے بڑی بہتری اور بڑا فائدہ
ہے اللہ تعالیٰ زیادہ کرے نیکون اور نیکی کے مددگاروں کو اور
کافی ہے ہم کو اللہ اور وہ اچھا وکیل ہے اور درود خدا کا ہمارے
سردار محمد اور اُن کے آل اور اُن کے اصحاب پر ہو اور مسکا
سلام ہو

اس خط سے یہہ چند امور مفہوم ہوتے ہیں ایک یہہ کہ مصر کے مفتوح ہونیکو
وہ اپنی فتح اور کامیابی سمجھتا تھا دوسرے یہہ کہ مصر کا انتظام و انصرام اسی کے
قبضہ میں تھا تیسرے یہہ کہ صلاح الدین کے کاموں سے یہہ بہت خوش اور اُس سے
راضی تھا اور اُس کو یہہ نیکون میں شمار کرتا تھا علاوہ اس کے مصر میں صلاح الدین
نے جو کچھ محمول و مکتس کو معاف کیا تھا وہ سب لوز الدین کے ہر حکومت
میں کیا تھا اور اسی کے اشارہ و حکم سے کل کام کرتا تھا۔ لوز الدین محمود کو
دل سے عزیز رکھتا اور پیار کرتا تھا اکیمرتبہ عیسائیوں نے بقصد مصر ایک مجمع کشیر
کیا تھا جسکی مدافعت کو لوز الدین محمود نے اپنا لشکر بجا تھا جس میں صلاح الدین کا
بہائی شمس الدولہ لوزا نشاہ تہاروانگی کے وقت لوز الدین محمود نے شمس الدولہ سے

مخاطب ہو کر کہا ”مصر تو تم جاتے ہو اگر وہاں جا کر تم اس کے خواہاں ہو کہ تم بیٹھے ہو اور صلاح الدین تمہارے خدمت کے لئے کھڑا رہے کیونکہ وہ چھوٹا ہے تو تم نہ جاؤ تمہارے جانے سے فتنہ و فساد برپا ہوگا اور مین اسوقت تمہارے عتاب و ننگا اور تمکو اسکی سزا دے دیں گا اور اگر تم اسکو اس حدیث سے دیکھو گے کہ وہ والی مصر ہے اور وہ میرا قائم مقام اور میرا نائب ہے اور تم ہنسنے کی خدمت کرو گے جیسا کہ تم میری خدمت کرتے ہو تو جاؤ اور کوشش کرو اس میں جیسے کہ وہ درپے ہے“ شمس الدولہ نے اس کے جواب میں عرض کیا ”میں صلاح الدین کی ویسا ہی خدمت کروں گا جیسا کہ آپ کی خدمت کرتا ہوں۔“ نور الدین محمود کی ان باتوں سے کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ وہ صلاح الدین سے کشیدہ خاطر تھا یا وہ مصر کو اس سے چھین لینے کا قصد رکھتا تھا بغرض تقدیر اگر اس کی قیوت میں مصر کا حساب صلاح الدین سے طلب کیا تھا تو یہہ شکر رنجی یا کشیدگی کے معنی نہیں ہیں وہ اسکی طرف سے ایک صوبہ کا گورنر تھا اور عام دستور ہے کہ سلاطین اپنے عمال اور گورنروں سے حساب و کتاب طلب کرتے ہیں اور انکو وقتاً فوقتاً ہدایتیں مناسب کیا کرتے ہیں کوئی بادشاہ اپنے محروسہ ممالک کے صوبہ کے حکام کی خود رائی نہیں پسند کر سکتا اگر کسی موقع پر بلا اجازت صلاح الدین نے الغام و اکرام اور احرار کے دینے میں افراط سے کام لیا ہو یا یہ کہ عیسائیوں پر حملہ کرنے میں کسی خاص وجہ سے پس و پیش کیا ہو اور اسوقت پر نور الدین نے اسکو بطور تنبیہ کچھ لکھا ہو تو اسکو کشیدگی اور شکر رنجی نہیں کہتے یہہ تو معاملہ کی بات ہے معاملہ میں جہنی اور اوقات میں دوست بھائی بنے رہنا مسلمانوں کا پہلا فرض ہے۔

الغرض صلاح الدین نے مصر پر قتل حکومت حاصل کرنے کے بعد

اقطاع مصر کو مفسدین و فتنہ پردازوں سے خالی کرنا شروع کر دیا۔ موتن الخلفۃ
عیسائیوں سے سازش کر کے اُن کو مصر پر حملہ کرنے کو ادبہارنے لگا صلاح الدین
کے خاص آدمیوں نے اُس کے قاصد کو گرفتار کر لیا پہرہ میں قصر خلافت و قصر وزارت
موتن الخلفۃ مارا گیا سودا کی اُسکی حمایت کو سیاہ بادل کی طرح اوٹے اور خلیفہ عا^{لہ} مند
نے قصر خلافت شامی لشکر پر تیر و پتھر کے مینہ برسائے کا حکم دیا اور خود ایک کھڑکی سے
بیٹھا ہوا دیکھتا رہا لیکن صلاح الدین کی ہواے جنگ و تدبیر نے ان سپہوں کو
دم زدین میں اوڑا دیا۔ اس واقعہ کے بعد سے صلاح الدین اپنے دائرہ
حکومت کو وسیع کرنے لگا اور زمانہ حیات نور الدین محمود زنگی میں اس نے
بہت کچھ اپنے فتوحات کو بڑھا کر وزارت مصری کو ایک خود مختار سلطنت کی
صورت میں کر دیا تھا جو درحقیقت نور الدین محمود کی حکومت و دولت کی
ایک جزو تھی اور پہلے ان کل واقعات کو مفصل سلطان صلاح الدین یوسف
فلاح بیت المقدس کی سوانح عمری میں لکھ دیا ہے۔

واقعہ دمیاط اوایل صفر ۵۶۵ھ (مطابق ۱۱۶۹ء) میں عیسائیوں نے
دمیاط کا محاصرہ کر لیا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جسوقت اسد الدین شیرکوہ نے
مصر پر قبضہ کیا تھا اسوقت سے عیسائی امراء ساحل میں ایک مورش سی

۱۱۶۹ء صاحب کتاب الروضتین نے لکھا ہے کہ جسوقت سودا بنون اور عساکر شام میں جنگ شروع
ہوئی خلیفہ عا^{لہ} مند نے قصر خلافت کے ایک کھڑکی سے سر نکال دیکھا اور قصر خلافت کے محافظین کو
عساکر شام پر تیرباری اور سنگباری کرنے کا حکم دیا شمس الدو^{لہ} خلیفہ کی مخالفت کا رنگ دیکھ کر
چند چکاریاں لفظ کی اون لوگوں پر خالی کر دیں جس کے محافظین قصر خلافت بہاگ کھڑے
ہوئے۔ عاصد کی قصر خلافت کی اکثر کھڑکیاں جلا دی گئیں اور بعضوں نے لکھا ہے کہ
سودا بنون کی بغاوت خلاف مرضی عاصد ہوئی ہے اور وہ اس میں شریک تھا والد عالم۔

پہنچی ہوئی تھی اور وہ قبضہ مصر کو فتح بیت المقدس کا مقدمہ سمجھتے تھے اسوجہ سے
 اُن لوگوں نے عیسائیوں کو اندلس و صقلیہ سے امداد کی درخواست کی یاد دہان
 نے تمام یورپ میں دورہ کر کے مسلمانوں کے برہنوں ایک ذخیرہ کافی مال و
 اسباب و فوج کا جمع کر لیا جس میں کو ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا تو نہایت
 مستعدی سے آگے بڑھ کر دمیاٹ کا محاصرہ کر لیا۔ صلاح الدین نے انکی مدافعت
 کے غرض سے نیل کو فوج و آلات حرب سے بہر دیا اور اپنے ولی نعمت قدیم
 نور الدین محمود زنگی کے پاس عیسائیوں کی پیشقدمی اور انکی چیر چھاڑ کی
 شکایت لکھنے بھیجی اور یہ لکھا کہ ”میں سخت چپقلش میں مبتلا ہوں اگرچہ دمیاٹ کو
 عیسائی محاصرہ سے چھلانے میں کچھ نہ ہی تاخیر کرتا ہوں تو عیسائی اوسپر قابض
 ہو جائیں گے اور اگر میں مصر چھوڑ کر دمیاٹ کے طرف بڑھتا ہوں تو میرے
 بعد مصری رعایا باغی ہو جائے گی اور مصر میرے قبضہ سے نکل جائے گا
 آگے بڑھتا ہوں تو مصری پیچھے ہٹیں اور دمیاٹ کے طرف جاتے ہیں کچھ کو تا ہی
 کرتا ہوں تو عیسائی سانسے ہین“ نور الدین محمود نے ان واقعات کے اُنہائم
 نظر کر کے پہلے در پہلے دمیاٹ کے طرف عساکر اسلام روانہ کئے اور خود ایک
 فوج لیکر عیسائی بلاد میں لوٹ مار کرتا ہوا داخل ہو گیا۔ محاصرین نے مجبور
 ہو کر پچاس دن کے بعد دمیاٹ سے اپنا محاصرہ اٹھالیا۔ عمار نے لکھا ہے کہ
 نور الدین محمود نے جو عساکر اسلام دمیاٹ کو چھلانے کے غرض سے روانہ کیا تھا
 اُس کے سردار امیر قطب الدین خسرو ہند بانی تھے یہ عیسائی محاصرین کے جاتے
 سے ایک ہفتہ پہلے پندرہویں ربیع الاول کو دمیاٹ کے قریب پہنچے اور انہوں نے
 عیسائی محاصرین کی خیمیتوں کو لفظ کی بھپکاروں سے جلادیا اور ان کے لشکر
 کے ایک حصہ کو بیکار کر کے اُگودا پس جاتے پر مجبور کر دیا۔ ابو عبد الرحمن مقدسی

شافعی نے لکھا ہے کہ زمانہ محاصرہ دمیاط میں ایک روز حسبِ دت نور الدین محمود زنگی کے مجلس میں حدیث پڑھی جا رہی تھی نجدِ احادیث کے ایک حدیث مسلسل تبسم آگئی بعض مطلابِ حدیث نے بغرضِ اتمامِ سلسلہ حسبِ دت اہل حدیث راوی سے تبسم کی درخواست کی نور الدین محمود یہہ سنتے ہی برہم ہو کر کہنے لگا "واللہ میں اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہوں کہ میں کیسے تبسم کرتا ہوا دیکھوں دریا خالی کے مسلمان عیسائیوں کے محاصرہ میں ہوں" "تغیر دمیاط سے عیسائیوں کے چلے جانے کے بعد نور الدین نے عاصد کو تنہیت کا خط لکھا اور صلاح الدین اور اس کے امراء لشکر کی تعریف لکھی اور یہہ لکھا کہ میں نے صلاح الدین کو ترکوں کے ساتھ اسی کام کے لئے بھیجا ہے عیسائیوں کے حملوں کا جواب یہی اچھا دیتے ہیں اور وہ انہیں کے تیروں سے ٹھٹھاتے ہیں اگر یہہ لوگ مصر میں پہنچتے تو عیسائی مصر پر کب کا قبضہ کر لیتے عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ مسجد اقصیٰ کی یہی فتح نصیب کرے اور اس نعمت کے ساتھ وہ بڑی نعمت بھی عطا فرمائے"

محاصرہ کرک اسی سنہ میں نور الدین نے صلاح الدین کے اہل و عیال اور اوس کے نائب بنج الدین ایوب کو ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ دمشق سے مصر کو روانہ کیا اور اوسکی مشایعت میں راس السمار تک خود چلا آیا عمار کا تب لکھتا ہے کہ راس السمار میں پہونچ کر نور الدین محمود نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور پہلی شعبان کو بلاد کرک کے طرف روانہ ہوا چند روز عمان پر بقاء میں ٹھہرا رہا پھر وہاں سے کوچ کر کے کرک پر پہونچا اور چار روز تک اوسکا محاصرہ کئے رہا اس اثنا میں یہہ خبر آئی کہ عیسائی فوجیں ان کے جلو گری کو ماعین تک آگئی ہیں اور انکی سرداری پر ابن ہنفری اور فلیب ابن رفیق مامور ہے نور الدین محمود کرک کا محاصرہ چھوڑ کر ان کی طرف بچک پڑا اس خیال سے کہ ان دنوں

عیسائی امیرون کو قید کر لینے اور اوپر فتح حاصل ہو جانے سے اُن کے بلاد پر آسانی قیض
 کر لیا جائیگا پس جسوقت نورالدین محمودان دونوں کے قریب پہونچا ان دونوں نے
 نورالدین محمود کے مقابلہ سے اعراض کر کے دوسرا راستہ اختیار کر لیا جس سے
 نورالدین محمود عساکر اسلام لئے ہوئے ان کے وسط بلاد میں قتل و غارت کرتا ہوا
 عسکرا میں جا پہونچا اور عیسائیوں کے انتظار میں ٹھہرا رہا اور یہیں ماہ صیام کو منقضی کیا
 ابن اثیر نے لکھا ہے کہ نورالدین محمود نے کرک کا محاصرہ اسوجہ سے کیا تھا کہ اُس نے
 نجم الدین پدر صلاح الدین کو ایک چھوٹے سے دستہ فوج اور قافلہ تجارت کے ساتھ
 دمشق سے منہر کوروانہ کیا تھا اور اس خطرہ کو خیال کر کے کہ عیسائی نو بیس
 اثناء راہ میں متعرض نہوں کرک کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ابن شداد نے لکھا ہے
 کہ نورالدین محمود کا بہت بڑا مقصد نجم الدین کے پیچھے سے یہ تھا کہ اس نے
 صلاح الدین کو جہاد کرنے کی ہدایت اور مصر میں خلیفہ بغداد کے نام کا خطبہ
 پڑھنے کا حکم سخت تاکید کی تھی۔ ابن ابی طعلبی لکھتا ہے کہ اس سے پیشتر خلیفہ
 مستنجد باللہ نے نورالدین محمود کو اس بابت ایک فرمان لکھا تھا اور مصر
 میں تاخیر اقامت دعوت عباسیہ سے اپنی ناراضی ظاہر کی تھی۔ چنانچہ
 نورالدین محمود نے نجم الدین کو جو سب سے بڑی خدمت سپرد کی تھی اور اس
 بارے میں اپنا دستخطی خط دیا تھا وہ بھی خطبہ کا پڑھا جانا تھا لیکن اقتضائے
 وقت سے صلاح الدین نے اسوقت سکوت اختیار کیا اور اس کام کو
 آئندہ کسی موقع خاص کے انتظار میں ملتوی کر دیا جیسا کہ آئندہ ہم بیان کریں گے۔
 ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اسی سنہ میں بارہویں شوال کو بہت بڑا زلزلہ
 آیا جس سے اکثر بلاد شام و مصر و جزیرہ و موصل و عراق کو نقصان پہونچا
 شام میں بعلبک۔ حمص۔ حماة۔ شیرز۔ بحرین وغیرہ کی شہر پناہ منہدم ہو گئی

عیسائی مالک کو بھی ایک نقصان عظیم اوٹھانا پڑا ایک مدت تک عیسائی اور
 نور الدین محمود اُسکے بنوانے اور درست کرانے میں مصروف رہے نہ عیسائیوں
 ایسی فراغت حاصل ہوئی کہ وہ مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے اور نہ نور الدین محمود
 ایسا موقع ملا کہ بقصد جہاد اوپر خروج کرتا اس اثنا میں اس کے بہائی
 قطب الدین مودود دزگی والی موصل کا انتقال ہو گیا۔ فخر الدین عبدالمسیح
 نے قطب الدین مودود کی بیوی خاتون بنت حسام الدین تترتاش سے سازش
 کر کے برائے نام سیف الدین غازی کو اُسکا جانشین کر کے خود اس کے بلا مقوفہ
 متصرف ہو گیا قطب الدین کا بڑا اڑکا عماد الدین زنگی ان دنوں دورہ پر گیا
 ہوا تھا جب اُسکوان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ سیدہ نور الدین محمود
 کے پاس چلا گیا اور کل واقعات بیان کر کے فخر الدین عبدالمسیح کی سخت شکایت کی
 اسکی طرف سے نور الدین محمود کا خیال پہلے ہی سے خراب اور اسکی بدطینتی و ظلم
 سے سخت ناراض تھا یہی سبب تھا کہ اس نے اپنے معزولی کے خطرات کو پیش نظر
 کر کے بلا انتظار عماد الدین اور غلام وصیت قطب الدین سیف الدین کو
 اُسکا جانشین کر دیا۔ کیونکہ عماد الدین اپنے چچا نور الدین کے آغوش شفقت میں
 تعلیم یافتہ ہو کر بڑا ہوا تھا وہ اس کے غلام مکرنا اور اس میں اُسکا نقصان
 نور الدین محمود کو اپنے بہائی کے انتقال اور فخر الدین عبدالمسیح کے استیلا سے
 بچد صدمہ ہوا لیکن اس صدمہ کا علاج ہی کیا تھا خواہ مخواہ صبر کر کے اول محرم
 ۶۶۶ھ میں دریائے فرات کو قلعہ جہر کی طرف سے عبور کیا اور انتظام کرتا ہوا
 رقبہ کی طرف بڑھا۔ پہلے تورقہ کے گورنر نے (جسکو فخر الدین عبدالمسیح نے سیف الدین
 کی طرف سے مقرر کیا تھا) نور الدین محمود کو داخل ہونے سے منع کیا پھر انجام پر
 نظر کر کے راضی ہو گیا نور الدین محمود نے اُس کے مالی و فوجی حکموں کی جانچ

پر تال کی اور اُسکا انتظام کر کے غلبہ رکھ کر دورہ کرتا ہوا اور اس کو جانتا دیکھتا ہوا نصیبین
 میں تین تہا جا پہونچا اور چند روز تک اُتھیرا رہا تا آنکہ اُسکا لشکر اور نوز الدین محمد
 بن قزاسلطان والی حصن دیار بکر آگیا پس اس نے نصیبین سے کوچ کر کے
 دود و منر لون کو ایک ایک کرتے ہوئے سنجار پر پہونچا اُسکا محاصرہ کر لیا اور
 موقع موقع سے مخفیین نصب کر دیں سنجار میں موصل کا بہت بڑا لشکر رہتا تھا
 گو یامیہ اوسکا فوجی کیمپ تھا موصل کے امراء نے نوز الدین محمود کے باغی نصیبین
 پہونچیں اور اُس کو سنجار سے اعراض کر کے موصل پر حملہ کرنے کو لکھا اور اپنی مستعدی اُطاعت
 ظاہر کی لیکن نوز الدین محمود اس کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوا یہاں تک کہ سنجار پر قبضہ
 حاصل کر کے اپنے بڑے برادر زادہ عماد الدین زنگی کو سپرد کر دیا اسی زمانہ میں
 خوالدین عبدالمسیح نے گہرا کر خوالدین مسعود بن قطب الدین والی بلاد آذربائیجان
 کے پاس اس واقعہ کو لکھ بھیجا اُس نے نوز الدین محمود کی خدمت میں ایک قاصد
 روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا ”موصل اور اُس کے کل بلاد سلطان ہی کے
 ہیں ہفت لی شقت سلطان کیوں گوارا کرتے ہیں اور اگر یہ باتیں سلطان کے
 خاطر میں نہ آئیں گی تو عبدالمسیح اکیلا نہیں ہے“ نوز الدین محمود اس سفارت سے
 برہم ہو گیا اور اُس وقت اوس نے یہ سو کہا سا جواب دیدیا تھا کہ ”میں
 رعایا کے اصلاح حال اور اپنے برادر زادہ کی تربیت کر رہا ہوں تو یہاں
 میں کیوں پڑا جاتا ہے میں اس کے فارغ ہوں تو مجھ سے اور تجھ سے ہموار
 کے دروازہ پر باتیں ہونگی تو نے بلاد اسلام پر قبضہ کر لیا لیکن حدود اسلامی
 چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوس پر غیر قومیں قابض ہو گئیں اور میں نے
 تنہا عیسائی دنیا کا مقابلہ کیا تیرے کان پر جون تک نہ ریگی تھوڑے
 زمانہ تک صبر کر تجھ پر یہ فرض ہے کہ بلاد اسلام کی حفاظت کروں اور اُن کے

نوز الدین بن محمود کا فرمان (۱)

ظلم و تعدی کو دُور کر دینا قاصد تو یہ ہے جو اب لیکر عز الدین مسعود کی طرف روانہ ہوا
 اور نور الدین محمود نے سنجہ سے کوچ کر دیا اور جبکہ کو جانب شرقی سے جو کہ کسی
 موصل کے پورب حصن نینوی پر جاؤ تراچونکہ موصل کی رعایا کیا خواص و
 عوام سب کی سب عبدالمسیح کے ظلم و تعدی سے تنگ ہو رہی تھیں اور نور الدین
 کے طرف اُسکی حسن سیرت و عدل کی وجہ سے اُن کا دلی رُخ جان پتا اسوجہ روزانہ
 عرصیان آنے لگیں "آپ موصل پر باہر سے حملہ کیجئے ہم اندر سے فخر الدین عبدالمسیح پر
 ٹوٹ پڑیں گے" ہم سب رعایا موصل آپ کے ظل حمایت میں آنا چاہتے ہیں آپ نے
 موصل کا قصد کیا اور ہم نے اُسکو خدام دولت و زیرہ کے سپرد کر دیا "فخر الدین
 عبدالمسیح نے اہل شہر کی بددلی اور نور الدین محمود کی مستعدی پر نظر کر کے نور الدین
 محمود کے خدمت میں اپنے ایک خاص محتد کے ذریعہ ایک عرضداشت پہنچی
 جس میں یہ لکھا ہوا تھا "میں آپ سے کسی طرح برسرِ مخالفت نہیں آسکتا میں آپ کا
 ایک ادنیٰ غلام ہوں میں موصل کو آپ کے سپرد کئے دیتا ہوں بشرطیکہ آپ
 مجھے امن بن اور کچھ جاگیرِ رحمت فرمائیں جس سے میری زندگی کا بقیہ حصہ
 آسانی و آرام سے گزر جائے" نور الدین محمود نے اسکی یہ درخواست قبول
 کر لی لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ شرط اور بڑھادی کہ "تجھ کو میرے پاس شام
 میں رہنا ہو گا میں تجھے موصل میں نہ رہنے دوں گا" فخر الدین عبدالمسیح نے اپنے
 دل پر جبر کوکے ہسکو قبول کیا اور موصل کے دروازہ کھول دیے چنانچہ تیرہویں
 جمادی الاول سنہ مذکور کو سلطان نور الدین محمود قلعہ موصل میں داخل ہوا
 اور سیف الدین غازی کو حکومت موصل پر برقرار رکھا اور اُس کے قلعہ دار بنی
 اپنے خادم سعد الدین کششکین کو متعین کیا اور جو کچھ مال و سبب اُس کے بھائی
 قطب الدین نے چھوڑا تھا اُسکو حسب قانون شریعت اوسکی اولاد میں

تقسیم کر دیا۔ محمول و ٹکس موصل اور اس کے بلاد متعلقہ سے سواٹ کر کے خاص موصل میں ایک جامع مسجد بننے کا حکم دیا جو ۱۳۳۵ھ میں تیار ہو کر جامع لوزی کے نام سے موسوم ہوئی۔ اور سیف الدین غازی کی جاگیر میں موصل کے ساتھ جزیرہ ابن عمر کو اضافہ کر دیا اور خابور و نصیبین کو عساکر موصل کے مضار کے لئے عنایت کیا۔ بیس روز قیام کرنے کے بعد موصل سے نکل کر شام کے طرف روانہ ہوا۔ عماد کاتب لکھتا ہے کہ نور الدین نے نصیبین۔ خابور و جدد۔ سنجار کی حکومت والی موصل کے سپرد کر دی تھی اور شیخ شرف الدین بن ابی عسرون کو اس بلاد کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا قاضی ابن شداد لکھتا ہے کہ نور الدین محمود کی موصل کی طرف حرکت کر نیکی بہت بڑی پیہ و میر تھی کہ فخر الدین عبد المسیح نصرانی المذہب تھا جو بعد انتقال قطب الدین سو دودھ زنگی والی موصل اس کے چھوٹے لڑکے کو تخت حکومت پر بٹھلا کر خود اسکی ولایت پرستولی ہو گیا تھا اور

سید سلطان نور الدین محمود نے جو منشور محمول و ٹکس کے سوا فی کا لکھا تھا اور وہ علی روسن الاشہاد پڑھا گیا تھا اس کے آخری فقرے یہ تھے ”قد قنعنا عن کذا کذا“
موال بالیسیر من الحلال فسحقا للسر وحقا للعرا ام الحقیق با
لمق۔ و بعد لما یبعد من براضی الرب و یقعی من محل القرب قد
استخرنا الله و تقربنا الیه و توکلنا فی جمیع الاحوال علیہ
و تقد منا باستفاط کل مکش ضریبة فی کل ولا یمین لنا البعدۃ
او قریبة و ازالہ کل جهة مشتبہة مشوبة و محول سیه
شدیعة و نفی کل مظلمة مظلمة فظیعة و احیاء کل سنة
حسنه و انتهاز کل فرصة فی الخیر ممکنه و اطلاق کل
ما جرت العادة باخذہ من الاحوال المخطوطة (باقی صفحہ ۱۴۸)

عام رعایا اور مسلمانوں کو تکلیف دیتا اور اپنے ظلم کرتا تھا پہر جب نور الدین نے موصل کو
شرقی جانب سے عبور کر کے اپنے محاصرہ میں لیلیا اور سیف الدین غازی نے احمد
نامہ و پیام کے اپنے چچا سے صلح کر لیا تو اُس نے پہلے شیخ عمر ملاسی کے ذریعہ سے
اپنے جان و مال و اسباب اولاد کی امن حاصل کیا بعد ازاں دربار لوزریہ میں
حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۷) خوفا من عواقبها الردة المحذورة فلا یبقی
فی ولائنت جو رجاء بر جاریا ولا عمل لا یمکن به اللہ راضیا اثارا
التواب لاجل علی الخطام العاجل هذا حق اللہ قضیناہ و واجب علینا ادیناہ بل
ہی سنیہ حسنہ سنناہا و حجة واضعہ بینناہا و قاعدہ محکمہ محمدناہا و
فائدہ مغتنامہ افدناہا (ترجمہ) بے شک ہم اموال کے جمع کرنے سے ہٹے
حلال پر قانع ہوئے پس ہلاکت ہو حرام کو اور برائی ہو حرام کو جو سزا و افساد ہے اذ ورنہ
اس سے جو دور کوئے اللہ کی مرضی سے اور محل قرب سے علیحدہ کرے اور بیشک ہم نے
اللہ سے نیکی طلب کی اور اس کی طرف ہم نے تقرب کیا اور ہر حالات میں ہم نے اس پر ہوس کیا
اور پیشدستی کی ہم نے ہر محصول و ٹیکس کے چوڑے دینے پر اپنے ممالک محروسہ خواہ وہ قریب
ہوں یا بعید اور زایل کو نے ہر ہشتبہ و مشکوک کے اور محو کر دینے پر ہر طریقہ ناپسندیدہ
و شنیع کے اور دور کر دینے پر ہر مظلمہ کے جو ظلم و تعدی میں متجاوز ہے اور (سبقت کی
ہم نے) ہر راہ نیک کے زندہ کرنے پر اور حق الاسکان نیک کاموں میں کوشش کرنے پر
اور چوڑے دینے پر ان اموال محظورہ کے جسکے لینے کا رواج ہو گیا ہے اُسکی انجام ردی و مہذو
کے خوف سے پس باقی نہ رہے ہمارے ممالک محروسہ میں کوئی ظلم جلدی اور نہ کوئی ایسا عمل جس
اللہ نہ راضی ہو یا امید ثواب آئندہ بالعلل لم یظلم لہ پر یہ اللہ کا حق تھا جسکو ہم نے پورا کیا اور
ہم پر واجب تھا جسکو ہم نے ادا کیا بلکہ یہ سنت حسنہ ہے جسکو ہم نے ایجا دیا (باقی صفحہ ۱۴۹)

حوادث

اسی زمانہ میں خلیفہ المستنجد باللہ ابو المنظر یوسف بن المقتدی باللہ کے انتقال کی خبر پہنچی جس وقت کہ نوز الدین موصل کے شرقی جانب تل لوبہ پر خیمہ زن تھا خلیفہ المستنجد کا انتقال یوم شنبہ نوین^{۱۱} ربیع الثانی ۶۶۲ھ کو ہوا اسکی ولادت غزوہ ربیع الثانی ۶۵۲ھ میں ہوئی گیارہ برس چہ دن اس نے خلافت کی خلفاء عباسیہ بقیوں^{۱۲} خلیفہ تھا اس کے بعد اس کے لڑکے المستنجدی بامر اللہ ابو محمد حسن کی خلافت بیعت ہوئی اور اس وقت سے المستنجدی بامر اللہ خلیفہ مانا گیا اور اسی سنہ^{۱۳} صلاح الدین نے دار المعونہ (قید خانہ مصر) کو توڑا کر مدرسہ شافعیہ اور دار الغزل کو مدرسہ مالکیہ بنوایا اور صدر الدین عبدالملک بن دد اس کو مصر و قاہرہ اور اس کے بلاد متعلقہ کا حاکم و قاضی مقرر کیا یہ واقعہ بائیسویں جمادی الثانی کا ہے پہر بقصد جہا مصر سے نکھر ملہ و عسقلان کی طرف گیا اور اسکندریہ کی شہر نہ پاہ بنے کا حکم دیا ابن ابی طے کہتا ہے کہ اسی مہینہ میں صلاح الدین نے خلیفہ عاضد کے قصر خلافت قبضہ کر کے اپنے خادم قراقوش کو اس پر مقرر کیا اور شعاراسما عیلیہ کے تنفیہ کرنے اور اذان میں حمی علی خیر العمل کے نہ کہنے کا حکم دیا اور اسی وقت سے خطبہ عباسیہ کی تہدید شروع کر دی۔

مصر میں بنی عباسیہ کا خطبہ (مطابق ۱۱۷۲ھ) کے پہلے جمعہ میں صلاح الدین نے بنی عباس کا خطبہ مصر میں پڑھوایا اور دوسرے جمعہ میں ان کے نام کا خطبہ قاہرہ میں پڑھا گیا اور اس وقت خلفاء مصر کا ذکر منقطع ہو گیا ان کی دولت و حکومت کا زمانہ منقطع ہو گیا اور خلیفہ عاضد نے یوم عاشوراء کو انتقال کیا عماد کا تب نے اس واقعہ کو ۶۷۲ھ کے اخبار میں لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جس نے

(بقیہ ۱۲ ص ۱۲۸) اور ذلیل واضح ہے جس کو ہم نے ظاہر کیا اور قاعدہ مضبوط ہے جس کو ہم نے اجا کیا اور فائدہ غنیمت ہے جس کا ہم نے افادہ کیا ہے۔

نوز الدین یزدی کا فرمانبردار

پہلے مصر میں بنی عباس کا خطبہ پڑھا ہے وہ ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن الحسن بن ابی
المضاض بلعسکی تھا۔ ابن الدیثمی نے بھی اپنی تاریخ میں ایسا ہی ذکر کیا ہے اور قاضی
فاضل نے جو خط وزیر بغداد کو لکھا ہے اس میں بھی یہ تذکرہ ہے۔ ابن اثیر لکھتا ہے
کہ جس وقت صلاح الدین کے قدم حکومت مصر پر جم گئے اور مخالفین رفع و دفع ہو گئے
اور خلیفہ عاضد کی حکومت ضعیف ہو گئی اور عساکر مصر یہ کا نام و نشان تک نہ رہ گیا
تب لوز الدین محمود نے صلاح الدین کو خطبہ علویہ کے موقوف کرنے اور خطبہ عباسیہ کے
پڑھے جانے کا حکم دیا صلاح الدین نے بالفعل بخیال فساد و بلبوائے اہل مصر تعمیل حکم
سے معافی چاہی لیکن لوز الدین نے اس کے عذر و معذرت پر مطلق خیال نہ کیا۔
اور اس کو خطبہ علویہ کے منقطع کرنے اور اقامت دعوت عباسیہ پر مجبور کیا اسی
اثناء میں خلیفہ عاضد بیمار ہو گیا صلاح الدین اپنے امراء و دولت سے اس بابت
مشورہ کیا بعضوں نے اقامت خرابہ عباسیہ سے اتفاق کیا اور بعضوں نے
فتنہ و فساد کے خوف سے اختلاف کیا اور ساتھ ہی اس کے لوز الدین محمود کے
عدم امتثال امر کو بھی اپنے امراں سے باہر بیان کیا۔ اسی صلاح و مشورے میں
جمو کا دن آگیا کسی کی یہ ہمت نہ پڑتی تھی کہ ممبر پر چڑھ کر بجائے خلیفہ مگر خلیفہ
بغداد کا خطبہ پڑھ دے اتفاق سے ایک عجمی شخص آگیا جو امیر عالم کے لقب سے
مشہور تھا اور اس کو ہم نے موصل میں دیکھا تھا جب اس نے اون لوگوں کے اس
پس و پیش کو دیکھا تب اس نے کہڑے ہو کر کہا، یہ میرا کام ہے میں خطبہ میں
خلیفہ بغداد کا نام پڑھوں گا، لوگ یہ سنکر خاموش ہو رہے پس جس وقت جمعہ کا
وقت آیا تو کمال دلیری سے خطبہ کے پہلے ممبر پر چڑھ گیا اور بعد حمد و نعت کے
خلیفہ بغداد المستفی بامر الدار کے لئے دعاء کی مصریوں میں کسی نے سانس تک
نہ لیا اور نہ کسی نے دم مارا پھر کیا تھا دوسرے جمعہ میں صلاح الدین نے کل خطباء

مصر و قاہرہ کو خطبہ علویہ کے منقطع کرنے اور خطبہ عباسیہ کی پڑھنے جلنے کا حکم دیدیا۔ اس کے دو ایک روز کے بعد خلیفہ عاصد مر گیا صلاح الدین اکثر کہا کرتا تھا کہ اگر میں یہہ جانتا ہوتا کہ خلیفہ عاصد کا زمانہ حیات اب نہایت کم باقی رہ گیا ہے تو میں اس کے خطبہ منقطع کرنے میں عجلت نہ کرتا ابن ابی طے لکھتا ہے کہ پہلے جمعہ کو خطبہ میں کیا نام نہیں لیا گیا صرف آئیمہ مہدین اور سلطان الملک الناصر کے لئے دعا کی گئی اور دوسرے جمعہ میں قبل القطار خطبہ علویہ و اقامت خطبہ عباسیہ عاصد مر گیا لیکن اس کے خلاف قاضی فاضل جو سلطان کا ندیم تھا وہ لکھتا ہے کہ خلیفہ عاصد کا انتقال یوم عاشور اکو ہوا ہے اور اسکا خطبہ اس سے دو دن پیشتر منقطع کر دیا گیا تھا علاوہ اس کے خود سلطان صلاح الدین کا قول اس بیان کی شہادت دیتا ہے جسکو ہم نے اوپر بیان کیا۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ جب اسکی اطلاع خلیفہ عاصد کو ہوئی تو اس نے اسقدر رنج و فکر کیا کہ اس صدمہ سے اس کے دوسرے روز مر گیا اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اس نے یہہ ٹکڑا کر لیا والد اعلم بہر کیف خلیفہ عاصد کے حالت حیات میں اسکا خطبہ منقطع ہو کر خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا گیا جیسا کہ پہنے بیان کیا۔

اس واقعہ کو نور الدین محمود نے سنکر بہت بڑی خوشی منائی تمام اپنے ممالک محروسہ کے نوابین اور گورنروں کو اس بشارت سے مطلع کیا اور ابوالدین ابوالمعالی مظہر بن شیخ شرف الدین ابی عصمت کو دربار خلافت بغداد کے طرف اس خوشخبری کے سنائیکوروانہ کیا اور ایک طول طویل فرمان شعر بشارت اقامت خطبہ عباسیہ انقطاع خطبہ خلفاء عبیدیہ لکھ کر محبت کیا جسکے ثبوت الدین موصوف ہر شہر و مقام پر لوگوں کو جمع کر کے سناتا جاتا تھا تا آنکہ بغداد کے قریب بیہونجا دربار خلافت سے بڑے بڑے مغرور عہدہ دار اس کے استقبال کو شہر سے

باہر آئے دربار خلافت میں خود خلیفہ نے کہے ہو کہ اس خوشخبری کو سنا اور قیمتی قیمتی
 خلعتیں۔ تلواریں۔ گھوڑے۔ نور الدین و صلاح الدین کو اور نیز خطبہ و قضاۃ و
 علماء کو بھیجے شعرائے تہنیت کے قصائد لکھے عماد کا تب لکھتا ہے کہ مجھ کو سلطان نور الدین
 نے حکم دیا تھا کہ میں ایک بشارت عامہ لکھ کر قاصدوں کو روانہ کروں جو تمام ملک
 اسلامیہ میں پڑھی جائے اور ایک نامہ تہنیت خاص دربار خلافت کو روانہ کروں
 جو خلیفۃ المسلمین کے روبرو پڑھا جائے پھر اس کے بعد وہ فرامین کا ذکر کرتا ہے اور
 لکھتا ہے کہ میں نے ایک قصیدہ بھی اس تہنیت میں لکھا تھا جس کا مطلع یہ تھا
 "قد خطبنا المستنصر بمصر + نایب المصطفیٰ امام العصی + اس کے صلیہ میں
 نور الدین نے مجھ کو پانچ ہزار دینار اور سات خلعتیں مرحمت فرمایا تھا اور دربار
 خلافت سے اس بشارت کے جواب میں عماد الدین بن ہندل معتمد الوان خلافت
 خلعت و انعام اور عباسی نشان اور دو تلواریں مرصع لیکر آیا تھا نور الدین
 دمشق سے میدان الاخضر تک اس خلعت و انعامات کے لینے کو آیا اور دربار
 میں ایک نمبر کہو اگر موفق بن قیس لانی سے منشور خلافت پڑھو یا صلاح الدین
 وہ خلعت جو دربار خلافت سے آئی تھی اور بہت اپنی طرف سے اضافہ کر کے مصر کو روانہ کیا
 یہ بنی عباسیہ کا پہلا نشان تھا جو بعد دو سو اسی برس کے مصر میں داخل ہوا۔
 صلاح الدین نے اقامت خطبہ عباسیہ کے بعد عاصد کے قصر خلافت
 قبضہ کر لیا جو اہرات اور قیمتی قیمتی اسباب جو تھے ان کو اپنے امراء اور خاندان
 والوں پر تقسیم کر دیا اور اس میں سے جو بہت زیادہ قیمتی جو اہر تھے ان کو
 نور الدین کے پاس تحفہ روانہ کئے ان سب چیزوں کی تفصیل صاحب کتاب
 اردو شتین نے لکھی ہے۔

فتح عرفہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اسی سنہ میں عیسائیوں نے نور الدین محمود کو

اندرونی معاملات ملکی میں مصروف دیکھ کر مسلمانان تجارت کی دو کشتیاں لازقیہ کے قریب گرفتار کیں جو مصر سے شام کو جا رہی تھیں اور مسلمانوں کو قید کر دیا حالانکہ اندون ان سے اور سلطان لوزالدین سے مصالحت تھی لیکن عیسائی امرائے نپئی عادت قدیم کے موافق موقع پا کر بدعہدی کی سلطان لوزالدین نے قطع حجت کیلئے کشتیوں کے واپس کرنے کو لکھا عیسائیوں نے حیلہ و حوالہ سے مالد یا توبہ الذین محمود نے برہم ہو کر عساکر شام و موصل و جزیرہ کو جمع کیا اور اس کے چند حصے کئے ایک حصہ کو انطاکیہ کے طرف روانہ کیا اور ایک حصہ کو طرابلس کے جانب بھیجا اور ایک حصہ کو قلعہ صافینا و عریمہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود ایک دستہ فوج لئے ہوئے ریفنہ کو دیران و خراب کرتے ہوئے قلعہ عرقہ پر جا پہنچا اور اسکا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے موقع موقع سے تخفیفیں نصب کر دیں اور نہایت سختی سے لڑائی شروع کر دی اسلئے تباہین اس کے لشکر کا وہ حصہ جو قلعہ صافینا و عریمہ کی طرف گیا تھا اسکو فتح کر کے مال غنیمت لئے ہوئے آ پہنچا اور سلطان لوزالدین کے ساتھ ہو کر قلعہ عرقہ کے فتح کرنے میں مشغول ہو گیا چار روز کے بعد محمود عیسائی اپنی جان اور مال پر جس قدر وہ اوٹھا سکین امن لیکر نکل گئے اور قلعہ کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا لوزالدین محمود نے اس کامیابی کے بعد ایک ہفتہ تک عرقہ میں قیام کیا بعد ازاں یہاں سے کوچ کر کے قتل و غارت و دیران کرتا ہوا طرابلس کے قریب جا پہنچا عیسائیوں نے دود و طرف سے لڑائی چھیڑی ہوئی دیکھ کر پیغام صلح بھیجا شروع کیا تا آنکہ ان سلاطین کا تب نے لکھا ہے کہ چونکہ صلح نامہ میں یہ شرط تھی کہ جو کشتی ڈوب جائے یا ایسی لڑائی ہو جو ڈوبنے کے قریب ہو تو اسکو عیسائی لیلیٹنگ اسوجہ سے لوزالدین کے جواب میں عیسائیوں نے لکھا تھا کہ کشتیاں نیچے سے ٹوٹی ہوئی تھیں اور انہیں بانی بہر آیا تھا لیکن لوزالدین انکے مطالبہ کو تیار کیا اور لشکر کو جمع کر کے حملہ کر دیا۔

دونوں کشتیوں کو سمعہ ان کے مال و اسباب کے واپس کرنے پر بہرہ مصالحت ہو گئی اور ایک جدید عہد نامہ لکھا گیا جس پر فریقین کے وکلاء نے دستخط کئے اور بغرض اعلانِ مات مشہور رہا پر چسپان کر دیا گیا۔

نور الدین اور صلاح الدین اسی سنہ میں نور الدین محمود کا صلاح الدین یوسف سے ناراض ہونے کا واقعہ ضرور گزر رہا ہے عماد کا تب اسکی وجہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ نور الدین نے صلاح الدین کو کرک و شوبک پر مصر کے طرف سے فوج جمع کر کے حملہ کرنے کو لکھا تھا اور خود دوسرے طرف سے حملہ کرنے کو تیار ہو رہا تھا۔ چنانچہ صلاح الدین نے پہلے تو اپنی آمادگی ظاہر کی لیکن اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ صلاح الدین مصر سے بقصد کر نخلک نصف ربیع الاول کو پہر واپس آیا اور ایک معذرت نامہ لکھ بھیجا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ صلاح الدین کا یہ معذرت نامہ نور الدین کے پاس اُس وقت پہنچا ہے جبکہ وہ کرک تک پہنچ گیا تھا نور الدین کو اس سے سخت صدمہ ہوا اور اسی وجہ سے اس نے بعض مورخین کے قول کے مطابق مصر کے لیلینے اور صلاح الدین کے مغزول کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا اور شاید اسی وجہ سے وہ فوجیں بھی مجتمع کر رہا تھا لیکن میرے نزدیک نور الدین محمود کا عساکر کو مرتب اور جمع کرنا مصر کے خیال سے نہ تھا بلکہ اس کے دماغ میں بیت المقدس کی فتح کی ہوا، سمائی ہوئی تھی اور اس نے اسی غرض سے مصر پر قبضہ حاصل کر کے اسکو اپنے ممالک محروسہ میں داخل کر لیا تھا اور رفتہ رفتہ کل ملا پر جو فتح بیت المقدس میں روک ٹوک کر سکتے تھے قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بیت المقدس کیلئے ایک نمبر حلب و دمشق کے نامی نامی صناعتوں کی ہزار دینار خرچ کر کے بنوایا تھا جسکو اس کے ہونہار نائب صلاح الدین نے بعد فتح بیت المقدس حلب سے منگو اکرمیت المقدس میں رکھو لیا اور اس کے تمام عمر کی آرزو اس طرح پوری کی اور اسکی محنتوں اور

کوششوں کی یوں داد دی اور بغرض تقدیر اگر واقعہ بالاسے نور الدین صلاح الدین سے ناراضی یا کشیدگی کا موقع مل گیا تھا یا اس نے اپنے دل میں صلاح الدین کو معزول کر کے مصر پر قبضہ کر لینے کا قصد کر لیا تھا تو یہی حق بجانب تھا اور یہ خیال قائم کر لینا اس کا ایک منصبی فرض تھا وہ مالک اسلامیہ کی توسیع اور بیت المقدس کی فتح اور عیسائیوں کو ساحل و شام سے نکل دینے پر جان دے رہا تھا صلاح الدین اس کا سختی پر دستہ اور اس کے آغوشِ محبت کا پروردہ تھا کرک و شوبک پر حملہ کرنے کا اقرار کر کے اور اس قصد سے مصر سے نکل کے پہر واپس چلے جانے کی کوئی وجہ نہ تھی گو سکی و سبی کسی خیال سے ہو لیکن نور الدین کو اس موقع پر بدگمان یا ناراض ہونے کی اجازت ہو سکتی ہے اور سکی ناراضی ایک حد تک بجا تھی پہر جب یہ خبر مصر میں پہنچی تو صلاح الدین نے اپنے اراکین و دولت کو جمع کر کے بیان کیا کہ نور الدین محمود مصر پر قبضہ کر نوا لاسے ہو گا ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے ”کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا تے میں صلاح الدین کا بہت ہی نفی الدین عمر بول اوٹھا کہ اگر نور الدین نے مصر کے طرف رخ کیا تو ہم اس سے مقابلہ کریں گے اور اس کو بزورِ شمشیر مصر میں نہ گھسنے دیں گے“ اس رکسے صلاح الدین کے اور اعزہ و اقارب نے بھی اتفاق ظاہر کیا لیکن نجم الدین ایوب (صلاح الدین کا باپ) اوٹھہ کھڑا ہوا اور نفی الدین عمر کو سخت ملامت کی اور اس کی رائے کی تائید کرنے والوں کو بہلا بڑا کہا اور صلاح الدین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ”میں تیرا باپ ہوں اور یہ شہاب الدین تیرا مومن ہے کیا تو یہہ جانتا ہے کہ یہہ سب تیرے دوست ہیں اور تیری ویسا ہی بہلائی چاہتے ہیں جیسا کہ ہم چاہتے ہیں بخدا لا زرا ہلوگ اگر نور الدین کو آتے ہوئے دیکھیں گے تو پیادہ پا ہو کر اس کی زمین بوسی کر بن گے کیونکہ اس کے مقابلہ کی مجال نہ ہوگی وہ ہمارا بادشاہ ہے ہم اس کے خدام ہیں اگر وہ ہم سے تیرا سر ملنے کا تو ہم ایک لمحہ بھی تاہل نہ کریں گے فوراً تیرا سر کاٹ کر اس کے

پاس بھیجینگے پس جب ہمارا یہ خیال ہے تو اور روپیہ تو کیا یہ روسہ کرتا ہے یہ جتنے پتر
 روٹسا و امراء لشکر اس وقت بلکے ترچھے دکھائی دیتے ہیں نور الدین کو دیکھ کر ایک
 ہی زمین پر نہ بیٹھے رہیں گے سب کے سب اسکو دیکھتے ہی اس کے پاؤں پر گر پڑیں گے
 یہ کل بلاد اسی کے ہیں اسی نے تم کو یہاں مقرر کیا ہے اگر وہ تجھے معزول کیا چاہتا ہے
 تو فوج کشی کی تکلیف کی کیا ضرورت ہے وہ ایک حکم بھیج دے تو فوراً جسکو وہ کہے
 سرسپر در کے اسکی خدمت میں چلا جا وہ ہم سب کا آقا ہے اور ہم غلام ہیں اس
 تقرر کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا جب سب لوگ چلے گئے تو نجم الدین ایوب نے
 صلاح الدین سے کہا سر مجلس نور الدین کی مخالفت کرنا بہت حماقت کی بات
 ہے تو اس کے مزاج سے واقف نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کو پہچانتا ہے اگر یہ
 لوگ تیری مخالفت کا حال لکھ نہ بھیجتے تو نور الدین بھڑک دھٹکتا اور وہ کل کاموں کو
 چھوڑ کر تیرے پیچھے پڑ جاتا اب یہ لوگ ہماری تابعداری و اطاعت کی کیفیت
 تحریر کریں گے تو وہ راضی ہو جائیگا بہتر ہو گا کہ تو خود اس مضمون کی عرضداشت
 نور الدین محمود کے پاس لکھ کر روانہ کر دے چنانچہ صلاح الدین نے ایسا ہی کیا
 نور الدین محمود کا دل اس سے صاف ہو گیا وہ ناراضی جو کرک پر حملہ نہ کرنے سے
 پیدا ہو گئی تھی جاتی رہی اور صلاح الدین نے بھی جب تک نور الدین زندہ رہا
 اسکی اطاعت و فرمانبرداری سے قدم باہر نہ نکالا اور اس حد تک اس کے حکم
 کی تعمیل کی کہ اس کے مرنے کے بعد بیت المقدس کو فتح کر کے اس کے دل اور
 آنکھوں کو ہنڈا لیا اور اسکی حالت حیات میں بھی اپنے فتوحات کو برابر بر ملا
 اور عیسائیوں کے پر جو شائش جنگ کو اپنے آب تنیج سے سرد کرتا رہا جتنے بیان کر سکا
 یہ محمل نہیں ہے۔

لے میں پنج اس کے فتوحات و مغزوات کو تفصیل کے ساتھ خود اسکی سوانح عمری میں بیان کر رہا ہے

کبوتر ونچی ڈاک

جو نکہ نور الدین محمود کی حکومت ایران کے مشرق سے لوبہ کی سرحد تک پہنچی ہوئی تھی مصر اور شام کے بندر گاہ جو بحرِ روم کے شرقی و جنوبی ساحل پر واقعہ تھے ان سب پر اسی کے پہرے کامیابی کے ہو امین اڈر پہنچے اور ان ممالک میں اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور ان پر آئے دن سلاطین یورپ کی فوجیں اور مذہبی لڑائی لڑنے والے حملہ آور ہوتے تھے اور نور الدین محمود کے ممالک محروسہ میں قتل و غارت کا سیلاب بہا کر چلے جاتے تھے اس سے پہلے کہ ان کے حملہ کی خبر ہو اور انکی مدافعت کے لئے سرحد پر فوج کشی کی جائے اسی وجہ سے ۶۶۵ھ مذکور میں سلاطین اسلام میں شاید سب سے پہلے اس نے کبوتر ون کے ذریعہ سے خبر رسانی کا انتظام کیا جو موصول میں مناسیب کے نام سے مشہور ہیں اور اس طریقہ سے اپنے وسیع قلمرو کو عیسائی مجاہدین کے حملوں سے محفوظ رکھا۔ اس نے اپنے تمام ممالک محروسہ میں جا بجا چوکیاں مقرر کر دیں تہیں اور کبوتر ون کے اوترنے کے لئے اونچے اونچے منارہ بنادیئے تھے اخبار نویس کو حکم تھا کہ جب کوئی غنیمت حملہ آور ہو یا کوئی ضروری واقعہ پیش آئے تو فوراً ایک کاغذ پر اُس کو لکھ کے کبوتر کے بازو میں باندھ کے کتور چھوڑ دے کبوتر نہایت تیزی سے اُڑتا ہوا اسیدھا اگلی چوکی پر پہنچ جاتا تھا اور اس چوکی کا نگہبان اُس کے بازو سے کاغذ کا پُرزہ کھینچ کر دوسرے کبوتر کے بازو میں باندھ دیتا تھا اسی طرح رفتہ رفتہ نہایت سرعت سے نور الدین محمود تک جہان پر ہوتا خیر پہنچ جاتی تھی۔ اور اس سے پہلے کہ غنیمت اس کے کسی قلعہ یا بندر گاہ پر حملہ آور نور الدین محمود کی فوج جو مقام حملہ سے قریب ہوتی تھی اسکا حکم یا کسٹ بلکہ پہنچ جاتی تھی اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ حالت غفلت میں غنیمت پر حملہ کر کے اس کو ہسپا کر دیتی تھی۔ اس عجیب و غریب تار برقی کا یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ نور الدین کے

نور الدین محمود کا قلعہ بندر گاہ پر حملہ آور ہوا

تمام ممالک محروسہ عیسائی مجاہدین کے دستبرد سے محفوظ ہو گئے اور عام و خاص کے
 دلوں پر اس کی حکومت و سیاست کا سکہ بیٹھ گیا اس کا دستور تھا کہ جب کبوتر فضا آسمان
 سے محل شاہی یا اس کے کیمپ کے منارہ پر اترتا تھا فوراً یہ خود اپنے ہاتھ سے
 خیر کے کاغذ کو کھولتا اور پڑھتا تھا اس قاعدہ کی پابندی اس حد تک کیجاتی
 تھی کہ اگر اس کے سامنے خاصہ چنا ہوتا یا یہ بستر خواب پر ہوتا تھا تو یہی اس کو
 اطلاع دیتا جاتی تھی سو کرا دھٹنے یا کہانا کہالینے کا انتظار نہ کیا جاتا تھا جس لمحہ
 میں لکھی ہے کہ خیر ایک خاص قسم کے کاغذ پر لکھی جاتی تھی جو درق الطیر کے نام سے
 مشہور تھا اور یہ پانی سے بھیگتا و خراب نہوتا تھا خبر لکھنے میں اختصار کا بہت
 لحاظ ہوتا تھا کاغذ میں حاشیہ نہ چھوڑا جاتا تھا عام طور سے خبر کے اول میں ہم الذی
 نہ لکھتے تھے صرف اوس کے ہندسہ لکھنے پر اکتفا کرتے تھے اور آخر میں تفا ولا حسنا
 ونعم الوکیل ضرور لکھ دیتے مخاطب کے لئے لمبے چوڑے القاب و توفیقی الفاظ
 ہنیں لکھتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ خبر طویل ہونے کی وجہ سے دو دو کبوتر ایک ساتھ
 چھوڑے جاتے تھے اور ایک کا دوسرے میں حوالہ دیا جاتا تھا۔ قاضی نجی الدین
 ابن عبد الظاہر نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں کبوتروں کے حال و خیال
 و نسب اور پیام نویسی اور اون کے ذریعہ خبر پہنچنے کے طریقے اور اون کے متعلق
 بہت سے دلچسپ واقعات تحریر کئے ہیں قاضی فاضل نے نامہ بر کبوتروں کو
 ملائکہ الملوک۔ انبیاء الطیر کے لقب سے ملقب کیا ہے اور عماد کاتب نے اپنی
 تصنیفات میں انکی بہت بڑی تعریف لکھی ہے۔

نور الدین محمود کی یہ قابل قدر ایجاد اور ایک کارآمد یادگار ضرور
 میں تقریباً دسویں برس تک جاری و قایم رہی ابن فضل اللہ دمشقی نے جو خلیفہ
 حاکم بامر اللہ کے دربار خلافت میں تھا اور جس نے مسکنہ میں انتقال کیا ہے

التعریف بالمصطلح المشرف من تحریر کیا ہے کہ اگرچہ میرے زمانہ میں جنوبی مصر اور ملک فنیہ کے سرحد پر قوس واسوان و عیداب تک کمبوترون کی ڈاک بند ہو گئی ہے جو اس پہلے جاری تھی لیکن شام و مصر میں اس وقت تک ان بھولی صورت والے مگر ہوشیار اور وفادار نامہ بردن کی ڈاک جاری ہے اور ان کے ڈاک کی بہت سی منزلیں آباد ہیں اس کے بعد اس نے اپنے زمانہ کے بلاد مصر شام کی موجودہ منزلیں گنوائی ہیں جنکو ہم ماخن فیہ سے خارج سمجھ کر ہین ذکر کرتے۔

عیسائیوں کی پیشقدمی
 عماد کاتب کہتا ہے کہ ۶۸۵ھ مطابق ۶۷۲ء میں عیسائیوں نے پیرچہر چار شروع کی روم کا شاہزادہ ایک فوج کثیر لے ہوئے رداد (اطراف حوران) پر قتل و غارت کرتا ہوا قریہ مسکین میں آؤرا لوالدین محمود اندون کسودہ میں تھا اوس نے یہہ سنکر فوراً اپنی فوج کو مرتب کر کے اس کے مقابلہ پر بڑھنے کا حکم دیا عیسائی سردار اس کے کوچ کی خبر سنکر مسکین سے فوار کے طرف گیا پہر جب وہاں ہی اسکی خالی طبیعت نے قدم جاکر لڑنے کی اجازت نہ دی تو سواد ہو تا ہوا اشمالہ میں جا پہونچا اور نورالدین محمود نے اس کے چلے جانے سے عشرتین دیرہ ڈال دیا اور اس مقام سے چند دستہ فوج اطراف طبرہ لکیرن روانہ کئے جنہوں نے بحالت غفلت اطراف طبرہ پر پشخون مارا اور وہاں پہنچتا مال غنیمت لیکر واپس ہوئے اثنار راہ میں مقام محاصہ پر انہیں عیسائی مجاہدین سے ٹڈہیر ہو گئی جسکی جلوگری کو خود سلطان آیا ہوا تھا چہہ نہ کامل رڑائی ہوئی رہی جب عیسائیوں نے اپنے کو ان سے عہدہ براہو تا نہ دیکھا تب مجبور ہو کھساکر اسلامیہ کے نکل جانے کا رستہ دیدیا۔ نورالدین محمود اس دستہ فوج کے واپس آئیکے بعد عشرتے سے زرا میں چلا آیا عماد کاتب کہتا ہے کہ میں اس واقعہ میں سلطان نورالدین محمود کے ہمراہ کاب تھا اس نے غیبہ سے اس واقعہ کے نظم کرنے کو کہا پس

میں نے فی البدیہ ایک قصیدہ پڑھ دیا جس میں اس واقعہ کا تفصیلی ماجرہ اور اون
امراء کا بھی ذکر ہے جو نور الدین کے ہمراہ تھے صاحب کتاب الروضتین نے اس قصیدہ
کی چند بیتیں لکھی ہیں جس کا مطلع یہ ہے۔

عقدت بنصرك رایة الايمان (تیرے مدد سے لو اے ایمان کھڑا ہو۔
وبدت بعصرک آية الاحسان) (اور تیرے زمانہ سے احسان کی نشانی ظاہر ہوئی)
نور الدین اور قلیچ ارسلان

اور اسے دست بدست لڑتا رہتا تھا اور اون کے بچہ ظلم
حاکم شام کو نکالتا جاتا اور فتح بیت المقدس کا رستہ صاف کرتا جاتا تھا۔ اسلامی
حکومتوں پر بھی اس نے بلا ضرورت فوج کشی نہیں کی اور نہ اس نے اسکو پسند کیا ہے
کہ مسلمانوں کے قبضہ سے ملک کو نکال کر اپنے فتوحات کا دایرہ وسیع کیا جائے مگر
ایسی حالتیں جبکہ اسپر عیسائیوں کے استیلا کا اندیشہ ہوتا جیسا کہ قبضہ مصر و شق
کے واقعات تحریر کئے گئے یا امراء اسلام عیسائیوں سے جنگ کرنے میں تاخیر کرتے
اور ان کے بلاد اس کے سلسلہ فتوحات کے سدرہ ہوتے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ
۵۶۸ھ (مطابق ۱۱۷۲ء) میں نور الدین نے مقبوضات ملک عز الدین قلیچ ارسلان
بن محمود بن قلیچ ارسلان لجونی کی طرف توجہ کیا اسوجہ سے کہ قلیچ ارسلان نے ذوالنون
بن دانشمند والی ملطیہ و میراس وغیرہ سے جبراً اس کے مقبوضات کو جہیں کر اسکو
نکال دیا تھا ذوالنون نور الدین محمود کے پاس قلیچ ارسلان کے ظلم و زیادتی کی شکایت
و فریاد لیگیا نور الدین محمود نے اسکو اپنے ظل عنایت میں پناہ دیا۔ ہنایت عزت
و احترام سے پھیرایا اور قلیچ ارسلان سے ذوالنون کے بلاد واپس کر دینے کے
بابت تحریک و سفارش کی لیکن قلیچ ارسلان نے بجائے واپس کرنے کے نور الدین
محمود کے خط کا جواب تک نہ دیا۔ اس کے قاصد کو بلا کسی جواب کے کمال بے توقیری

واپس کیا جس سے اسکا جوش انتقام ٹھہر گیا اور وہ ذوالنون کو ہمراہ لئے ہوئے
 قلیج ارسلان کی طرف بڑھا۔ کیسون۔ بہنسی۔ مرعش۔ مرزبان فتح کرتا ہوا پاس
 کے سرحد پر پہونچکا اپنا پڑاؤ ڈال دیا اور اپنے لشکر کے ایک حصہ کو سیواس پر
 قبضہ کرنے کو روانہ کیا جس نے نہایت آسانی سے اُس پر بھی قبضہ کر لیا اور جو قلعہ
 ان بلاد کے مابین واقع تھے ان کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا قلیج ارسلان گہر کر
 اطراف سیواس سے وسط شام میں چلا گیا اور وہاں سے ایک درخواست
 مستنصر ہعافی تقصیر و مصاحبت نور الدین محمود کے خدمت میں پہنچی نور الدین
 محمود نے بجواب اس کے چند شرائط پیش کئے انرا بخلہ ایک شرط یہ تھی کہ تو میرے
 قاصد کے سامنے تجدد اسلام کرتا کہ میں تجھ کو تیرے مقبوضات پر بدستور قائم
 رکھوں کیونکہ تو میرے نزدیک مومن نہیں ہے تیرا اعتقاد و مذہب فلسفیانہ
 ہے اور تو کوئی مرتبہ تہم بالزندہ ہو چکا ہے دوسرے یہ تھی کہ جب میں جہاد
 کے لئے تیری فوج طلب کروں تو تو بلا تا مل بھیج دیا کرے تو نے اکثر بلاد اسلام
 مسلمانوں کو دبا دبا کر قبضہ کر لیا ہے اور عیسائیوں سے صلح کر کے ان پر
 جہاد کرنا چھوڑ دیا ہے پس تو اپنی فوج میرے پاس بھیج دیا کرتا کہ میں عیسائیوں
 سے مجاہدہ کروں یا تو خود ان عیسائیوں پر جہاد کرتا رہ تو تیرے سرحد پر
 میں تیسرے یہ تھی کہ ذوالنون دانشمند کے جو بلاد تیرے قبضہ میں ہیں
 معہ اوس کے محاصل کے واپس کر۔ قلیج ارسلان ان سب شرائط کو منظور کر لئے
 باہم مصاحبت ہو گئی نور الدین محمود نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو فخر الدین علی
 کے ساتھ ذوالنون کے پاس سیواس میں چھوڑا اور خود دمشق کے طرف
 واپس آیا اور مذہب شافعیہ کے ایک بہت بڑے مدرسہ کی بنیاد اسی فقیہ
 قطب الدین نیشاپوری کو مدرسہ حلب کا مدرس اعلیٰ مقرر کیا۔ عماد کا تب

نور الدین

محمود (۱) کا وزیر (۱)

لکھتا ہے کہ اسی زمانہ میں سلج بن لاون سپہ سالار بلادار میں رو میو کج میں نامی
 نامی افسر کو موصہ مال غنیمت لئے ہوئے نور الدین کے خدمت میں آیا اس نے
 قاضی کمال الدین شہر زوری کو قیدیوں اور تحایف کے ساتھ دربار خلافت
 میں روانہ کیا اور ایک عرضداشت اپنے قلم خاص سے لکھی جس کے آخری فقرہ کا
 یہ مضمون تھا ”میں اللہ تعالیٰ سے اس امر کی توفیق چاہتا ہوں کہ میرا مقصد
 پہنچا دے اور مسجد قصبی کے پر نور صحن کو صلیب پوجنے والوں سے پاک کر دے
 اور فتح بیت المقدس کو میرے فتوحات کا دروازہ اور اسکو میرے کل جد و
 آخری نتیجہ بنائے اور کل بلاد ساحل سے عیسائیوں کو نکال کر مسلمانوں کے قبضہ
 میں دیدے“ عماد نے اس عرضداشت کے ساتھ ایک قصیدہ خلیفہ بغداد کے
 پاس بھیجا تھا اور ایک نور الدین محمود کی مدح میں لکھا تھا ابن اثیر نے لکھا ہے
 کہ نور الدین محمود نے اس عرضداشت میں صریحین و در ب ہر و ان اپنے
 قدیمی جاگیر واپس ملنے کی درخواست کی تھی اور کچھ زمین شط و جلد پر مدرسہ
 شافعیہ بنوانے کے لئے مانگا تھا۔

ان واقعات کے بعد شمس الدولہ نورانشاہ (صلاح الدین کے بڑے
 بھائی) نے نوبہ وین کو فتح کیا مسجد وین میں نمبر و پنہ خلیفہ کے نام کے ساتھ نور الدین
 محمود کا نام پڑا گیا اسی کے نام کا سکہ تمام ممالک مقبوضہ صلاح الدین میں بیچ ہوا
 صلاح الدین کو وزارت بصرہ پر تمکن ہوئے اس وقت تک تقریباً پانچ برس
 سے کچھ زاید ہو چکے تھے اور اس نے دربار نوریہ میں سو اہدایا و تحایف کے
 کوئی باضابطہ حساب کتاب مرتب کر کے نہیں بھیجا لیکن نور الدین محمود کو یہ کب
 گوارا ہو سکتا تھا کہ وہ انتظامات اندرونی ملکی سے غافل ہو کر عیش و آرام میں
 خود پسند امر کو کی طرح مہنگ ہو جاتا اور اپنے امراء اور گورنروں کے حساب کتاب

طلب نہ کرتا یا اُسکے نگرانی میں کسی قسم کی کوتاہی کرتا وہ اپنی زندگی کے پورے حصہ کو عام رعایا اور مسلمانوں کی اصلاح میں صرف کر رہا تھا۔ اس نے ۵۶۹ھ میں موفق بن قیسرانی کو اپنا ایک خط خاص دیکر صلاح الدین کے پاس مصر کی طرف روانہ کیا اور اس سے بیچ سالہ حساب طلب کیا۔ صلاح الدین نے حساب تیار رکھے جانے کا حکم دیا اور بعد تیار ہونے کے ابن قیسرانی کو تفصیل لشکر کی تعداد۔ انکی تنخواہیں۔ امراء و عمال کی جاگیزین محاصل ملک مصارف مساجد و مدارس و اوقاف کی جدا جدا فہرستیں مرتب کر کے سنبھایا اور بہت سے قیمتی قیمتی تحائف و ہدایا دیکر رخصت کیا جسکی فہرست صاحب کتاب الفوتین اور ابن ابی سطل نے لکھی ہے مگر اتفاق سے یہ چیزیں نور الدین تک نہ پہنچنے لگی تھیں کہ اسکا انتقال ہو گیا اسکا سب سے آخری انتظام یہی ہوتا اسی پر اسکا خاتمہ ہوا۔

انتقال عماد کا تب نے لکھا ہے کہ عید الفطر ۵۶۹ھ کو نور الدین مجبوراً حسب عادت قدیمہ غسل کیا۔ کپڑے بدلے اسحقین کو صدقات و خیرات دیکر مجمع و سالم اپنی محافظ فوج کو لئے ہوئے میدان قبلی اخضر میں نماز پڑھنے کو گئے قاضی شمس الدین محمد بن المقدم قاضی عساکر لوریہ نے نماز پڑھائی خطبہ پڑھا عید کے دوسرے دن (یوم دوشنبہ) اپنے امراء کے ساتھ سوار ہو کر میدان اخضر میں گیا تھوڑی دیر تک چوگان کھیلتا رہا باتوں باتوں امیر سهام الدین مودود سائبان پر چلے گیا کہا ”یہ یہ معلوم نہیں ہے کہ آج کی طرح سال آئینہ یہی ہلوگل میں میدان میں جمع ہوں گے یا نہیں؟“ نور الدین نے مسکرا کر جواب دیا ”سال بہر کی عید بہت بڑی ہوتی ہے یہ نہ کہو کہ بعد ایک مہینہ کے یہاں ہم سب لوگ مجتمع ہو سکیں گے یا نہیں؟“ اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ اس گفتگو کے ایک مہینہ کے اندر

نور الدین کا اور ایک سال کے اندر امیر ہمام الدین کا انتقال ہو گیا۔ قاضی
ابن شداد نے لکھا ہے کہ نور الدین محمود کا انتقال بعارضہ خناق ہوا ہے مجہ سے
ایک مشقی طبیب نے بیان کیا ہے کہ جب کہ نور الدین نے اپنے مرض الموت میں اور
اطباء کے ساتھ بلوایا تھا وہ قلعہ دمشق میں ایک نہایت چھوٹے سے کمرے میں تھا
اور مرض اسکا قریب پہلاکت پہنچ گیا تھا آواز اس درجہ ہست ہو گئی تھی کہ
بدقت سنی جاتی تھی ہم نے نور الدین سے بوجہ تنگی و تاریکی۔ مکان تبدیل کر دیا
لیکن سہما اس کہنے پر وہ متوجہ نہ ہوا پھر ہم نے علاج شروع کیا اور باتفاق اطباء
فصد لینے کو کہا اسپر نور الدین نے کسی قدر ریش رو ہو کر کہا "ساٹھ برس کی عمر
والے کو فصد نہ دینا چاہئے" ہملوگ یہہ سنکر خاموش ہو گئے علاج جون جون
ہوتا جاتا تھا مرض بڑھا جاتا تھا تا آنکہ گیارہویں شوال ۵۶۹ھ (مطابق ۱۱۷۴ء) کو
اسکی پاک روح قالب عنصری سے پرواز کر کے بہشت برین میں پہنچ گئی اور ہم
اپنے شروع کئے ہوئے کام کو ایک حد تک پہنچا کر دنیا فانی سے عالم جاودانی
چلا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے مرثیہ کا دنیا اسلام
قیامت کے دن سے کم نہ تھا شام۔ مصر۔ بغداد اور کل اسلامی بلاد میں اسکے
بے توقع موت سے ایک ماتم بپا ہو گیا جو تھا وہ بدحواس تھا تمام خلقت اربین
مار مار کر رو رہی تھی مسلمانوں کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو رہی تھی سلطان
صلاح الدین اور خلیفہ بغداد نے نفی کے خطوط لکھے تا سفت ظاہر کیا شعراء
نے بڑے بڑے مرثیے لکھے از اجملہ عماد کا تب تھا جس نے چار سو بیستوں کے شعر
لکھے تھے جن میں سے یہ چند اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

لَفَقْدَ الْمَلِكِ الْعَاضِدِ مِثْلَ الْمَلِكِ وَالْعَلَّامِ الْعَادِلِ
مَلِكِ اور عدل رُو رہا ہے

وقد اظلمت الافاق لا شمس ولا ظل تمام عالم میں مصیبت پہل گئی ہے نہ
نوا آفتاب ہے اور نہ سایہ ہے۔

ولما غاب نور الدين عبا اظلم الحفل اور جب نور الدین ہم بین اُدھمہ گیا
تو محفل تاریک ہو گئی۔

وزال الخصب والخير وزاد الشر والحمل اور تازگی اور نیکی زایل ہو گئی اور
شر و قحط بڑھ گیا۔

ومات الباس والجود وعاشر اليك اراي اور بخشش مر گئی اور ناامیدی
و الجمل و بخل زندہ ہو گئے۔

وعز النقص لما هائن اهل الفضل نقص بڑھ گیا جب اہل فضل اور
والفضل فضل کی موت آگئی۔

وهل ينفق ذو العلم اذا ما اتفق الحفل اور اہل علم یکا کر سکتے ہیں جب کا شور
بڑھ گیا ہے۔

وما كان لنور الدين يولا لاجله مثل اور نور الدین کا نام نہ سچا تا اگر اس کے مثل
اسکی اولاد نہ ہوتی۔

نور الدین محمود کے انتقال کے بعد اسکا لڑکا الملک الصالح اسماعیل گیارہ برس کی
عمر میں باتفاق آراء اور اراکین دولت نور یہ تخت نشین کیا گیا دشت میں جب قدر
امراء و سردار تھے سبھوں نے اسکی سلطنت و حکومت پر بیعت کی کل بلا شام
نے اسکی اطاعت قبول کی صلاح الدین نے مصر میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا
اور بجائے نور الدین کے اسکا نام سکھ پر مضروب ہوا امیر شمس الدین محمد بن
المقدم اسکا وزیر اعظم مقرر کیا گیا لیکن اسکی حکومت کا زمانہ امر ارد دولت نور
خود غرضیوں کے وجہ سے نہایت ابتری کی صورت میں رہا اور آخر کار شمس الدین

تقریباً آٹھ برس حکومت کے بعد مصر فوج انتقال کر گیا اسکے انتقال سے خاندان نور کا چرغ گل ہو گیا دولت و حکومت اس خاندان سے منقرض ہو گئی ملک کا بہت زیادہ حصہ اس کے حالت حیات میں اور جو کچھ باقی تھا وہ اس کے انتقال کے بعد سلطان صلاح الدین یوسف کے قبضہ میں جا رہا یہ موقع اسکی تفصیل کا نہیں ہے ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

سلطان نور الدین محمود کے خصائص و محاسن

سلطان نور الدین محمود انارالبدر برمانہ کے اوصاف حمیدہ و خصایل پسندیدہ جن سے اسکو دنیا و اسلام نے غور و الوجود اور ایک عالم نے اس کے وجود باوجود کو رحمت الہی کا کرشمہ سمجھا شام۔ جزیرہ۔ مصر۔ یمن۔ مکہ۔ مدینہ بڑے بڑے ممالک میں اسکی ناموری و عظمت تسلیم کی گئی اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا خلیفہ وقت نے اسکو عزت کی آنکھوں سے دیکھا دنیا بہرے اسکی بزرگی مان لی اس کے نام نامی کو الملک العادل کا مبارک لقب دلوا یا اور اسکو دنیا و فانی میں لافانی بنا یا وہ اسکی بنیظیر مردانگی۔ ہمیشہ شجاعت عدیم المثال سخاوت۔ معدوم النظیر عدالت تھی جسکا خیال کسی وقت کسی حالت میں اس کے ذہن عالی سے زایل نہ ہوتا تھا۔ یہ جبقدر آثار نبویہ کی متابعت۔ نماز و جماعت اور تلاوت قرآن کی مشغولیت میں حریص دکھائی دیتا ہے اس سے بدرجہا اسلام اور مسلمانوں کی حمایت جہاد فی سبیل اللہ اور شوق شہادت میں سرگرم نظر آتا ہے علامہ ابوالحسن ابن اثیر تاریخ امام اتابکہ میں تحریر کرتا ہے کہ میں نے ملوک متقدمین و متاخرین کی تواریخ دیکھی ہے جھک کو کوئی شخص بعد خلفاء راشدین و عمر بن العزیز کے

سے سلطان صلاح الدین یوسف کی سوانح عمری میں نے ان واقعات کو تفصیل کیسا بہتر تحریر کیا ہے۔ (مولف)

الملک عادل نور الدین محمود سے بہتر و جامع مجمع اوصاف نہیں مج کہا ہی دیا اسکا
 شب و روز عدل و انصاف میں گذرتا تھا جہاد و اعلا رکلمۃ اللہ پر ہر وقت کمر بستہ
 مظلومات کے دفع کرنے خلافت کو آرام پہنچانے پر تیار رہتا عوام و خواص کے ساتھ
 احسان و سلوک کرنے کو ہر لحظہ آمادہ رہتا تھا یہ اگر کسی اور گروہ میں ہوتا تو عبت
 فخر سمجھا جاتا اسکی عبادت۔ اسکا زہد۔ کھانے۔ پینے۔ پہننے میں رزق حلال کا لحاظ
 اس کے باخدا ہونے کی نہایت عادل و قوی شاہد ہیں۔ اپنے ذات و اہل و عیال
 کے خرچ کو بیت المال سے ایک جہ نہیں لیتا تھا جو کچھ مال غنیمت سے اسکو حصہ ملتا تھا
 اس سے دوکانین۔ اراضی و مکانات خرید کر لیتا تھا اور اس کے محاصل سے اپنی اور
 اپنے اہل و عیال کی بسر اوقات کرتا تھا اور اگر کبھی وہ محاصل اس کے مصارف کو کافی
 نہ ہوتے تو جب تک فقہاء فتوے نہ دیتے تھے ایک درم اور ایک دینار بیت المال سے
 نہ لیتا تھا۔ جبہ سے میرے ایک دوست نے دمشق میں بیان کیا ہے کہ روضہ خاتون
 بنت معین الدین زوجہ نور الدین محمود نے ایک مرتبہ اس کے وزیر کے ذریعہ سے کمی
 نفقہ کی شکایت کی اور یہ ظاہر کیا کہ جو نفقہ اسکو ملتا ہے وہ خرچ کے لئے کافی نہیں
 کچھ تنخواہ اور بڑا دیجاوے نور الدین محمود یہ درخواست سنکر برہم ہو گیا اسکی
 آنکھیں سرخ ہو گئیں چہرہ کارنگ متغیر ہو گیا اور نہایت خشونت سے یہ جواب دیا
 کہ میں کہاں سے لاکروں اسکو یہ قدر تنخواہ میں بسر کرنا ہو گا بخدا کے لایزال
 میں اسکی محبت یا اس کے کہنے سے اپنے پیٹ کو آتش و زخ سے نہ بہرہ ونگا اگر
 اسکو یہ خیال پیدا ہو گیا ہو کہ نور الدین کے قبضہ میں بڑے بڑے ملک اور
 اول کے خزانہ میں تو اسکا یہ خیال خام ہے یہ خزانہ و مال عام مسلمانوں کا ہے
 اور انہیں کے کاموں کے لئے جمع و ہیا کیا جاتا ہے دشمنان خدا کی لڑائی میں صرف
 ہوتا ہے میں اسکا ایک خزانچی ہوں مجھے اس پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے میں

عیادت ہرگز نہ کروں گا۔ پہرہ توڑی دیر کے سکوت کے بعد کہا ”شہرِ محض میں میرے خاص ملک کی تین دوکانیں ہیں میں نے اون کو اد سے ہیہ کر دیا خواہ اسکو وہ فروخت کر ڈالے یا اسے کرایہ پر چلائے۔“

ایک مرتبہ نور الدین خزانہ عامرہ میں جایزہ کے لئے داخل ہوئے ایک مال کے داخل کرنے کے نسبت دریافت کیا ہتم خزانہ نے جواب دیا کہ ”کمال الدین قاضی القضاۃ نے اس مال کے داخل کر نیکا حکم دیا ہے“ نور الدین نے ہتوڑی دیر کے غور کے بعد کہا اس مال کے سختی نہ ہم ہیں اور نہ اس طریقہ سے بیت المال ہے مناسب ہیہ ہے کہ ہیہ مال صاحب مال کو دیدیا جائے“ ہتم خزانہ نے اس مال کو قاضی کمال الدین کے پاس بھیج دیا قاضی کمال الدین نے اسکو پہرہ واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ اگر الملک العاد اس کے نسبت پہرہ دریافت فرمائے تو کہہ دینا کہ قاضی کمال الدین اسکا ذمہ دار ہے اوس نے اس مال کو داخل خوانہ کرایا ہے اتفاق سے جب دوبارہ نور الدین محمود خزانہ میں گئے تو پہرہ ہی مال نظر کے سامنے آگیا ہتم خزانہ سے ترش رو ہو کر کہا کیا میں تمکو اس کے واپس کر دینے کا نہیں حکم دیا تھا ہتم خزانہ نے عرض کیا حضور میں نے اسکو قاضی کمال الدین کے پاس صاحب مال کو واپس کر دینے کے لئے بھیج دیا تھا انہوں نے پہرہ کو ٹاماد ماسے اور ہیہ لکھا کہ اسکا ذمہ دار میں ہوں“ نور الدین محمود نے اس مال کو پہرہ قاضی کمال الدین کے پاس واپس کر دیا اور ہیہ کہلا بھیجا کہ نور الدین محمود کی گردن کمزور سے قیامت میں اس بار کو نہ اوتہا سکے گی تمہاری گردن اگر مضبوط ہو اور اس بار کی تھلی ہو سکتی ہو تو اس مال کو تم اپنے پاس کہہ لو لیکن خزانہ عامرہ میں اسکو داخل نہ کرو اس خزانہ کا اصلی خزانچی میں ہوں ایسے مال کی گرداوری سے بچنی گردن پر قیامت کا بار نہ ٹون گا“ قاضی کمال الدین ہیہ سکر خاموش ہو گیا اور مال صاحب مال کو واپس کر دیا گیا۔

اس نے اپنے تمام ممالک محروسہ بلاد شام و جزیرہ و موصل و دیار مصر میں کل
 محصول و ٹیکس جنگی و درآمد و برآمد معاف کر رکھا تھا جسکی تعداد لاکھوں کیا کروڑوں سے
 متجاوز ہو جاتی تھی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے بازار دن کا ٹیکس، نہروں کا محصول،
 مال کی درآمد و برآمد کی جنگی معاف کردی تھی قاضی القضاۃ بہاء الدین نے لکھا ہے
 کہ نور الدین محمود نے محصول و ٹیکس کے معاف کرنے کے بعد ایک خط دربار خلافت
 میں روانہ کیا تھا اور اس میں کل معاف کردہ رقوم کو بالتفصیل لکھا تھا اور یہ
 درخواست کی تھی کہ وہ عظیمین اور خطباء مساجد اور مجالس عظیمین کو بیان کریں
 رضی الدین ابوسلم عبدالمعین بن المنذر نے بیان کیا ہے کہ جسوقت نور الدین محمود
 بقعہ شیرجہار ہاتھا اوسوقت اوس نے اوس منشور کے لکھنے کا بیج حکم دیا ہے
 جس میں اوس نے حلب دمشق و حمص حران و سجار و حمہ و غرار و تل باشر وغیرہ
 بڑے بڑے صوبہ جات کے ٹیکس معاف کئے تھے اور اس معاف شدہ ٹیکس کی
 تعداد ان صوبہ جات میں اس تفصیل سے تھی۔ حلب میں پچاس ہزار دینار غرار
 دس ہزار دینار تل باشر میں اکیس ہزار دینار حمہ میں تین ہزار دینار دمشق
 خاص میں تیس ہزار دینار حمص میں چوبیس ہزار دینار حران میں پانچ ہزار دینار
 سنجار میں ایک ہزار دینار حمہ میں دس ہزار دینار عدا العرب میں س ہزار دینار
 مصر میں پچتر ہزار دینار۔ صدقات اور خیر و نضرات میں دو لاکھ دینار صرف ہوتے
 تھے منجملہ اس کے قیس ہزار دینار سالانہ مدارس حنفیہ و شافعیہ مالکیہ و حنبلیہ کی
 درستی و مرمت اور طلباء علوم کی خوراک میں صرف ہوتا تھا اور باقی سرائین۔
 خالقہا میں۔ شفاخانے۔ مسافریں۔ زائرین مقامات علیہ و فقر اور اولیاء اللہ
 میں خرچ ہوتا تھا۔ لڑائیوں اور غزوات اور درستی شہرینہ میں جو کچھ صرف
 ہوتا تھا وہ اس کے علاوہ ہے۔

نور الدین جزو (۱۱) کا نمبر (۳)

عدل و انصاف کو بید دوست رکھتا تھا اس کے نزدیک قومی ضمیمہ
 امیر و غریب سب یکساں تھے شریعت مطہرہ کے احکام کی پابندی اس سے تعدی سے
 کرتا تھا کہ دیکھنے والے دنگ ہو جاتے تھے ایک مرتبہ دمشق میں جو گان کہیل رہا تھا دور
 دو شخص نظر آئے جو ایک دوسرے کو اشارہ سے کچھ بتلا رہا تھا لیکن آگے بڑھنے کی
 جرأت نہ ہوتی تھی نور الدین نے انکو قریب بلوا کر دریافت کیا معلوم ہوا کہ ان میں
 سے ایک قاضی کمال الدین کا غلام ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جس نے اسپر دعویٰ
 دایہ کیا ہے نور الدین محمود یہ سنتے ہی جو گان چھوڑ کر قاضی کمال الدین کے
 پاس مجلس میں گیا اور مدعی کے ساتھ کھڑے ہو کر اپنے دلائل پیش کئے مدعی کا
 دعویٰ خارج ہو گیا نور الدین محمود نے قاضی کمال الدین اور ان لوگوں کو مخاطب
 ہو کر کہا جو اس وقت موجود تھے تم لوگوں نے دیکھا کہ اسکا دعویٰ میرے مقابلہ
 میں نہ چلا میں پہلے سے یہ جانتا تھا کہ دعویٰ اسکا باطل ہے لیکن محض سوجھ
 چلا آیا کہ کسی کو یہ خیال نہ پیدا ہو کہ نور الدین محمود نے اسپر ظلم کیا ہے اور جس امر پر
 منافعت ہوئی ہے اس میں حق بجانب مدعی ہے مگر اب تلوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنی
 طرف سے شے متنازعہ اسکو دیدیا اب اسکا مالک یہ شخص ہے وہ شے متنازعہ میری
 نہیں ہے ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ایک اور واقعہ اسلامی حلب میں پیش آیا تھا لیکن فرق
 اس قدر ہے کہ اس نے پہلے ایک وکیل کو قاضی کے پاس بھیجا تھا بعد ازاں جب حلف
 لینے کی نوبت آئی تو خود قاضی کے پاس آیا اور بعد مقدمہ فیصلہ ہو جانیکے شے متنازعہ
 مدعی کو منہ کر دیا تاریخ گیر میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔
 اس کے ایوان عدالت کے دروازہ پر دربان و حاجب نہیں رہتے تھے
 مظلوم و مکیس کی فریاد اور شکایتیں خود سنتا تھا اور نہایت غور و فکر سے انصاف
 کرتا تھا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے سلاطین اسلام میں نور الدین محمود نے

انفصال مقدمات کے لئے دارالکشف بنوایا اور اسکو دارالعدل سے موسوم کیا
 ہفتہ میں دو بار اجلاس کرتا تھا بڑے بڑے فقیہہ - محدث - قضاۃ حاضر رہتے تھے
 مقدمات کے واقعات اور فریقین کے دلائل خود دستا اور خود اسکو فیصلہ
 کرتا تھا سفر و حضر میں ان دنوں کی ہمیشہ پابندی کرتا تھا اسد الدین شیر کوہ
 اس کے معزز امیروں میں سے تھا دارالعدل کے بننے کے بعد اس نے اپنے متفقین
 و اعراسے کہا کہ آج سے اگر تم میں سے کسی کا مقدمہ نور الدین محمود کے سامنے
 پیش ہوا تو یاد رکھنا کہ میں ایسی سخت سزا دوں گا کہ تلوگ تھل نہ کر سکو گے تلوگ
 جانتے ہو یہ دارالعدل محض تم ہی لوگوں کے سبب سے بنا ہے کیونکہ تلوگوں کے
 سوا اور کسی شخص پر کمال الدین کا فیصلہ قطعی نہیں سمجھا جاتا اگرچہ تمہارا بدولت
 دارالعدل میں جانا پڑا تو میں نہایت سختی سے پیش آؤں گا جاؤ جس جس سے تلوگ
 کسی بابت منازعت ہو آپس میں فیصلہ کر لو اور اسکو حسب طرح ہو سکے کچھ بے لاکر
 راضی کرو "نور الدین محمود نے یہ سُن کر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور حاضرین
 سے مخاطب ہو کر کہا اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے اعراسے آپ ہی انصاف کر لیا کرتے
 ہیں اس سے پیشتر کہ وہ ہمارے حضری میں آئیں - یہ واقعات اس کے عد
 اسکی سیاست کی ایک ایسی نظیر ہے کہ جسکی نظیر نہ ہونڈہے سے بدقت میلگی - ابن
 اثیر نے لکھا ہے کہ ایوانِ عدالت بنوانے کے باعث اسد الدین کے اعراسے کہتے
 قاضی کمال الدین نے ان لوگوں کی شکایت کی تھی والد اعلم -

اس کے جتنے کام تھے وہ سب نیک نیتی پر مبنی تھے جو کام وہ کرتا تھا دینی
 عرض اوسین ضرور پہنچان رہتی تھی ایک مرتبہ جزیرہ سے ایک بزرگ نے اسکو چوکاں
 کہنے کی بابت لکھنہ سچا کہ "تم گہوڑوں کو بلا فائدہ دینی تکلیف دیتے ہو میرے
 نزدیک یہ لہو و لعب ہے اور منع ہے" نور الدین نے اس کے جواب میں اپنے

دست خاص سے ایک خط لکھا حسین اس نے لکھا تھا "واللہ محمد کو جو گان کہیلے پر کسی
ہنہیں آمادہ کیا سولہ اس کے کہ ہلوگ دشمنان خدا کے قریب سے ہیں اور ہم
معلوم نہیں ہے کہ کب محمود دباوا کی ضرورت ہوگی اگر تم اپنے گھوڑوں کو ان کے
تہانوں پر باندھ دینگے تو وہ سست ہو جائیں گے ضرورت کے وقت طول و
طویل سفر نہ کر سکیں گے میں ابو دعب یا طبیعت کے بہلانے کی نیت سے جو گان
ہنہیں کہیلتا ہوں بلکہ گھوڑوں کو محنت پر لگائے رکھتا ہوں تاکہ ضرورت کی وقت
دھوکہ نہ دیں اور اپنے سوار کے قابو میں رہیں۔

اسکی شجاعت و مردانگی کی شہادت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ انفر لڑائی
میں خود شریک ہوتا تھا فوج کو مرتب کرنا اور اوپر جہاد کی آیات پڑھنا اور انکا خود
افسر اعلیٰ ہوتا تھا اور قبل لڑائی چہرے کے دھنوکے دو رکعت نماز پڑھتا اور مسجد
میں جا کر جناب باری عز اسمہ سے دعا کرتا تھا بعد ازاں صفوں لشکر میں ایک جگہ
لگا کر لشکر کو کھمکے کرنے کا حکم دینا اور آلات حرب سے مسلح ہو کر میدان جنگ میں
جاتا تھا لڑائی میں نہایت درجہ کا ثابت قدم اور اس کے اصول سے خوب واقف تھا
شوق شہادت میں دشمنان خدا کی صفوں میں بے خوف گھس جاتا تھا ایک روز
امام قطب الدین نیشاپوری فقیہ شافعی نے کہا "واللہ تم بنفسہ لڑائی کے میدان
میں جا کر اسلام و اسلامیوں کو خطرہ میں نہ ڈالو کیونکہ تم ان کے مامن و عباد ہو
اگر عیاذ باللہ سرکہ جنگ میں تم کام آگئے تو اسلامیوں کا کوئی محافظ و نشت پنا
نہ بچا لگا ان کے کل بلاد عیسائیوں کے قبضہ میں چلے جائینگے" تو والدین محمود نے
جواب دیا اے قطب الدین تم بڑے لکھے ہو کر ایسی باتیں کہتے ہو وہ محمود ایسا
کہان کا جو انہر دے جسکی نسبت یہ بات کہی جائے مجھ سے پیشتر کسی نے بلاد اسلام
کی محافظت کی ہے جس نے مجھ سے پہلے بلاد اسلام کی محافظت کی ہے وہی

میرے بعد کرے گا اللہ تعالیٰ کے قبضہ اقتدار میں سب کچھ ہے وہی اسکا محافظ و حامی ہے محمود ایسے سیکڑوں ہزاروں معرکہ جنگ میں کام آجائیں تو اسکی حفاظت و حمایت اسلام میں ذرہ بہرہی فرق نہیں آسکتا قطب الدین آئندہ سے تم ایسی باتیں نہ کہا کرو میری یہ قوت تھی کہ میں بلاد شام و جزیرہ و مصر کو فتح کرتا ہیہ سب اللہ جلشانہ کی عنایت ہے اس نے اپنے ایک ناچیز بندہ کے ہاتھ سے ان بلاد کو فتح کرایا ورنہ محمود کس لایق اور کس شمار میں تھا۔

نور الدین محمود اپنے لشکریوں کے ساتھ نرمی و ملاطفت کا برتاؤ کرتا تھا اگر ان میں سے کوئی زخمی یا بیمار ہوتا تھا تو اسکی تیمارداری اور عیادت کو اکثر خود جاتا تھا وہ اپنے لشکریوں کو تنخواہیں نہیں دیتا تھا بلکہ سبھوں کو جاگیریں دیئے ہوئے تھا جب ان میں سے کوئی شخص معرکہ جنگ میں شہید ہو جاتا یا انتقال کر جاتا تھا تو اسکی جگہ پر اس کے لڑکے اور بحالت عدم موجودگی اُس کے قریب ترین عزیز کو مقرر کرتا تھا اس کے دفتر شاہی میں ہر سپاہی اور امیر کا نام باقاعدہ فہرست میں درج تھا جب کسی کے لڑکا پیدا ہوتا تھا تو اسکا نام درج کیا جاتا اور اسکی پرورش و تربیت کے لئے وظائف مقرر کئے جاتے تھے امیرون اور سپاہیوں کے نام اور انکی جاگیر دہلی تفصیل اور ان کے آلات حرب و املاک کی مفصل فہرست اسکے دفتر شاہی میں موجود رہتی تھی۔ یہی سبب تھا کہ اسکا لشکر ظہر پیکر جان دینے اور جان لینے پر تلار تھا اس نے اپنے عہد مہدلت مہدین تقریباً کل بلاد شام کو فتح کیا جزیرہ و مصر پر قابض ہوا حلب۔ حماہ۔ حمص۔ دمشق۔ مارین۔ شیرز۔ ہنچ وغیرہ کی شہر پناہیں بنوائیں اور حسب حاجت و ضرورت موقع موقع سے مضبوط مضبوط قلععات بھرت کثیر تیار کرائے اور ان کے مصارف کو بڑی بڑی جاگیریں دین۔ یہہ اپنی ذات فاس پر وہی صرف کرتا تھا جو اسکو مال

نور الدین (۱۱۷۱) بنو دقن ہما از سیر (۱۱۷۱)

غنیمت سے حصہ رسدی ملتا تھا اور بدایا و تحالیف جو اس کو اطراف و جوانب بلاد سے آتے تھے ان کو وہ جمع کرتا جاتا برس چیمہ مہینہ کے بعد اونکو فروخت کر کے ترتیب لشکر اور خریداری آلات حرب وغیرہ میں صرف کرتا تھا۔

مساجد اور مدارس کے بنوانے کا یہی حریص تھا اس نے تمام حاکم محروم ہر شہر و قصبہ میں مدارس مساجد رشتہ خانہ سراین بنوائیں حلب - حماہ - دمشق - حمص وغیرہ میں حنفیہ - مالکیہ - شافعیہ - حنبلیہ کے دارالعلوم قائم کئے اور ان میں بڑے بڑے نامی نامی علماء و فقہاء کو درس و تدریس کے لئے مقرر کیا حسن المحاصرہ فی احوال المصر والقاہرہ میں لکھا ہے کہ اس نے سلاطین اسلام میں سب سے پہلے دمشق میں دارالحدیث بنوایا اور اس کے مدرسین و معلمین کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں ان کے علاوہ دیہات و قصبات میں یتیموں اور غریبوں کے پڑھنے کے لئے بھی مدارس قائم کئے اس کے عہد حکومت میں دمشق و شام مرکز علوم بنا ہوا تھا ابن اثیر کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے شام میں بیان کیا ہے کہ شامہ ہجری میں مجھ سے مہلولی اوقاف نے بیان کیا ہے کہ صرف دمشق و حلب میں نو ہزار دینار صوریہ ہوا مساجد پر اور اٹھارہ ہزار دینار صوریہ اس کے معلمین کی تنخواہیں صرف ہوتی ہیں حماہ و حمص کے مساجد و مدارس کا خرچ بالاجمال بائیس ہزار دینار صوریہ، شیخ ابن ابوالقاسم عبدالرحمن بن الحسن بن النضر بن الحسن بن عبدان از دیلمی دمشق نے لکھا ہے کہ نورالدین محمود کل حاصل دمشق کو دمشق کے مساجد و مدارس پر صرف کرتا تھا نصف حاصل ضرر جامع مسجد کو دیتا تھا اور باقی نصف کے گیارہ حصے کرتا تھا دوحصہ مدرسہ حنفیہ و شافعیہ کے مقرر تھے باقی نو حصہ جامع قلعہ دمشق مسجد ابن عطیہ اندرون دروازہ جاہ مسجد ابن لبید محلہ فسقار مسجد سوق الراصین مسجد سوق صاغہ مسجد البطنخ۔

مسجد عباسی محلہ سوق احد مسجد نور الدین بجوار بیتہ الیہود جامع الصالحین جبل قاسیوں
 کے مصارف میں صرف ہوتے تھے ان کے علاوہ اور جو دمشق کے محلات میں چھوٹی
 چھوٹی مسجدیں تھیں ان کے صرف کے لئے جداگانہ مواضع وقف تھے لیکن جامع
 مسجد کا صرف اس کے آنکھوں میں کہنگ ما تھا اور اسکو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ
 جس قدر اس مسجد پر وقف ہے اوس سے دو چند دوسرے اوقات سے صرف کیا جاتا
 اور ایک شے کا وقف دوسرے موقع پر خرچ ہوتا ہے چنانچہ اس امر کے تحقیق کیلئے پچھنبدہ اسیسین
 صفر ۵۵۴ھ کو قلعہ دمشق میں قاضی رکن الدین ابوالحسن علی بن محمد بن یحییٰ قرشی
 فقیہ شیخ شرف الدین بن ابی عمرو خطیب عز الدین ابوالبرکات بن عبد
 امام عز الدین ابوالقاسم علی بن الماسح فقہار شافعیہ اور شرف الدین ابوالقاسم
 عبد الوہاب بن عیسیٰ مالکی و شرف الاسلام نجم الدین عبد الوہاب حبلی اور رواد
 و شوق سے رضی الدین ابوالغالب عبد المنعم بن محمد بن اسد تہمی و نظام الدین
 ابوالکرم بن ابی المضام متولی وزارت و عبد الصمد بن تیم و عبد الوہاب
 بن ہلال و صابن ابوالحسن وغیرہم کو بلوایا اور ان لوگوں سے یہ سوال کیا کہ
 ”مسجد جامع دمشق کے لئے جس قدر وقف ہے اوس سے دو چند اس میں صرف
 ہوتا ہے اور یہ کمی اور مصالح کے اوقات سے پوری کی جاتی ہے کیا یہ
 جائز ہے کہ ایک مد کا وقف دوسرے کام میں صرف کیا جائے ؟ ہر شخص اپنے
 علم و یقین سے جو کچھ جانتا ہو بیان کرے جو شخص دوسرے شخص کا بیان
 یا اسکی شہادت سن کر ساکت ہو جائے گا وہ اسکا مصدق و موید سمجھا جائیگا
 اور اب آئندہ سے وہی معمول ہوگا جس پر تلوگ اتفاق کرو گے“ اس کے بعد
 نور الدین متولی ہا و قاف کو طلب کر کے مصارف اوقات کی فہرست کو تفصیل وار
 پیش کر نیکا حکم دیا صابن و ابن تیم و ابن ہلال نے کہا سوق مسجد جو ماذنہ غریبہ کے

بیچے متصل بیازستان ہے جامع مسجد کے اوقاف سے نہیں ہے بلکہ وہ عام مسلمانوں کے مصالح کے لئے وقف کیا گیا ہے اور اب اس کے محاصل جامع مسجد میں صرف ہو رہے ہیں حاضرین نے اس قول کی تائید کی۔ اس طرح بعض بعض قوم پر بعض حاضرین نے یہ اعتراض کیا کہ یہ رقوم سرائین اور مساجد کی موقوفات سے ہیں اور اب یہ مسلمانوں کے اور کاموں میں صرف کئے جاتے ہیں اور بعض نے انکی تائید کی تو رالدین نے اسکو تسلیم کرتے ہوئے یہ بیان کیا کہ میرے نزدیک بوقت ضرورت ان اوقاف کے رقوم اسے مسلمانوں کے اہم مصالح میں صرف کرنا جائز ہے کیونکہ مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کے غرض سے شہرِ پناہ دمشق بنوائے اور ثغورِ مسلمین کی حفاظت ضروریات سے ہے قاضی شرف الدین عبد اللہ مفتی مالکی نے بلا قید اس کے جواز کا فتویٰ دیدیا لیکن شیخ شرف الدین بن ابی عمرو شافعی نے اس سے اختلاف کیا اور یہ کہا کہ ”موقوفات مسجد یا کسی وقف معین کا اس کے غیر محل پر صرف کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ بیت المال میں کچھ نہوایا ہو اور اس کے خرچ کر دینے سے بیت المال کے ضعف کا خیال ہو اور ضرورت شدید ہو تو بطور قرض کے موقوفات معین و مخصوص کا دوسرے محال پر صرف کر دینا جائز ہے اور اس کا ادا کرنا بیت المال سے واجب ہے“ آئیمہ حاضرین نے اس رائے سے اتفاق کیا اور ایک محضر لکھا گیا جس پر حاضرین سے دستخط کرائے گئے اور اسی مسئلہ مفتی مہار محمد رآمد شروع ہوا۔

اس کی مجالس میں سوائے علماء و فضلاء و عمائدین اسلام کے کسی شریکی صورت نہیں دکھائی دیتی تھی سوائے ذکر خیر کے اور کوئی تذکرے نہیں کئے جاتے تھے مسلمانوں کی بیہودگی کی فکون۔ جہاد کے مشورے ہر وقت ہوتے رہتے تھے اور جب اس سے فراغت ہوتی تھی تو ایک وقت خاص پر حدیث شریف کی

سماعت اور کہی قرأت ہی کرتا تھا اور اسی کے مطابق عمل درآمد کرتا تھا شیخ ابوالبرکات حسن بن محمد بن ہیثم الدبیان کرتا ہے کہ ”ایک روز میں اپنے چچا حافظ ابوالقاسم مورخ تارخ دمشق رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ نور الدین کی مجلس میں حدیث سنے لگا گیا اتنا حدیث میں یہہ ذکر آگیا کہ آنحضرت (صلعم) تلوار لٹکائے ہوئے نکلے اس سے نور الدین نے ایک ایسی بات پیدا کی جس کا لوگوں کو خیال تک نہ گزرا اور اس نے شیخ محدث سے تنبیہ نہ دریافت کیا گیا آنحضرت (صلعم) تلوار کو لٹکاتے تھے باندھتے نہ تھے ہ شیخ نے کہا ہاں! دوسرے دن میں قلعہ کی طرف اسی امر کے دیکھنے کو گیا نور الدین اور اس کے کل لشکر تلوار حائل کئے ہوئے نکلے اور اس سے پیشتر تلوار کو کمر سے باندھنے کا رواج و دستور تھا۔

اس کے ذاتی اوصاف سے جو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ برخلاف اور سلاطین اسلام کے اسلحہ اپنے نام کے ساتھ طوں و طویل القاب اور ارق ترفیعی الفاظ کے لکھنے کی ممانعت کر دی تھی جو اس میں موجود نہ تھا ساجد میں ممبرون پر نام کے ساتھ لمبے چوڑے القاب اور چکنے چڑے الفاظ ذکر کرنے کی عام ممانعت تھی شیخ کمال الدین ابوالقاسم عمر ابن احمد بن ہیثم الدبیان بن ابی جراد نے تارخ حلب میں نقل کیا ہے کہ بڑے بڑے شیوخ مثلاً ابوالفضل والبرکات حسن والی منصور عبدالرحمن پسران عبداللہ محمد بن الحسن بن ہیثم الدبیان نے اس واقعہ کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ہم نے وہ خط اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو وزیر خالد بن محمد بن نصر ابن صغیر قیسرانی نے نور الدین کو اس بارہ میں جواباً لکھا تھا اور پھر نور الدین نے خط کی پیشانی پر جو دو چار سطریں لکھی ہیں اول کو بھی ہم نے دیکھا ہے صاحب کتاب الروضتین نے لکھا ہے کہ نور الدین نے ابن قیسرانی کو ایک خط اس مضمون کا لکھا تھا کہ ابن

نور الدین حرود (۱۳) کا ترجمہ نمبر (۱)

قیسراتی وہ الفاظ دعائیہ لکھ کر بھیج دے جبکو ممبروں پر خطیب پڑھیں اور ان میں نہ تو خشو و زوائد ہوں اور نہ ایسے الفاظ و اوصاف ہوں جو حالت موجودہ کے خلاف اور صریح کذب ہوں، خالد نے اس کے جواب میں ذیل کا خط لکھ کر نور الدین کے پاس بھیج دیا۔

اعلیٰ اللہ قدما الملوک فی الدارین و بلغہ امالہ فی نفسہ و ذریتہ و ختم لہ بالخیر فی العاجلۃ و الآجلۃ بمناد وجودہ و فضلہ و حمدہ۔ وقف المملوک علی الرقعة تضاعف دعا و استہالہ الی اللہ تعالیٰ بان یرضی عنہ و عن والدیہ و ان سہل لہ

۱۔ ترجمہ اللہ تعالیٰ و امین میں آقا کی قدر زیادہ کیے اور اس کے ذریات کے مقاصد پر پہنچا دے اور اپنے احسان و وجود و فضل و حمد کے وسیلے سے اس کا بالفعل و آئندہ خاتمہ بخیر کرے خادم آپ کے خط سے مطلع ہوا اللہ زیادہ کرے دعا و عزت او ایسے کاموں کے کرنے کی توفیق دے جس سے اللہ اس سے اور اس کے والدین سے راضی ہو اور اپنے طریقِ حضاہ پر چلنے اور راہِ تقرب پر سلوک اور اوس تک فایز ہونے کی ہدایت کرے بیشک وہ ہر شے پر قادر ہے خادم کی راجہ جسکی علم اشرف ہدایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا شرف زیادہ کرے یہ ہے کہ خطیب ممبر آقا کے دعوے کے وقت یہ کہار کہ ”وے خدا اپنے بندہ کی اصلاح کر جو تیری رحمت کا محتاج ہے اور تیری ہیبت سے خالیف ہے اور تیری قوت سے وابستہ ہے اور تیری راہ میں لڑنے والا اور تیرے اعدا و دین سے جھگڑنے والا ہے وہ کون ہے؟“ اوالفقام محمود بن زنگی بن آقسنقر ناصر امیر المومنین، کیونکہ یہ کل الفاظ ایسے ہیں جیسا کہ نہ کذب ہے اور نہ کچھ زیادتی ہے اور آئندہ رے والا اعلیٰ و اشرف ہے انشاء اللہ تعالیٰ

السلوك الى رضاك والقرب منه والفوز عندك انه على كل
 شيء قد يرأى المملوك ما يعرضه على العلم الا شرف زاده^۲ لله
 شرفا وهو ان يذکر الخطيب على الممبر اذا اراد الدعا
 للمولى^۲ اللهم اصلح عبدك الفقير الى رحمتك الخاضع
 لهيبتك المعتصم بقوتك المجاهد في سبيلك المربط
 لا عداء دينك ابا القاسم محمود بن زنگي بن آقسنقر ناصر
 امير المومنين فان هذا جميعه لا يدخله كذب ولا
 زياده والراى على واسمى انشاء الله تعالى

نور الدين محمود نے اس خط کی پیشانی پر عبارت ذیل لکھ کر واپس کر دیا
 اور یہ حکم دیا کہ ایک گشتی حکم کے ساتھ تمام ممالک محروسہ کے خطیبوں کو پاس
 پہنچایا جائے تاکہ آئندہ سے وہ انہیں الفاظ کے ساتھ ممبروں پر سکا
 نام لیا کرتے ہوئے نہ ہوں۔

”مقصودى ان لا يكذب على الممبر انما بخلاف كل ما يقال
 لا افرح بما لا اعمل الذى كعبته جيد الكتب به نسخ ونسب
 الى جميع البلاد وزد في الدعا هذه الا لفاظ اللهم اراد
 الحق اللهم اسعدك اللهم النصره اللهم وفقك“

اس ترجمہ میرا مقصود یہ ہے کہ ممبر پر جو ٹ نہ بولا جائے میں برعکس اس کے ہوں
 جو اکثر بیان کیا جاتا ہے میں اس سے خوش نہیں ہوتا جو میں نہیں کرتا۔ جو تو نے
 لکھا ہے مناسب ہے متعدد نسخے لکھ کر جمیع بلاد کی طرف روانہ کر دے اور دعائیں
 ان الفاظ کو اور زیادہ کر دے، لے اللہ کو حق دیکھا لے اللہ اسکو نیک کر لے
 اللہ اسکی مدد کر لے اللہ اسے توفیق دے۔

اس نے اپنے لشکر میں طبل اور کرنا وغیرہ کا بجانا موقوف کر دیا تھا اپنے برگزیدہ
اسلاف کی طرح تکبیر و نیراہنی فوج کو لڑاتا تھا اس کے لشکر کا نشان سیاہ تھا جو خلفاء عظام
کے شعار سے ہے اور اسپر کلمہ توحید کلماتوں سے کڑھا ہوا تھا۔ صلوة خمسہ اور تہجد کا
پابند منکرات شرعیہ سے محترز اور کامصدق دل سے مطیع تھا نماز پڑھنے کو ہمیشہ مسجد میں
جاتا اور ہر شخص سے بے تکلف ملتا جلتا تھا اس کے دسترخوان پر اکثر جو کی روٹیاں
یا کبھی گھیون کی خمیری روٹیاں اور گوشت ہوتا تھا کبھی کبھی صرف اوبلے ہوئے
گوشت اور سرکہ پر اکتفا کرتا تھا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ نور الدین سرخ رنگ طویل القفا
کشادہ پیشانی، حسین برت و جیبہ تھا آنکھیں سکی ٹری اور سیاہ ہتھکنڈے تھے
کم تھی صرف زرخندان میں تھوڑے سے بال تھے بدن پر گوشت اور سر پڑا خذہ روٹھا
عقل فراست آثار اس کے چہرہ نمایاں تھے، ذہین، فہیم اور خزیات سابل، مہربان
بخوبی واقع تھا اس نے اپنی تمام عمر میں صرف ایک شادی روضہ خاتون بنت
سے کی اور اس کے بطن سے ایک لڑکا الملک الصالح پیدا ہوا اور ایک لڑکی شمس النساء پیدا
ہوئی۔ اس کی تمام آرزو یکن اس کے مرنے کے وقت تک قریب قریب پوری ہو چکی
تھیں عیسائیوں کو اس نے شام سے نکال دیا تھا مصر پر قبضہ کر چکا تھا ضرباتی کیا تھا ایک
بیت المقدس جس کی فتح کی آرزو اپنے دلمین لیگیا اور اس کو اس کے بعد ح الد
نے پورا کیا۔

سلام امر الفتح قوم اولون
حازہ بالنصر قوم اخراون

یعنی

فتح کے کام کو پہلے لوگوں نے شروع کیا + اور محال کیا فتح کو پہلے لوگوں نے



ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون جلد سیوم
یہی حصہ اسلامی تاریخ کی جان مسلمانوں کا بین ایمان ہے۔ اس میں
نیریز برج نبوت مہر سہر رسالت ختم رسل مادی سہل محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت۔ تربیت۔ نبوت۔ معراج۔ ہجرت۔ غزوات۔ انتقال۔
پچھتہ و تکفین۔ بعثت اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کی ردّت و فتوحات کے
نہایت صحیح صحیح واقعات کمال بسط و تفصیل و تحقیق سے درج کئے گئے ہیں۔ اُردو زبان کی
اس سے زیادہ کیا اور خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ اس میں سولہوی (صلو) کے حالات جو آج سے چودہ
برس پیشتر عرب کے سرزمین میں واقع ہوئے ہیں نہایت تحقیق سے قلمبند کئے گئے ہیں اور واقعات
مذکورہ بالا کے محقق ہونے کی شہادت میں اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ یہ حصہ علامہ ابن خلدون
مغربی کی محترم تاریخ عربی کے ایک حصہ کا ترجمہ ہے سفید چکنا کا غذائیں مایہ ساز ہیں صفحہ
سے زاید کا حجم قیمت بلا محصول عمصر

المشتہر حامد حسین مالک سالہ الاسلام الہ آباد

صلاح الدین یو فاتح
بیت المقدس کی سوانح عمری
جس میں لطائف صوفی ولادت تعلیم تربیت خصال عادت
اور اس کی فتوحات اور عیسائی دنیا کے مقابلہ و فتح بیت المقدس کے

تفصیلی حالات نہایت تفصیل بسط سے مورخانہ حیثیت سے بقدر سہ و ماہ لکھے گئے ہیں ہر ایک
شخص کی سوانح عمری معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت ایک صدی کی صلیب و اسلامی لڑائیوں کا نقشہ ہے۔
عربی کی محترم تاریخ ابن خلدون کی تاریخ کامل کتاب الرضوین فی اخبار الدولین فتح القسمی نوادر
سلطانیہ حسن المحامرہ و تاریخ دول الاسلام وغیرہ وغیرہ اس کی ماخذ ہیں اور بعض مقامات پر
انگریزی و فرانسیسی تاریخ سے بھی فائدہ لیا ہے حجم دو صفحات سے زاید سفید چکنا و لایقی
کاغذ قیمت بلا محصول عمصر

المشتہر حامد حسین مالک سالہ الاسلام الہ آباد۔ نمبر ۲۶ محلہ سنہ بندی۔

